إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں

رفیق العلماء الاعلام

من

امت خیر الانام

مرتبہ

مفتی محمد رفیق الحسنی

خطیب جامع مسجد رحمانیہ طارق روڈ، کراچی

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم

گلستان جوہر، بلاک ۱۵، کراچی

تقدیم

- ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ ایسی کتاب لکھی جائے جس میں قراء حضرات اور حفاظ کرام کے لئے ہدایات ہوں کیونکہ موجودہ دور کے بعض بلکہ اکثر قراء اور حفاظ حضرات نے قرآن مجید کی تلاوت کو کمرشل بنالیا ہے۔قرآن مجید کی تلاوت عبادت کی نیت سے نہیں کرتے بلکہ فن اور آرٹ کی نیت اورفن کے انداز میں تلاوت کرتے ہیں۔حتیٰ کہ حسنِ قرأت کی محافل میں اناؤنسر اعلان کرتا ہے کہ اب فلاں قاری صاحب اپنے فن کا مظاہرہ فرمائیں گے۔اسی قسم کی ایک محفل میں اناؤنسر نے اسی طرح اعلان کیا اور قاری صاحب نے اپنے فن کا مظاہرہ فرمایا، ایک ایک آیت کومختلف انداز اور بار بار اورموسیقی کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ تلاوت فرمایا اور سامعین سے داد پائی۔اس کے بعد مجھے خطاب کی دعوت دی گئی۔ میں نے اپنے خطاب میں قرآن مجید کوبطورفن پڑھنے کی شدید مخالفت کی۔ میں نے عرض کیا قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہےاس میں فن کاری اور ریاء کاری اور مکاری اور عیاری سخت گناہ ہے۔اسٹیج سیکریٹری کا اسے فن کہنا غلط ہے۔واضح رہے جب قاری قرآن کی تلاوت بطورفن کرتا ہےتو وہ یقیناً فن کار ریا کار اورمکر کرنے والا اورعیار ہوتا ہے۔لوگوں کے دلوں کواپنی طرف میلان کرنے کی نیت سے تلاوت کرتا ہےاللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تلاوت نہیں کرتا۔اس میں مکراور چالاکی اور ریا کاری ہوتی ہے چونکہ قاری اپنے فن میں مسابقت اور سامعین سے داد حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہےاس لئے ایک ایک آیت کو کبھی بلند آواز میں اور کبھی پست آواز میں کبھی مائیک پر چڑھ کراور کبھی ہٹ کر کبھی کانوں پر ہاتھ رکھ کراور کبھی دور کر کے تلاوت کرتا ہے۔یہ طریقہ فن کاری اور ریا کاری اور مکاری اور

عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

میرے علم کے مطابق یہ بدعت سب سے پہلے مصری قراء نے شروع کی پھر دنیا بھر میں پھیل گئی۔ بین الاقوامی محافل ہونے لگیں۔ قراء حضرات اور سامعین اسے کارِ خیر اور ثواب سمجھنے لگے جبکہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔

- تھوڑے عرصہ سے اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا سعودی حکومت اور حرمین طیبین کے قراء عظام نے پھر سے قرآن کو سادہ مگر پُرکشش انداز میں تلاوت کرنا شروع کیا۔ ہمارے دور کے سعودی قاری حضرت علّامہ قاری عبدالرحمٰن السدیس کی تلاوت کو دنیا بھر میں پذیرائی ملی جس کی وجہ سے آج محراب ومنبر اور گلی گلی محلہ محلّہ محافل میں آپ کی لے اور انداز میں قرآن مجید سادہ انداز سے تلاوت کیا جارہا ہے اور فنی اور پیشہ ور قراء کی دل شکنی ہو رہی ہے۔ بین الاقوامی تقابلی محافل قرأۃ میں نہایت کمی آ گئی ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ہر مسجد میں تلاوت کنندہ امام اور خطیب حرمین طیبین کے قاری عبدالرحمٰن السدیس کی لے اور انداز میں تلاوت کرے اسی لئے دنیا اسلام سے اگر کسی ملک میں قاری عبدالرحمٰن السدیس تشریف لے جائیں تو انہیں جہری نماز میں طویل تلاوت کرنے کی فرمائش کی جاتی ہے۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ شرکت کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ

- اسی پس منظر میں سب کے لئے عموماً اور قراء حضرات کے لئے خصوصاً میں نے ’’رفیق القراء‘‘ کے نام سے ایک کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس کی چنانچہ جب رفیق القراء کمپوز ہو کر تیار ہو گئی تو خیال آیا کہ علماء اور طلباء کے لئے رفیق القراء کے ساتھ رفیق العلماء کے نام سے ایک مضمون شائع کر دیا جائے کیونکہ جس طرح موجودہ دور کے قراء کی اصلاح کی ضرورت ہے اسی طرح موجودہ دور کے علماء کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے۔ علماء سوء اور علماء حق کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ علماء علماء شر بھی خود کو علماء خیر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ علماء خیر

نہیں ہیں۔ پھر علماء حق کے متعلق جاہل صوفیاء کی غلط فہمی کو بھی دور کرنا ضروری ہے۔ بعض عابد صوفیاء کا خیال ہے کہ اکثر علماء فاسق ہوتے ہیں اگر فاسق نہ بھی ہوں تو علماء کبھی اولیاء نہیں ہوسکتے۔ اور جاہل صوفیاء علماء کے علمی کام کو عبادت نہیں سمجھتے بلکہ صرف نفلی عبادات کو عبادت سمجھتے ہیں اور علم کو قربِ الٰہی سے حجاب اور رکاوٹ سمجھتے ہیں۔۔ حالانکہ علم بھی عمل ہے اور سب اعمال سے افضل عمل ہے۔

چنانچہ سرورِ دوعالم ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

● حدیث: **عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَا جَاءَ ہُ الْمَوْتُ وَ ھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہٖ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَۃٌ وَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ. رَوَاہُ الدَّارمی.**

ترجمہ: ''حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے انہوں نے کہا جناب سرورِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر موت اس حال میں آجائے کہ وہ علم طلب کر رہا تھا تاکہ اسلام کو زندہ کرے اس متعلم اور نبیوں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ اس حدیث شریف میں صرف علم کا ذکر ہے عبادت کا ذکر نہیں ہے۔ اگر علم عبادت نہیں ہوتا تو اس کی فضیلت ذکر نہ کی جاتی۔

● حدیث: **عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنْ رَجُلَیْنِ کَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَحَدُھُمَا کَانَ عَالِمًا یُصَلِّیْ الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَ الْآخَرُ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ اَیُّھُمَا اَفْضَلُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَضْلُ ھٰذَا الْعَالِمِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ عَلَی الْعَابِدِ**

الَّذِیْ یَصُوْمُ النَّهَارَ وَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ. رواہ الدارمی

ترجمہ: ’’حضرت حسن بصری سے مرسل روایت ہے وہ فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے متعلق سوال کیا گیا ان میں ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا تھا اور دوسرا غیر عالم آدمی دن کو روزے رکھتا تھا اور رات کو نوافل پڑھتا تھا ان میں سے کون افضل ہے؟ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عالم کی جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ کر لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا تھا اس عابد پر جو دن کو روزے رکھتا تھا اور ساری رات قیام کرتا تھا فضیلت مثل میری فضیلت کے ہے تمہارے ادنیٰ پر۔‘‘ اس حدیث سے معلوم ہوا علم اور تعلیم اور تعلّم سب عبادت سے افضل عبادت ہیں۔

● مگر اس حدیث شریف میں ظاہر یہ ہے کہ معاصی سے اجتناب کرنے والا عالم اور عابد مراد ہے کیونکہ علم کے علاوہ دو امر باعثِ فضیلت ہیں عبادت اور اعمالِ صالحہ ادا کرنا اور معاصی اور گناہوں سے اجتناب کرنا۔ ان دو میں سے معاصی سے اجتناب کرنے کا نام تقویٰ ہے اور انسان اسی تقویٰ اور معاصی کے اجتناب کی وجہ سے فرشتوں سے افضل ہے۔ عبادت تو فرشتے بھی کرتے ہیں مگر معاصی کے ارتکاب کرنے کی ان میں استعداد نہیں ہے لہٰذا ان کا معاصی سے اجتناب باعثِ کمال نہیں ہے۔ جن اور انس کا معاصی سے اجتناب کرنا باعثِ کمال ہے۔ مگر مذکور حدیث میں عالم غیر عابد اور عابد غیر عالم کے متعلق سوال کیا گیا کہ ان میں کون افضل ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب فرمایا کہ: عالم کی فضیلت کی رفعت عابد پر ایسی ہے جیسے تم میں سے ادنیٰ امتی پر میری فضیلت کی رفعت ہے۔

● غور فرمائیں اس مثال سے عالم غیر عابد کو اللہ تعالیٰ نے کتنی عظمت اور شان عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا جاہل صوفیاء کو غیر عابد علماء مدرسین اور مبلغین کو کمتر نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس حدیث

سے واضح ہے کہ دو شخصوں میں علم اور عبادت ہم درجہ ہونے کی صورت میں ہر درجہ میں علم کو عمل پر فضیلت ہوگی۔ مثلاً عالم غیر عابد جاہل عابد سے افضل ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ اور عالم فاسق جاہل فاسق سے افضل ہوگا۔ عالم متقی عابد متقی سے افضل ہوگا۔ عالم غیر متقی ہو اور عابد متقی ہو پھر بھی عالم افضل ہوگا۔ ہوسکتا ہے عابد متقی تقوی کی وجہ سے عالم غیر متقی سے افضل ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ علم کا وزن بہت زیادہ ہے اور جہالت نہایت بے وزن ہے اس لئے عالم فاسق بھی عابد متقی مگر جاہل سے افضل ہوگا۔ اور اگر عالم باعمل ہو اور صاحبِ تقوی ہو اس کی شان اور عظمت سب سے زیادہ ہے۔

● بعض صوفیاء اور عوام میں سمجھا جاتا ہے کہ ایک شخص دن رات نوافل اور اوراد و وظائف پڑھتا رہتا ہے اور دوسرا شخص معلم ہے دین کی تعلیم دے رہا ہے، صرف فرض اور سنن ادا کرتا ہے پھر تعلیم اور تدریس میں مشغول ہو جاتا ہے جس طرح دینی مدارس میں ہوتا ہے ان میں عبادت کرنے والا شخص افضل ہے اور قرآن و حدیث کی تعلیم دینے والے شخص کی کوئی فضیلت نہیں کیونکہ صوفیاء اور عوام کے ذہن میں تعلیم دینا عبادت نہیں ہے حالانکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوا معلم اور عابد کی فضیلت میں زمین اور آسمان کا بلکہ اس سے ہزاروں گنا زیادہ فرق ہے اور تعلیم دینا افضل عبادت ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

● عوام الناس اور جاہل صوفیاء کے ذہن میں ہے جس آدمی کے مریدین ہاتھ چومنے والے کثرت سے ہوں اور ہر وقت اس کے پاس مجمع لگا رہتا ہو وہی ولی ہے اور علماء بے چارے تنہا زندگی بسر کرتے ہیں نہ ان کے مریدین ہوتے ہیں اور نہ ان کے ہاں مجمع لگا رہتا ہے حتی کہ ان کے جوتے اٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا اور نہ کوئی ہاتھ چومنے والا لہٰذا علماء ولی تو کجا فاسق ہوتے ہیں۔ یہ خیال جہلاء کا ہے کیونکہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ولی اللہ کی تعریف لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ولی اپنے مادہ اور ترکیب کے لحاظ سے

قرب پر دلالت کرتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے قریب ہے وہی ولی ہے مگر قرب کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ کرامتیں اور کشف بھی ولایت اور قرب کی دلیل نہیں ہے۔ فرماتے ہیں بعض کبراء نے فرمایا: ''اِنْ کَانَ الْعُلَمَاءُ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَاءَ فَلَیْسَ لِلّٰهِ وَلِیٌّ'' (ص: ۱۰ / ۱۷) (ترجمہ: اگر علماء ولی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ولی نہیں ہے) یعنی ولایت علماء میں ہی منحصر ہے۔ علماء ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں۔

● حدیث قدسی میں ہے: ''اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ'' (مرقاۃ: ص: ۱۰ / ۷۰) (ترجمہ: میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا) معلوم ہوا مجمع لگنا اور شہرت اور دولت ولایت اور قربِ الٰہی کی علامت نہیں ہیں۔ قربِ الٰہی ان خوش نصیبوں کو حاصل ہے جو علمِ دین حاصل کر کے اس علم کو مدرسہ اور مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور پھیلانے میں مشغول ہیں۔ جن کی تعلیم سے علماء بنتے ہیں، اور ان سے عام اور خاص کو فائدہ پہنچتا ہے مگر افسوس کہ آج جاہل صوفیاء کی سوچ علماء کے حق میں صحیح نہیں ہے۔

● آپ زیرِ مطالعہ کتاب ملاحظہ فرمائیں گے ہم نے اسی غلط سوچ کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا کتاب لکھنے سے مقصد کسی فرد کی توہین نہیں ہے بلکہ قراء عظام اور علماء اکرام کی اصلاح اور عوام اور جاہل صوفیاء کی سوچ کا ازالہ تھا۔ صوفیاء کو سمجھانا تھا کہ علمِ دین کا درس اور تبلیغ بھی افضل عبادت ہے بلکہ نفلی عبادت سے لاکھوں گنا افضل ہے۔

● سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں ہے کہ ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' اور ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں'' اور ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا'' اور ''جس شخص نے عالم کی اقتداء میں نماز پڑھی گویا اس نے نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی'' میں صرف علم کی فضیلت اور برتری کے ذکر سے اشارہ فرمایا کہ صاحبانِ علم ہی

افضل اور برتر ہیں اگر علم سے نفلی عبادت افضل ہوتی تو عابدین کے متعلق فرمایا جاتا کہ عابدین انبیاء کے وارث ہیں اور میری امت کے عابدین بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں وغیرہ وغیرہ مگر ایسا نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ اور فضل سے علم اور علماء کو جو فضیلت عطا فرمائی ہے وہ کسی دوسرے کو عطا نہیں فرمائی۔

● مگر وہ علماء جو اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد برپا کرنے اور لوگوں کو باہم لڑانے کا کام کرتے ہیں وہ فاسق جہلاء سے بھی بدتر ہیں کیونکہ رب کائنات کی اس زمین میں شرک کے بعد سب گناہوں سے بڑا گناہ فساد کرانا ہے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوانا ہے۔ لہٰذا فضیلت ان علماء کے لئے ہے جو فساد سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

● قارئین علماء اور قراء حضرات سے درخواست ہے اگر کہیں جذبات کی وجہ سے ایسی بات تحریر کردی گئی ہو جس سے قارئین کی دل آزاری ہو رہی ہے تو اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ امید ہے معذرت قبول ہوگی۔ مشائخ اور صوفیاء حضرات سے تخاطب میں اگر کہیں لغزش ہوگئی ہو تو ان سے بھی عفو اور درگزر کرنے کی درخواست ہے۔

● مجھے زندگی کے مختصر سفر میں بعض صوفیاء کی صحبت اور اپنے شیخ طریقت خواجہ غلام حسن سواگ رحمہ اللہ کی نظرِ کرم اور اساتذہ کرام کی دعاؤں خصوصاً والدہ مرحومہ اور دادی جان مرحومہ اور والد مرحوم کی دعاؤں کی بدولت تصوف کی بعض کتابوں کے مطالعہ کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ ان کتابوں میں احیاء العلوم امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مکتوبات امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سب کتابوں سے زیادہ مطالعہ میں رہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں ان دونوں کتابوں سے زیادہ استفادہ کیا گیا۔ مجھے احیاء العلوم کے مطالعہ سے خوف اور خشیۃ الٰہی کے غلبہ کا استفادہ ہوا اور مکتوبات امام ربانی سے امید اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رجاء کے غلبہ کا استفادہ ہوا۔ ایمان خوف اور رجاء کے مابین ہے۔

● قارئین سے گذارش ہے اگر وقت میسر ہو تو ان دو کتابوں کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

● یا اللہ! میری جملہ تقصیرات اور خطائیں معاف فرما اور اس کتاب سے خاص اور عام کو نفع اٹھانے کی توفیق فرما اور اس کتاب کو میرے آباء اور اجداد اور میرے اور میری اولاد اور قارئین کے لئے باعثِ نجات بنا۔ **اللّٰهم** آمین.

(محمد رفیق حسنی)

ناظم جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم

گلستانِ جوہر، بلاک ۱۵، کراچی۔

علم کی تعریف

تعریف :

علم کا لغوی معنی جاننا ہے۔ اور اہلِ کلام کے نزدیک ممکنات کا علم اس نورانی صفت کا نام ہے، جس کی وجہ سے معلوم اس آدمی کے لئے منکشف ہو جاتا ہے، جس کے ساتھ وہ صفت قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

''العلم هو صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هى به''

یعنی ''علم وہ صفت ہے جس کی وجہ سے معلوم اس شخص کے لئے منکشف ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ صفت قائم ہوتی ہے۔''

لہٰذا علم ایک ایسا نور ہے جس سے صاحبِ علم کے لئے معلوم روشن ہو جائے۔

● علم اگرچہ دیگر چھ صفتوں حیات، قدرت، کلام، ارادہ، سمع اور بصر کی طرح نفس کی ایک صفت ہے، مگر کسب اور محنت سے حاصل ہونے کی وجہ سے اسے عمل کہنا اور سمجھنا بھی صحیح ہے۔ کیونکہ ہر وہ امر جو کسب اور محنت سے حاصل ہو عمل ہوتا ہے۔ (احیاء)

● چنانچہ حدیث شریف میں ہے، جبرائیل علیہ السلام سے جناب رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا، ''**اى العمل افضل**'' (کون سا عمل افضل ہے؟)۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، ''**العلم**''۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا، ''**ثم اىّ**'' (پھر کون سا عمل؟) جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، ''**رؤية العالم**'' (یعنی عالم کا دیکھنا)۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا، اس کے بعد؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، ''**زيارة العالم**'' (یعنی عالم کی زیارت) (تفسیر کبیر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم بھی ایک عمل ہے اور سب سے افضل عمل

ہے۔ پھر علم، بمعنی ما بہ الانکشاف یعنی وہ صفت جس سے کشف اور ادراک ہوتا ہے، کی دو قسمیں ہیں:

حضوری اور حصولی۔ علم حضوری سے مراد وہ علم ہے جس میں صورت کا واسطہ نہ ہو اور علم حصولی سے مراد وہ علم ہے جس میں نورانی صورت کا واسطہ ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات اور ساری کائنات کا علم صورت کے واسطہ کے بغیر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے تینوں علم اپنی ذات اور اپنی صفات اور دیگر معلومات کے حضوری ہیں اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا علم حضوری قدیم ہے۔ اور تحقیقی قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہے۔ اور انسان اور جن اور ملائکہ اور دیگر ادراک رکھنے والی مخلوق کو اپنی ذوات اور صفاتِ ذاتیہ کا علم حضوری ہے کیونکہ اس علم میں صورت کا واسطہ نہیں ہے، لیکن انسانوں اور جنات اور ملائکہ کو اپنی ذوات اور صفات کے علاوہ دیگر اشیاء کا علم حصولی ہے۔ کیونکہ یہ علم صورت کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ معلومات، ادراک کنندہ کے سامنے ہوں اور حواسِ خمسہ کے ادراکات ہوں، تو بھی معلوم کی صورت ذہن میں حاصل ہوتی ہے، جس سے ادراک اور کشف ہو جاتا ہے۔ اور انسان اور ملائکہ حادث ہیں اس لئے انسان اور ملائکہ کا علم حضوری اور حصولی دونوں حادث ہیں اور دونوں سے پہلے عدم ہے۔

● پھر علمِ حصولی کے بنیادی اقسام دو ہی ہیں: ایک تصور اور دوسرا تصدیق۔

پھر تصور کے آٹھ اقسام ہیں: (۱) امر واحد کا تصور، جیسے زید کا تصور۔ (۲) متعدد امور کا بغیر نسبت کے تصور، جیسے زید اور عمر کا تصور۔ (۳) امور متعددہ میں نسبت ناقصہ کا تصور، جیسے غلامِ زید۔ (۴) اور متعدد امور میں نسبت تامۃ انشائیہ کا تصور، جیسے اضرب کا تصور۔ ان چار قسموں کا مستقل نام نہیں ہے۔ (۵) اور امور متعددہ میں نسبت تامہ خبریہ کا تصور، جن کی طرف التفات اور توجہ نہ ہو، تخییل ہے۔ (۶) اور اس نسبت کا تصور جس کی طرف التفات تو

ہے مگر حالت انکاری پیدا ہوگئی تو اس نسبت کے تصور کا نام تکذیب ہے۔(۷) وہ نسبت خبر یہ جس کے ادراک میں تکذیب نہ ہو، لیکن نسبت کی دونوں جانبیں برابر ہوں، اس نسبت کا تصور شک ہے۔(۸) اگر نسبت کی دونوں جانبیں برابر نہ ہوں، ایک راجح اور دوسری مرجوح ہو تو نسبت مرجوحہ کی جانب کا ادراک وہم ہے۔

نسبتِ راجحہ کا وہ ادراک جس کی مخالف جانب کا احتمال موجود ہو وہ تصدیق کی پہلی قسم ظن ہے۔

اور نسبتِ راجحہ کا وہ ادراک جس کی جانب مخالف نہیں ہے وہ جزم ہے۔

پھر جزم نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں، اگر مطابق نہیں ہے اور تشکیک کی وجہ سے زائل ہو سکتا ہے تو وہ جزم تقلید مخطی ہے اور اگر مشکک کی تشکیک سے زائل نہیں ہوسکتا تو وہ جزم جہل مرکب ہے۔ مثلاً کسی کا عقیدہ ہے کہ زید ولی اور صالح آدمی ہے، اور یہ عقیدہ نفس الامر کے مطابق نہیں ہے، لیکن شک ڈالنے کی وجہ سے یہ عقیدہ زائل ہوسکتا ہے تو یہ تصدیق کی دوسری قسم تقلید مخطی ہے، اور اگر عقیدہ والا شخص جاہل ہے، تشکیک سے اس کا غیر واقع جزم اور عقیدہ زائل نہیں ہوسکتا، تو اس کا ادراک تصدیق کی تیسری قسم جہل مرکب ہے اور اگر جزم نفس الامر اور واقع کے مطابق ہے، تو پھر تشکیک سے زائل ہوسکتا ہے تو یہ جزم تصدیق کی چوتھی قسم تقلید مصیب ہے۔ اور اگر تشکیک سے زائل نہیں ہوسکتا تو اس جزم کا نام یقین ہے۔ پھر یقین کے حصول میں اگر حس اور مشاہدہ اور تجربہ کو دخل نہیں ہے تو یہ تصدیق کی پانچویں قسم علم الیقین ہے۔ اور اگر یقین کے حصول میں صرف حس یا مشاہدہ کو دخل ہے تو یہ تصدیق کی چھٹی قسم عین الیقین ہے۔ اور اگر یقین کے حصول میں حس اور مشاہدہ کے بعد تجربہ کو بھی دخل ہے تو یہ حق الیقین ہے۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق تصور کی آٹھ قسمیں ہیں، پہلی چار قسموں کے الگ الگ اپنے نام

نہیں ہیں، جبکہ دوسری چار قسموں وہم، شک، تکذیب اور تخییل کے الگ الگ نام ہیں۔

تخییل کی مثال: مثلاً ٹریفک پولیس والے آدمی، جس کی توجہ گاڑیوں کی طرف ہے، اسے کہا جائے زید ذہب (زید چلا گیا ہے) تو پولیس والے آدمی کی توجہ چونکہ ٹریفک کی طرف ہے، اس لئے اس کا زید کے جانے کی طرف التفات نہیں ہوگا۔ اس نسبت کا علم تصور کی قسم ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں عقائد کے جملوں اور کلام میں اگر نسبت کی طرف توجہ نہیں ہے تو یہ بھی تصور ہوگا، تصدیق نہیں ہوگی جبکہ تصدیق ضروری ہوتی ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ والدین پر واجب ہے کہ جب اولاد عاقل ہو جائے تو ان کو کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت سکھائیں اور ان کا مفہوم سمجھائیں، تاکہ **لا الہ الا اللّٰہ** اور **محمد رسول اللّٰہ** کے دونوں جملوں میں ادراک تصور نہ رہے بلکہ تصدیق ہو جائے۔ کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، تصور ایمان نہیں ہے۔

تکذیب کی مثال یہی **محمد رسول اللّٰہ** کے جملہ میں بیان کی جاسکتی ہے، کہ جب ابو جہل نے اس کلام کو سُنا اور اس میں اس کی نسبت کی طرف توجہ ہوئی تو اس کے ذہن میں انکار پیدا ہو گیا۔ لہٰذا ابو جہل کو اس کلام کا تصور تو تھا، تصدیق نہ تھی۔

اور شک کی مثال کسی بھی نسبت میں تردّد سے بیان کی جاسکتی ہے اور وہم کی مثال، مثلاً زید ذہب میں زید کے ذہن میں نسبت سلبی مرجوح ہو تو اس کا ادراک اور علم تصور ہوگا۔ اور نسبت ایجابی کا ادراک تصدیق اور ظن ہوگا۔

اور تصدیق کے سات قسم ہیں۔ (۱) ظن۔ (۲) تقلید مخطی۔ (۳) جہل مرکب۔ (۴) تقلید مصیب۔ (۵) علم الیقین۔ (۶) عین الیقین۔ (۷) حق الیقین۔

● استاذ العلماء سیّدی استاذی عطاء محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ طلباء کو دورانِ تدریس یقین کی مذکورہ تین اقسام کی یہ مثال دیا کرتے تھے۔ مثلاً کسی شخص نے دوسرے آدمی کو خبر دی کہ

فُلاں جگہ آگ لگی ہوئی ہے اور آدمی نے دُور سے دیکھا تو دُور سے صرف دُھواں نظر آرہا تھا، ناظر کو خبر سے آگ کے وجود کا علم الیقین حاصل ہو جائے گا، کیونکہ دھواں آگ کی دلیل ہے اور دلائل سے حاصل ہونے والا علم، علم الیقین ہوتا ہے۔ پھر اس شخص نے جا کر آنکھوں سے آگ کو دیکھا تو اب اس کو عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ پھر اسی شخص کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا جسم جھُلس گیا تو اب اس شخص کو موجود آگ کا حق الیقین حاصل ہو جائے گا۔

● اسی مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے قرآن مجید میں اطمینانِ قلب سوال کرنے کی وجہ سمجھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ مجھے دِکھادے کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**اَوَلَمْ تُؤمِنْ؟**'' کیا اس پر تیرا ایمان نہیں ہے؟۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، کیوں نہیں میرا ایمان ہے کہ تو مُردوں کو زندہ کرسکتا ہے، لیکن اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، چار پرندے پکڑو، ذبح کر کے ان کا گوشت قیمہ کر کے مکس کر و اور پہاڑ کی چوٹی پر رکھو، اور ہر پرندہ کو بلاؤ، ہر پرندہ زندہ ہو کر دوڑتا ہوا آئے گا۔ فرمایا ''**ثم ادعُهن يأتينك سعياً**'' پھر اُن کو بلاؤ، آئیں گے تمہارے پاس دوڑتے ہوئے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور ویسا ہی ہوا۔ احیاءِ موتی پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے علم الیقین تو تھا، کیونکہ احیاءِ موتی کی قدرت پر یقین ایمان ہے اگر یقین نہیں تو یہ کفر ہے، اس لئے آپؑ کو یقین تو تھا لیکن آپؑ نے عین الیقین حاصل کرنے کے لئے عرض کیا تھا کہ ''**لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ**'' اور اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو زندہ کر کے عین الیقین عطا فرما دیا۔

پھر سب تصدیقات اور آخر چار تصورات جن میں نسبت ہوتی ہے، کے گیارہ اقسام ایجابی

ہوں گے یا سلبی، تو کُل بائیس قسم ہوئے اور چار پہلے تصورات کو ملائیں تو علم کی کُل چھبیس قسم ہوئیں، پھر چھبیس قسمیں بدیہی یا نظری ہوں گی، اس طرح کُل باون (۵۲) اقسام ہوئیں۔

(ازافادات استاذ العلماء بندیالویؒ)

بدیہی، جن میں نظر وفکر کی ضرورت نہیں ہوتی اور نظری جو نظر اور فکر کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

(کتب منطق)

علماء کی اقسام:

ہر وہ شخص جس کو دینی علوم حاصل ہوں، عالم کہلاتا ہے۔ پھر علماء کی دو قسمیں ہیں، ایک علماء حق، اور دوسرے علماء سُوٗ۔ علماء سوٗ سے مراد وہ علماء ہیں جو دینی علوم قرآن، حدیث اور فقہ کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں اور بدکردار ہوں۔ پھر علماء سوٗ کی متعدد قسمیں ہیں۔

● علماء سوٗ کی پہلی قسم جو کہ اُن علماء سوٗ کا بدترین فرقہ کہلاتا ہے، وہ علماء ہیں جو باطل عقائد رکھتے ہوں اور لوگوں کو عقائد باطلہ کی دعوت دیں۔ اور قرآن وحدیث کی غلط تاویلات اس لئے کریں تا کہ قرآن وحدیث کے ذریعہ دنیا حاصل کریں۔ جس طرح آج موجودہ دَور میں گستاخانِ رسول ﷺ اور گستاخانِ صحابۂ کرامؓ اور منکرین حدیث پرویزی علماء وغیرہم ہیں۔ ان میں سے اکثر علماء ایمان سے خارج ہوتے ہیں اور دعوت اور تبلیغ میں شدت اور فساد کرانے کی وجہ سے علماء مفسدین بھی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے پناہ عطا فرمائے۔

● علماء سوٗ کی دوسری قسم ان علماء کی ہے جو الحمد اللہ عقائد حقہ اہلسنت والجماعت کے حامل ہوتے ہیں مگر بداخلاق اور بدعملی اور بدکردار ہونے کی وجہ سے اس فرقہ کے علماء، علماء سوٗ کہلاتے ہیں۔ ترکِ صلوٰۃ اور ترکِ صوم اور ترکِ زکوٰۃ کے علاوہ بے شمار منہیات کے ارتکاب میں شہرت رکھتے ہیں۔ پھر ان علماء اہلسنت میں وہ علماء زیادہ ضرررساں ہوتے ہیں

جوشرارتی اور فساد پسند ہوتے ہیں اور قصداً شرارت اور فساد کرا کے گروپ بندی میں لگے رہتے ہیں۔ **اعاذنا اللّٰہ من شرورھم۔**

● وہ علماء حقہ جو دینی علوم کے مطابق عمل کر کے ان علوم کو آخرت کے لئے ذریعہ بناتے ہیں ایسے علماء کے بھی دو گروہ ہوتے ہیں۔ایک علماء شریعت اور دوسرے علماء طریقت۔ ان دونوں قسم کے علماء کی ایک ہی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ لوگوں کو دین متین کی تبلیغ کریں۔لیکن ہر ایک گروپ کی تبلیغ اور ہدایت کرنے کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔مگر اجر او رثواب میں دونوں برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ علماء شریعت کو ثواب زیادہ ملے گا۔

● علماء طریقت کو زندگی میں فقراء اور صوفی اور وفات کے بعد اولیاء اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علماء طریقت عموماً اپنے آستانوں پر بیٹھ کر لوگوں کو دین کی تبلیغ کرتے ہیں اور لوگوں کو مختلف طریقوں سے گناہوں سے باز رکھنے اور مذموم صفات سے تزکیہ اور نجات دلانے کے لئے ریاضتیں اور روحانی اوراد اور وظائف بتاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے روحانی نائب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو روحانی کشف اور کرامتوں کے اظہار کی قدرت بھی عطا فرماتا ہے، جس کے ذریعہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ لوگ شرعی احکام کے سخت پابند ہوتے ہیں۔ان کو علماء آخرت بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کا ہر عمل آخرت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ لوگ تدریس و تعلیم اور تبلیغ اور افتاء اور قضاء وغیرہا کے مروجہ طریقوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

● اور علماء شریعت وعظ و نصیحت کے علاوہ تدریس و تعلیم اور افتاء اور قضاء اور امامت اور خطابت کے ذریعہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء شریعت سے ظاہری دین کی خدمت لینا ہوتی ہے، اس لئے ان کے ہاتھوں پر کرامتوں کا ظہور اور کشف قلوب اور کشف قبور جیسے امور کا ظہور نہیں ہوتا۔ اگر ان علماء کے ہاتھوں پر بھی کرامتوں کا ظہور

ہونے لگے تو وہ تدریس تعلیم اور مجالس میں وعظ و نصیحت اور امامت اور خطابت اور قضاء اور امارت چھوڑ دیں، ظاہر شریعت کا کام بند ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ایسے لوگوں کو پڑھنے اور پڑھانے کے اعمال میں لگا دیتا ہے لیکن ثواب اور مرتبہ میں علماء شریعت، علماء طریقت سے کم نہیں ہوتے۔ مثلاً سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کا مرتبہ اور ثواب سیّدی حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر الگیلانی ؒ سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا استاذیم عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ اجر اور ثواب اور مرتبہ میں اپنے دور کے علماء طریقت سیال شریف اور سواگ شریف اور تونسہ شریف کے بزرگوں سے کم نہیں تھے۔ کیونکہ علماء شریعت بھی انبیاء عظام علیہم السلام کے نائب ہوتے ہیں اور انبیاء کی شریعت کے امین اور مبلغ ہوتے ہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث میں علماء شریعت ہی کی فضیلت کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ حضرات انبیاء عظام علیہم السلام کی وراثت علم ظاہر اور علم باطن دونوں ہوتے ہیں جن کے امین علماء شریعت اور علماء طریقت ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں فرق کرنا اور علماء شریعت کو کم درجہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

- حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں، طریقت شریعت کے تابع ہے، کیونکہ شریعت جب ملکہ اور عادت بن جائے تو طریقت کہلاتی ہے۔ پختہ اور مضبوط شریعت ہی طریقت ہے۔ طریقت شریعت سے الگ نہیں ہے۔ اور جو طریقت شریعت کے تابع نہیں، وہ زندیقیت ہے۔ آپ نے فرمایا:

”ظاہر را بظاہر شریعت و باطن را بباطن شریعت کہ عبارت از حقیقت است۔ متحلّی ومتزین دارند چہ حقیقت وطریقت عبارت از حقیقت شریعت است وطریقت آں حقیقت نہ آنکہ شریعت امر دیگر است وطریقت وحقیقت امر دیگر آں الحاد و زندقہ است۔“

(ص:۳۰/۲۔ مکتوب:۵۷)

(ترجمہ) ''علماء ظاہر کو شریعت کے ظاہر کے ساتھ اور باطن کو شریعت کے باطن کے ساتھ، جبکہ شریعت کا باطن ہی حقیقت سے عبارت ہے، سے متزین اور خوبصورت رکھتے ہیں۔ کیونکہ طریقت اور حقیقت، شریعت کی حقیقت سے عبارت ہے اور شریعت کی حقیقت ہی طریقت ہے نہ یہ کہ شریعت الگ امر ہے اور طریقت اور حقیقت الگ امر۔ کیونکہ یہ فرق کرنا الحاد اور زندیقیت ہے۔''

● ایک جگہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''طریقت و شریعت عین یکدیگر اند سر موئے از مخالفت درمیان ایشاں واقع نیست فرق اجمال و تفصیل است و استدلال و کشف ہر چہ مخالف شریعت است مردود است کل حقیقۃٍ ردّتہ الشریعت فہو زندقہ۔'' (ص:۲/۹۔مکتوب:۴۳)

(ترجمہ) ''طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں، بال کے سر برابر بھی ان میں مخالفت واقع نہیں۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ (یعنی شریعت اجمال اور استدلال ہے اور طریقت تفصیل اور کشف ہے) ہر وہ چیز جو شریعت کے مخالف ہے مردود ہے اور ہر حقیقت جس کو شریعت ردّ کرے پس زندقہ اور بے دینی ہے۔''

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''درمیان علماء و ایں بزرگواراں ہمیں قدر تفاوت است کہ علماء استدلالاً و علماً میدانند و ایشاں کشفاً و ذوقاً مے یابند و ایّ دلیل علی صحت حالہم ادل من ہذہ المطابقۃ۔''

(ص:۱/۲۹۔مکتوبات:۱۳۰۔ درالمعرفت)

(ترجمہ) ''علماء اور ان بزرگوں (صوفیاء) کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ علماء استدلال اور علم سے معلومات جانتے ہیں اور صوفیاء ان کو کشف اور ذوق سے پا لیتے ہیں۔ اور صوفیاء کے حال کی صحت پر کون سی دلیل دونوں کی مطابقت سے زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔''

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ومحبت بعلماء وطلباءِ علوم بسیار پیدا شدہ است روش ایشاں خوش مے آید وآرزو دارد کہ درجرگہ اینہا باشد وتلویح راازمقدمات اربعہ بطالب علمی مباحثہ مے کندو ہدایہ فقہ نیز مذکور مے شود۔'' (ص:۱/۱۷۱۔مکتوب:۸)

(ترجمہ)''علماء اور طالب علموں کی محبت مجھے بہت ہو رہی ہے، ان کی روش اور طریقہ اچھا لگ رہا ہے۔ بندہ آرزو رکھتا ہے کہ ان کی جماعت میں شامل ہو جائے اور توضیح تلویح (اصول فقہ کی کتاب) سے مقدمات اربعہ کا کسی طالب علم کے ساتھ مباحثہ کرے اور فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ بھی دوبارہ مذکور ہو جائے۔''

● میرے نزدیک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ہی صحیح صوفی اور صحیح عالم ہیں۔ آپ میں علم اور عمل اور صوفی ہونا اور عالم ہونا متوازن ہے۔ ورنہ بعض صوفیاء علماء شریعت پر تنقید کرتے ہیں اور انہیں حقیر سمجھتے ہیں اور بعض علماء صوفیاء کو جاہل اور متکبر سمجھتے ہیں۔ دونوں کا رویہ صحیح نہیں ہے۔

لہٰذا علماء شریعت اور علماء طریقت میں فرق صرف حالت تلوین اور تمکین اور حال اور مقام کا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں،''اصل تو شریعت ہی ہے اور قیامت میں شریعت ہی کا سوال ہوگا، طریقت کا نہیں ہوگا۔''

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے معلوم ہوا کہ علماء حقہ کے دونوں گروہ علماء شریعت اور علماء طریقت، علماء آخرت اور اولیاء اللہ ہیں۔ اگر علماء شریعت تدریس اور افتاء اور امامت اور قضاء، آخرت اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں، دنیا کے حصول کے لئے نہیں کرتے تو وہ بھی علماء آخرت ہیں۔ اور وہ علماء اور صوفیاء جن کا مقصد دنیا حاصل کرنا ہو، طریقت کے لباس میں کریں یا شریعت کے لباس میں کریں، وہ

علماء اور صوفیاء علماء دنیا اور علماء سُوء ہیں۔ طریقت کا لباس پہننے والے بھی صوفیاء سُوء ہو سکتے ہیں۔ جس طرح شریعت کا لباس پہننے والے علماء سُوء ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ دور کے بعض مشائخ کا علماء شریعت کو حقیر جاننا مناسب نہیں ہے۔ ایک متقی اور پرہیز گار عالم جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہزاروں لوگوں کو زندگی بھر نماز پڑھاتا ہے مگر اس کے ہاتھ سے کسی کرامت کا ظہور نہیں ہوتا، وہ اس عالم اور صوفی سے ثواب اور مرتبہ میں کم نہیں ہے جو صاحبِ کرامات تو ہے لیکن اس نے کبھی امامت اور خطابت نہیں فرمائی۔ اسی طرح وہ متقی عالم جو ساری زندگی قرآن وحدیث اور فقہ یا علوم دینیہ کے مبادی اپنی آخرت اور رضائے الٰہی کے لئے پڑھاتا ہے وہ اصحاب کرامت اولیاء سے کم نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھی ولی ہے۔ اسی وجہ سے میں اپنے درج ذیل استاذوں کو اولیاء کرام کے مرتبہ سے کم نہیں سمجھتا۔ میں نے جن علماء کے حضور زانوئے تلمذ بچھائے، وہ یہ ہیں۔ مثلاً :

(۱) حضرت مولانا استاذیم شیخ محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مقیم واڑہ سیٹھراں از مضافات کروڑ لعل عیسیٰ۔ (۲) حضرت مولانا استاذیم فیض محمد صاحب گجوی رحمۃ اللہ علیہ، بھکر۔ (۳) حضرت مولانا استاذیم عطاء محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) حضرت مولانا استاذیم محمد عبدالعزیز صاحب زید لطفہٗ، مدرس انوار العلوم، ملتان۔ (۵) حضرت مولانا استاذیم عبدالحکیم صاحب زید مجدہٗ۔ مدرس انوار العلوم، ملتان۔ (۶) حضرت مولانا استاذیم غلام محمد صاحب زید تقواہٗ۔ مدرس قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ (۷) حضرت مولانا استاذیم محمد اشرف صاحب سیالوی، زید مجدہٗ۔ سرگودھا۔

ہماری بدنصیبی ہے کہ بعض صوفیاء علماء شریعت کو نہایت کم مرتبہ اور علماء سوٗ سمجھتے ہیں اور بعض عوام کے ذہن میں بھی یہی بات ہے کہ اولیاء صرف صوفیاء ہی ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

● چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمچنانکہ خلاصی خلائق وابستہ بوجود علماء است خسران عالم نیز بایشاں مربوط است بہترین علماء بہترین عالم است و بدترین ایشاں بدترین خلائق۔ ہدایت واضلال را بایشاں مربوط ساختہ اند۔'' (ص:۲/۲۶۔مکتوب:۵۳)

(ترجمہ) ''چنانچہ مخلوق کی نجات علماء کے وجود کے ساتھ وابستہ ہے اور مخلوق کا خسارہ بھی ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ علماء میں سے بہترین عالم پورے عالَم میں بہتر ہے اور بدترین عالم بدترین مخلوق ہے۔ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا ان علماء کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔''

● حضرت مجدد فرماتے ہیں:

''پس طریقت وحقیقت خادم شریعت اند در تکمیل جزو او کہ اخلاص است حقیقت کار ایں است اما فہم ہر کس اینجا نرسد اکثر علماء بخواب وخیال آرمیدہ اند و بجوز و مویز اکتفاء نمودہ انداز کمالات شریعت چہ دانند و بہ حقیقت طریقت وحقیقت چہ وارسند شریعت را پوست خیال مے کنند وحقیقت را مغز مے دانند نمیدانند کہ حقیقت معاملہ چیست بہ ترہات صوفیہ مغرور اند و بہ احوال ومقامات مفتون **هداهم الله سواء الطريق و السلام علينا و على عباد الله الصالحين**۔'' (ص:۱/۱۰۴۔مکتوب:۴۰)

(ترجمہ) ''پس طریقت اور حقیقت شریعت کی تیسری جزء اخلاص کے حصول اور تکمیل میں شریعت کے لئے خادم ہیں۔ حقیقت یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم اس جگہ نہیں پہنچتا۔ اکثر علماء خواب اور خیال میں رہتے ہیں اور اخروٹ اور کشمش پر اکتفاء کرتے ہیں۔ شریعت کے کمالات وہ کیا جانیں اور طریقت اور حقیقت کی حقیقت کیا ہے وہ کیا جانیں؟ شریعت کو پوست اور چھلکا خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ درحقیقت معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ غیر حقیقی جاہلانہ باتوں میں مغرور ہیں۔ اور احوال اور مقامات کی

اصطلاحوں میں مفتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور سلام ہو ہمارے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے صالحین عباد پر۔"

● ایک جگہ فرماتے ہیں:

"باطن متمم ظاہر است ومکمل آں سرموی با یکدیگر مخالفت ندارد مثلاً دروغ بزبان ناگفتن شریعت است واز دل نفی خاطر کذب نمودن طریقت وحقیقت است اگر ایں نفی بتکلف و تعمل است طریقت است و اگر بے تکلف میسر است حقیقت پس فی الحقیقت باطن کہ طریقت وحقیقت است متمم ومکمل ظاہر آمد کہ شریعت است۔"

(مکتوب: ۴۱۔دفتر، اوّل۔حصّہ دوم)

(ترجمہ) "باطن ظاہر کے لئے متمم اور مکمل ہے بال کے سر کے برابر بھی باطن اور ظاہر ایک دوسرے کے مخالفت نہیں رکھتے مثلاً زبان کے ساتھ جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کے خطرہ کی نفی کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر یہ نفی تکلف اور تعمل کے ساتھ ہے تو یہ طریقت ہے اور اگر بغیر تکلف میسر ہے تو یہ حقیقت ہے۔ پس حقیقت میں باطن جو کہ طریقت اور حقیقت ہے ظاہر کی تکمیل اور تتمیم کے لئے ہے اور ظاہر شریعت ہے۔"

● حیرت ہے کہ بعض صوفیاء کرام حقیقت اور طریقت اور معرفت کی غلط تشریح اور تبیین سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہ کہ شریعت نعوذ باللہ ایک چھلکے کی طرح ہے اور طریقت اور حقیقت مغز ہے۔ اور شریعت اور طریقت میں تباین ہے لہٰذا یہ جاہل صوفی علماء شریعت کی تحقیر اور تذلیل بھی کرتے ہیں۔ ایک سرائیکی واعظ فرمایا کرتے تھے، 'ملا نہ کہیں کار دے۔ شیوے نہ جانڑ یار دے۔ ڈھبئے کنڈ دے بھر ونج تھیہ دڑ ین'۔ یعنی علماء شریعت کسی کام کے نہیں انہیں محبوب کے طریقوں اور نازوں اور نخروں کا علم نہیں ہوتا۔ پشت پر دبک ہو کر گر جاتے ہیں اور راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔

قارئین! صوفیوں کی غلط فہمیوں کا اندازہ کریں۔ حالانکہ شریعت اصل ہے اور اصطلاحی طریقت اور حقیقت شریعت کے بعد اور اس کے تابع ہیں۔ اگر شریعت کی نفی فرض کرلی جائے تو طریقت اور حقیقت کا وجود کہاں ہوگا۔ اسی لئے حضرت مجدد نے جہلاء صوفیاء کا ردّ فرمایا کہ شریعت اور طریقت اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا طریقت سے نہیں پوچھا جائے گا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام شریعت کے احکام کی تبلیغ کے لئے تشریف لائے اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی تبلیغ فرمائی۔ لہٰذا علم اور عمل دونوں شریعت ہیں۔

معلوم ہوا علماء شریعت بھی اولیاء اللہ ہوے ہیں مگر حکمت کے تحت عوام کو اُن سے دور رکھا جاتا ہے تاکہ مدارس میں بیٹھ کر یہ علماء افتاء، تصنیف اور تدریس کرسکیں۔ اور مجالس اور اجتماعات میں وعظ ونصیحت اور مساجد میں امامت اور خطابت کرسکیں۔ اور حکومتی عہدوں پر فائز ہوکر قضاء اور شرعی فیصلوں سے لوگوں تک انصاف پہنچاسکیں۔ چنانچہ امام محمدؒ نے حلال اور حرام کے دو لاکھ مسئلے تحریر فرمائے اور امام ابو یوسفؒ نے قضاء کے منصب پر ہزاروں شرعی فیصلے کئے۔ اگر امام محمدؒ فقہ کی تصنیف نہ فرماتے اور امام ابو یوسفؒ قضاء کا منصب قبول نہ کرتے تو عوام اور خواص کے مسائل حل نہ ہو پاتے۔ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ بحمدہٖ تعالیٰ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ بلکہ علماء شریعت اس لحاظ سے بعض صادق صوفیوں سے بھی درجات میں بلند نظر آتے ہیں، جو خود کو صوفیوں سے مرتبہ میں کم تر سمجھتے ہیں جبکہ صوفی خود کو علماء سے بہتر سمجھتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ علماء شریعت تو صوفیاء کے پاس حاضری کو شرف سمجھتے ہیں لیکن صوفیاء علماء کے پاس جانے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ **ھداھم اللّٰہ تعالیٰ** (اللہ تعالیٰ صوفیوں کو عقل عطا فرمائے)

- حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

’’در تقدیم طالب علماں بر صوفیاں ترویج شریعت است حاملاں شریعت ایشانند وملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات بایشان برپا است فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید از تصوف نخواہند پرسید دخول جنت وتجنب از نار وابستہ بایشان شریعت است انبیاء صلوات اللہ وتسلیما علیہم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند ومدار نجات برآں ماندہ ومقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت واحیاء حکمی از احکام آں علی الخصوص زمانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند۔ کرور ہا در راہ خدائی عزوجل وعلا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شریعت را رواج دادن۔‘‘ (مکتوب: ۴۸۔ ص: ۲۱۔ حصہ دوم از دفتر اوّل)

(ترجمہ) ’’صوفیوں پر طالب علموں کو فضیلت میں ترجیح شریعت کی ترویج کی وجہ سے ہیں۔ شریعت کے حامل طالب علم ہیں اور ملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات ان طالب علموں کی وجہ سے قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کے متعلق سوال ہوگا، تصوف کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔ جنت میں دخول اور جہنم سے نجات شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ انبیاء کرام صلوات اللہ وتسلیمات علیہم جو کہ ساری کائنات میں بہترین لوگ ہیں انہوں نے شریعت کی دعوت دی ہے اور نجات کا مدار اس شریعت پر ہے اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے مقصود شریعت کی تبلیغ ہے۔ پس بزرگ ترین خیر کا عمل شریعت کی ترویج اور شریعت کے احکام سے کسی حکم کا احیاء ہے۔ خصوصاً جس زمانہ میں اسلامی شعائر کو منہدم کر دیا گیا ہو۔ کروڑوں روپے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا مسائل شریعت میں سے ایک مسئلہ کی ترویج کے برابر نہیں ہے۔‘‘

◀ تنبیہ : علماء شریعت سے مراد وہ علماء حق ہیں جو علم دین اور آخرت کے اعمال کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے اور علم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اصحاب تقویٰ ہیں۔

جملہ منہیات سے دُور رہتے ہیں۔ اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کر لیتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**كُلُّكُمْ خَطَّاؤُوْنَ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ**'' (ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سارے خطا کار ہو اور خطا کاروں سے بہتر وہ خطا کار ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ**'' (مشکواۃ باب التوبۃ) (ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس مومن آدمی سے محبت فرماتا ہے جو گناہوں کے امتحانات میں مبتلا کیا گیا ہے مگر بار بار توبہ کرنے والا ہے۔) یقیناً ایسے علماء شریعت اور علماء طریقت میں صرف طریق کار کا فرق ہے۔ ایسے علماء شریعت بہت کم ہیں مگر صاحب روح البیان فرماتے ہیں: ''**كل من له حظ من علم القرآن ظاهراً او باطناً فهو وارث النبى صلى الله عليه و سلم بقدر حاله و الحاكم هو عالم امر الله لا الجاهل**'' (سورۃ انعام، آیت ۱۱۶ کے تحت) (ترجمہ: ہر وہ شخص جسے قرآن کے علوم سے ایک حصہ عطا ہوا ہے قرآن کے ظاہر یا باطن سے، پس وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حال کے قدر کے مطابق وارث ہے اور حاکم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا عالم ہے نہ جاہل)

پھر فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''**من افتى الناس بغير علم لعنته ملائكة السماء و الارض**'' (ترجمہ: جس شخص نے بغیر علم کے فتوی دیا اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔)

- **حکایت:** حضرت علی بلخی کی بیٹی نے اپنے باپ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر قئی ہو جائے اور حلق تک آ جائے تو وضو باقی رہتا ہے یا فاسد ہو جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وضو فاسد

ہوجاتا ہے۔مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اے علی! حتی کہ منہ بھرقئی آئے۔حضرت علی بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہوا فتاویٰ جناب رسول اللہ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں میں نے قسم اٹھالی کہ آئندہ فتویٰ نہیں دوں گا۔حضرت علی بلخی صوفیاء کرام سے تھے۔علم ظاہری میں انہیں ملکہ حاصل نہیں تھا اس لئے ایک فتویٰ کے بعدانہوں نے فتویٰ نہ دینے کا عہد کرلیا۔معلوم ہوا علمِ ظاہر کی اپنی ایک شان اور فضیلت ہے۔

● **حکایت:** امام شعبی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا،آپ نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔ آپ سے کہا گیا: آپ کو شرم نہیں آتی حالانکہ آپ عراقیوں سے فقیہہ ہیں (اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے)۔آپ نے جواب دیا: میں اس امر سے کیوں حیاء اور شرم کروں جس امر سے فرشتوں نے حیاء اور شرم نہیں کیا تھا اور کہہ دیا تھا ”**لا علم لنا الا ما علمتنا**“ (بقرہ:۳۲) (ترجمہ: ہمیں علم نہیں ہے مگر وہ جو تو نے عطا فرمایا)۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں: عوام کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے شہر کے بڑے عالم ظاہر سے ظاہری احکام کا فتویٰ طلب کریں اور خواص پر واجب ہے کہ وہ احوالِ باطنیہ میں عارف سے مسئلہ پوچھیں۔

عارف باللہ اگرچہ اُمی اوران پڑھ ہوگا اور علماء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوگا مگر اسے الہامی علوم حاصل ہوں گے اور ان علوم کی مدد سے باطنی احوال کے مسائل کا جواب دے سکے گا اور حق اور باطل میں امتیاز کرلے گا۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔اگر کسی جاہل کو ولی بنانا ہوتا ہے تو پہلے اس کو علم عطا فرماتا ہے۔(روح البیان ص:۹۴/۳،بیروت)

● اس عبارت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ علم جس کے ساتھ تقویٰ ہو وہ علم انبیاء کی

وراثت ہے اور ہر عالم اپنے تقویٰ کی مقدار کی مناسبت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث ہوگا۔ کم تر صاحبِ تقویٰ کم تر وارث ہوگا مگر وراثت کی فضیلت اسے ضرور حاصل ہوگی۔ لہٰذا کسی گنہگار عالم کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ (رفیق حسنی)

● حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''دین دار خود اقل قلیل اند کہ از حب جاہ و ریاست گزشتہ باشند و مطلبی غیر از ترویج شریعت و تائید ملت نداشتہ باشند۔''

(ترجمہ) ''دین دار علماء بہت قلیل ہیں جو مناصب اور حاکم بننے کی محبت سے خالی ہوں اور ترویج شریعت اور تائید ملت کے علاوہ اور کوئی مطلب نہ رکھتے ہوں۔''

● پھر اولیاء اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''پس اولیاء اللہ ہر چہ مے کنند برائے حق میکنند جل و علا نہ برائے نفس خود چہ نفس ایشاں فدائے حق شدہ است در حصول اخلاص ایشاں را تصحیح نیت در کار نیست نیت ایشاں بفناء فی اللہ و بقاء باللہ تصحیح یافتہ است مثلاً شخصے کہ گرفتار نفس خود است ہر چہ میکند برائے نفس خود میکند نیت کند یا نہ کند چوں ایں گرفتاری نفس زائل شود و گرفتاری حق جل و علاء بجائے آں نشیند ناچار ہر چہ کند برائے حق کند نیت دست دہد یا نہ دہد نیت در محتمل در کار است در متعین احتیاج بہ یقین نیست ''**ذالک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم**'' صاحب دوام اخلاص مخلص است بفتح لام و آنکہ دوام نہ دارد و کسب اخلاص مے نماید مخلص است بکسر لام شتان مابینہما و نفعیکہ از طریق صوفیاء بعلم و عمل مے رسد آنست کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی مے گردند و یسر تمام در ادائے اعمال پیدا مے شود و کسلی کہ از جانب نفس و شیطان بود زائل گردد (ع) ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد۔''

(ص:۳۶/۲۔مکتوب:۵۹)

(ترجمہ) ''پس اولیاء اللہ جو بھی کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اپنے نفس کے لئے نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کا نفس حق تعالیٰ پر فداء ہو چکا ہوتا ہے۔ انہیں اخلاص کے حصول کے لئے نیت کی تصحیح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کی وجہ سے صحیح ہونا پا چکی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے نفس کی گرفتاری اور قید میں ہے وہ جو عمل کرے گا اپنے نفس کے لئے کرے گا نیت کرے یا نہ کرے۔ جب یہ گرفتاری زائل ہوتی ہے اور اس کی جگہ حق جلیل اور عزیز کی گرفتاری لے لیتی ہے، تو لا چار وہ شخص جو عمل کرے گا حق کے لئے کرے گا، نیت ساتھ دے یا نہ دے۔ نیت کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جس محل میں شر کا احتمال ہو۔ متعین میں نیت کی احتیاج نہیں ہوتی۔'' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس آدمی کے لئے چاہتا ہے اس کو عطا فرماتا ہے اور اللہ عزوجل صاحب فضل عظیم ہے۔'' اخلاص کو دوام حاصل ہو تو وہ شخص مخلص (لام کی فتح کے ساتھ) ہے اور وہ شخص جو اخلاص کا دوام نہیں رکھتا اور اخلاص حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ مخلص (لام کی کسرہ کے ساتھ) ہے۔ ان دونوں کے درمیان کتنا بُعد ہے اور علم اور عمل کے ساتھ وہ نفع جو صوفیاء کے طریقوں سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال میں کامل آسانی میسر ہو جاتی ہے اور سستی اور کاہلی جو نفس اور شیطان کی جانب سے ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے۔

ع اب یہ کام دولت اور خزانہ ہے تا کہ کسی کو پہنچے

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اولیاء اللہ کی معرفت کے حوالہ سے پہچان لکھی ہے کہ اولیاء کرام کے ذہن وقلب پر اللہ کے تصور میں استغراق اور دل میں محبت اس طرح غالب آجاتی ہے کہ وہ جو کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور ان کے لئے اعمال صالحہ آسان ہو جاتے ہیں اور وہ شیطانی وسوسوں سے پیدا ہونے والی کاہلی سے پاک

ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی توفیق سے علماءِ شریعت اصحاب مناصب اور افتاء اور قضاء کی حالت بھی ایسی ہو سکتی ہے کہ ان کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔ لہٰذا اصحاب شریعت اور طریقت میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

● چونکہ علماءِ شریعت سے تعلیم اور تبلیغ اور تصنیف اور افتاء اور قضاء جیسے کام لئے جاتے ہیں، اس لئے دنیا میں انہیں عقیدت مندوں سے دُور رکھا جاتا ہے اور علماءِ طریقت تزکیہ اور باطن اور قلب کے تصفیہ کا کام لیا جاتا ہے اس لئے لوگوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دی جاتی ہے، اور ان کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے ہیں۔ دنیا میں ان کے آستانوں پر ہر وقت لوگوں کا اژدھام رہتا ہے۔ عجیب امر ہے کہ وفات کے بعد بھی علماءِ شریعت اور علماءِ طریقت کے مزارات کا یہی فرق قائم رہتا ہے۔ چنانچہ جب ہم بغداد شریف گئے تو علماءِ شریعت کے سردار حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مزار پر اتنا اژدہام نہیں ہوتا تھا، جتنا اژدہام سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہوتا تھا۔ یہی فرق سیدنا امام محمدؒ اور سیدنا امام ابو یوسفؒ کے مزارات اور سیدنا معروف کرخی اور سیدنا جنید بغدادی کے مزارات کا تھا۔ دنیا میں مدارس اور آستانوں میں عوام کے اجتماع کے فرق اور مزارات پر رونقوں اور لوگوں کے اجتماعات سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شاید علماءِ شریعت کی وہ شان اور مرتبہ نہیں جو علماءِ طریقت کا ہے۔ حالانکہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جتنا علمی اور دینی کام علماءِ شریعت نے کیا اتنا کام علماءِ طریقت نے نہیں کیا اور علماء کے آستانوں پر علماء کی کثرت ہوتی ہے جبکہ صوفیاء کے آستانوں پر عوام کی کثرت ہوتی ہے۔

● صرف فقہ حنفی کے حوالہ سے دیکھ لیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے بعد فقہاء کرام نے جو کام کیا اس کے ساتھ علماءِ طریقت کے کام کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ آج پندرھویں صدی ہجری تک احناف کے علماء کی تصنیفات

اور تعلیم وتدریس سے کروڑوں مسلمان استفادہ کررہے ہیں۔ جبکہ علماء طریقت کا کام تصفیہ اور تزکیہ نفس زیادہ تر ان کی اپنی زندگی میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ کام باقی نہیں ہوتا بلکہ ہر دور کے علماء طریقت بھی علماء شریعت سے پڑھتے رہے اور علماء شریعت کی تصنیف شدہ کتابوں سے استفادہ کرتے رہے۔ لہٰذا صوفیاء کے کام سے علماء کا کام زیادہ اور باقی رہنے والا ہے پھر بھی علماء کو اولیاء نہ سمجھا جائے تو نہایت بے انصافی ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کسی بڑے بزرگ کا قول ہے: ''اگر علماء اولیاء نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی ولی نہیں''

● درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ہمارے احناف کی کتب میں فقط نظر کرنا بغیر سماع تلفظ کے قیام لیل اور شب بیداری میں نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔ اور سارے قرآن کے یاد کرنے کی بجائے فقہ کا علم حاصل کرنا افضل ہے اور علم فقہ حسبِ ضرورت حاصل کرنا فرض عین ہے۔ مگر سارا قرآن یاد کرنا فرض نہیں ہے۔ بعض مفسرین کی تفسیر کے مطابق آیت ''وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا '' میں حکمت سے مراد علم الفقہ اور علم الفروع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی علم کو خیر کثیر فرمایا۔

(درمختار۔ ص:۱۲۲۔ جلد:۱۔ مکتبہ دارالباز)

● فتاویٰ شامیہ میں امام بیہقی اور دارقطنی سے روایت کردہ حدیث منقول ہے کہ رحمت عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَا عَبَدَاللّٰہُ بِشَیۡءٍ اَفۡضَلَ مِنۡ فِقۡہٍ وَ لَفَقِیۡہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ وَ لِکُلِّ شَیۡءٍ عِمَادٌ وَ عِمَادُ الدِّیۡنِ الۡفِقۡہُ ''

(سُنن کبریٰ۔ ۱/۱۰۲۔ اور، دارقطنی ۳/۷۹)

(ترجمہ) ''کسی شے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت فقہ پڑھنے کی عبادت سے افضل نہیں ہے اور بے شک ایک فقیہہ شیطان کے لئے ہزار عابد سے زیادہ شدید ہے۔ اور ہر شے کا ستون

ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔“

◄ غلط فہمی کا ازالہ :

دینی علوم حاصل کرنے والے بعض علماء کو یہ غلط فہمی رہی ہے کہ صرف علم کا حاصل ہونا باعثِ فضیلت ہے، تقویٰ اور گناہوں سے اجتناب نہ ہو بلکہ عبادات بھی نہ کی جائیں تو بھی عالم کے لئے کافی ہے۔ خصوصًا اکثر مقررین علماء نہایت بدعملی کے مرتکب ہوتے ہیں مگر تکبر اور غرور ابلیس سے بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ذکر کردہ حدیث سے مراد صرف فقہ کا فن سیکھنے والا مراد نہیں ہے کیونکہ صرف فقہ کے فن کا ماہر بےعمل اور فاسق عالم پر تو خود شیطان مسلّط ہے۔ صرف فنی فقیہہ شیطان کے لئے ہزار عابد سے کیسے اشد ہوسکتا ہے۔ لہٰذا حدیث شریف میں فقیہہ سے مراد وہ شخص ہے جو فقہ کے مطابق عمل کرتا ہے اور صاحب تقویٰ اور صاحب ورع ہے۔ کیونکہ علم فقہ وہ معتبر ہے جس کا ثمرہ تقویٰ اور ورع ہو اور جو اللہ تعالیٰ کے قُرب کا باعث ہو اور صرف فنی فقیہہ تو خود شیطان ہے، اس کا علم تو دنیا کے حصول کے لئے ہے۔

● احیاء العلوم سے شامی نے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے، ”**وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهَ**“ (البقرۃ۔۲۸۲)۔ ”اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں علم عطا فرمائے گا۔“ اور حدیث میں ہے، ”**مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ عَلَّمَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ**“ (ص:۱۲۲۔جلد:۱)۔ ”جس شخص نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو اُن اشیاء کا علم عطاء فرمائے گا جو وہ نہیں جانتا۔“ یعنی کسبی علم کے مطابق عمل کرنے سے ایسا علمِ وہبی عطا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور یقین کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس کو علم حقیقت اور طریقت کہا جاتا ہے۔

علماءِ سوء کی مذمت:

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''تدریس و افتاء وقتی نافع آید کہ خالصاً لوجہ اللہ سبحانہٗ باشد و از شائبہ حب جاہ و ریاست و حصول مال و رفعت خالی باشد (تا) علمائیکہ بایں بلاء مبتلا اند و بمحبت ایں دنیۃ گرفتار از علماء دنیا اند ایشانند علماء سوٗ وشرار مردم ولصوص دین و مال آں کہ ایشاں خودرا مقتدائی دین میدانند و بہترین خلائق ے انگارند ''وَ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ اَلَا اَنَّهُمۡ الۡکَاذِبُوۡنَ اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطَانُ فَاَنۡسَاهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ اُوۡلٰئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطَانِ اَلَا اَنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطَانِ هُمُ الۡخَاسِرُوۡنَ '' (سورۃ مجادلۃ)

(ترجمہ) ''دینی علوم کی تدریس اور افتاء اس وقت نافع ہوتے ہیں جب خالصتاً اللہ سبحانہٗ کی ذات کے لئے ہوں اور کسی منصب اور ریاست کی محبت کے شائبہ اور مال اور رِفعت کے حصول سے خالی ہوں (تا) اور وہ علماء جو اس بلاء میں مبتلا ہیں اور دنیا کمینی کی محبت میں گرفتار ہیں وہ علماء دنیا ہیں۔ یہی ہیں علماء سوٗ، اور لوگوں میں سے بدترین لوگ اور دین کے چور۔ حالانکہ ایسے علماء خود کو دین کا مقتداء اور پیشواء سمجھتے ہیں اور خلائق سے خود کو بہتر جانتے ہیں۔ ''وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی شے پر ہیں۔ خبردار! وہ جھوٹے ہیں پس ان پر شیطان غالب ہے آ گیا، پس ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلوا دیا۔ یہ شیطان کا گروہ ہے۔ خبردار! شیطان کا گروہ ہی خسارے والا ہے۔''

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مراد مذکورہ علماء سے وہ علماء ہیں جو حصول دنیا اور حصول جاہ اور اقتدار کی وجہ سے عقائد حقہ بھی ترک کر دیتے ہیں اور علم کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتے، بلکہ بدعقیدگی کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتے ہیں۔ جس طرح ہمارے دَور کے مرزائی علماء اور

حکومت کے حامی علماء ہیں۔جنہوں نے صرف اقتدار کے حصول کے لئے زنا کی حدود کے ختم کرنے میں بھی حکومت کا ساتھ دیا ہے،عریانی اور فحاشی کوقرآن وسنت کے خلاف نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ایسے لوگ اسلام سے خارج ہیں اور علماء سوء کی بدترین قسم ہیں۔اور چونکہ مذکورہ آیت کفار، یہود اور نصاریٰ کے حق میں ہے،اس لئے آیت کریمہ میں صاحبِ ایمان اور محبت علماء کتنے ہی گناہگار ہوں مراد نہیں ہو سکتے۔معلوم ہوا کہ عالم بدعقیدہ بے عمل جس پر شیطان مسلط ہے وہ جاہل عابد سے بھی فضیلت نہیں رکھتا، چہ جائیکہ وہ ہزار عابد سے افضل ہو۔(یاد رہے کہ بدعملی میں بڑا بدعمل وہ شخص ہے جو قرآن مجید میں بیان کردہ اعتقادات کا تارک ہے)اور آیت کریمہ میں وہی مراد ہے۔

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”علماء رامحبت دنیاو رغبت دراں کلف چہرہ جمال شان است خلائق راا گرچہ ازیشاں حصول فوائداست اماعلم شاں درحق ذاتہائے ایشاں نافع نیامد ہر چند تائید شریعت وتقویت ملت بر ایشاں مترتب است (تا) دررنگ سنگ پارس اند کہ مَس وآہن ہر چہ باو رسد زرگردد واو فی حد ذاتہ برحجریۃٔ خود است (تا) بلکہ گویم ایں علم در ذوات حق ایشاں مضرآمد کہ حجت را بر ایشاں تمام ساخت،”**اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمٍ**“ (تا) عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است واز تضلیل واغواء خاطر جمع ساختہ آں عزیز آنرا پرسید لعین گفت کہ علماء سوء ایں وقت دریں کار مامن خود مدد عظیم کردند ومرا ازیں مہم فارغ ساختند (تا) آرے علماء کہ از دنیا بے رغبت اند واز حب جاہ و ریاست و مال و رفعت آزاد از علماء آخرت اند ورثہ انبیاء اند علیہم الصلوٰت والتسلیمات و بہترین خلائق ایشانند کہ فردائے قیامت سیاہی ایشاں را بخون شہداء فی سبیل اللہ وزن خواہند کرد و پلہ ایں سیاہی خواہد چربید ونوم العلماء عبادۃ در شان ایشاں متحقق است

(تا)''رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ''

(دفتر-۱،ص:۹۴۔مکتوب:۳۳)

(ترجمہ)''علماء کے لئے دنیا کی محبت اور دنیا میں رغبت ان کے جمال کے چہرہ پر بدنما داغ ہے۔مخلوق کے لئے اگر چہ ان علماء سے فوائد کا حصول ہے مگر ان کا علم ان کی اپنی ذوات کے لئے نافع نہیں ہے۔جبکہ یہ ضرور ہے کہ شریعت کی تائید اور ملت کی تقویت ان علماء پر مترتب ہے۔(تا) ان علماء کی مثال پارس پتھر کی طرح ہے کہ تانبا اور لوہا جب پارس کے ساتھ چھو ہوتا ہے تو سونا بن جاتا ہے۔اور پارس فی حد ذاتہ پتھر رہتا ہے۔(تا) بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان علماء کی ذوات کے لئے مضر ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (علم عطا کرنے پر) ان پر حجت تام فرمادی۔حدیث شریف میں ہے''لوگوں میں سے قیامت کے روز اشد عذاب والا وہ عالم ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں اُٹھانے دیا۔''(شاید نفع سے مراد مطلق نفع کی نفی ہے کہ علم کے باوجود عالم نے ایمانیات بھی حاصل نہیں کیں بلکہ کافر رہا۔ایسا شخص واقعی علم سے نفع اٹھانے سے محروم ہے۔اور اس پر اشد عذاب ہے اور اگر ایمانیات کا علم سے نفع اٹھایا، مگر اعمال صالحہ نہیں کر سکا تو ایسا عالم بالکل محروم نہیں اور اشد عذاب ایسے عالم کے لئے نہیں ہے، کیونکہ علم بھی عمل ہے، جیسے گذر چکا ہے)(محمد رفیق حسنی) ایک عزیز نے خواب میں شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہوا ہے اور اغواء اور تضلیل کے عمل سے مطمئن ہے۔خواب دیکھنے والے عزیز نے اس کا راز اور فلسفہ پوچھا تو لعین نے جواب دیا کہ علماء سوء اس وقت ہمارے کاموں میں میری عظیم مدد کر رہے ہیں اور مجھے اس مہم سے انہوں نے فارغ کر دیا ہے۔(تا) البتہ وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور مناصب اور ریاست اور مال اور رفعت کی محبت سے آزاد ہیں وہ علماء آخرت ہیں۔وہ ہی دراصل انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور بہترین خلائق ہیں۔کہ کل قیامت کے دن ان کی قلم سے

کتابت کی سیاہی اللہ کے راستے میں شہداء کے خون کے ساتھ وزن کی جائے گی تو اس سیاہی کا پلّہ بھاری ہو جائے گا۔ اور عالم کی نیند عبادت، ان کے حق میں متحقق ہے۔ (تا) ''یہ ایسے لوگ ہیں کہ انہیں تجارت اور بیع اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔'' (القرآن)

● دنیا اور دین میں فرق صرف نیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہر وہ عمل جو منہیات سے نہ ہو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے تو وہ دین ہے۔ اور اگر کوئی عمل اگرچہ وہ عمل مامورات اور عبادات سے ہو دنیا کے حاصل کرنے یا حکومت کے کسی عہدہ حاصل کرنے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے تو وہ دنیا ہے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے، وہ دنیا ہے اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے وہ دین ہے۔ مثلاً منہیات اور ممنوعات جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے، کا ارتکاب تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہو نہیں سکتا، ورنہ وہ منہی نہ ہوتا۔ سُود، رشوت، زنا، لواطت، ناحق قتل وغیرہا ہر صورت منہی عنہ ہیں۔ ان کا ارتکاب کرنے والے علماء ہر صورت علماء دنیا اور علماء سوٗ ہیں۔ مگر مباح اعمال اور مامورات کا ارتکاب دین کے لئے ہو، تو یہ دین ہے۔ اور دنیا کے حصول کے لئے ہو، تو دنیا ہے۔ مثلاً دینی علوم اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عمل کرنے کی غرض سے حاصل کئے جائیں تو یہ دین ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے لئے علوم دین استعمال کئے جائیں، تو یہ دنیا ہے۔ اسی طرح دنیاوی علوم حاصل کرنے سے غرض دین اور حلال روزی اور خدمت خلق مقصود ہو تو یہ دین ہے اور اگر محض دولت جمع کرنے کے لئے ہو تو یہ دنیا ہے۔ مسجد جانا اگر نماز کے لئے ہو تو دین ہے اور اگر فساد اور جوتے چوری کرنے کے لئے ہو تو یہ دنیا ہے۔ الغرض دین اور دنیا میں فرق نیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

● چنانچہ حضرت مجدد فرماتے ہیں:

''اے فرزند ہیچ میدانی کہ دنیا چیست آنچہ آں ترا از حق سبحانہ' وتعالیٰ باز دارد پس از زن و فرزند و مال و جاہ و ریاست ولہو ولعب و اشتغال بمالایعنی داخل دنیا است وعلومیکہ بآخرت کارنیامند ہم از دنیا اند(تا)اما اگر مقصود از خواندن اینہا غیر از معرفت احکام شرعیہ وتقویت ادلہ کلامیہ امرے دیگر نباشد والا لایجوز اصلا'' (ص: ۲/۵۵،مکتوب:۷۳)

(ترجمہ)اے فرزند! کیا جانتا ہے تو کہ دنیا کیا ہے۔وہ چیز جو تجھے حق تعالیٰ وسبحانہ' سے باز رکھے،وہ دنیا ہے۔پس بیوی اور اولاد اور مال اور جاہ اور ریاست اور لہو ولعب اور لایعنی اور غیر مقصودی امور میں اشتغال سب دنیا میں داخل ہیں۔اور وہ علوم جو آخرت کے کام نہیں آتے ،وہ بھی دنیا سے ہیں۔لیکن اگر ان کے پڑھنے سے مقصود احکام شریعت کی معرفت اور ادلہ کلامیہ کی تقویت کے علاوہ کوئی امر نہ ہوتو یہ جائز،ورنہ ان کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔''

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا سے مراد ہر وہ عمل یا فرد ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے باز رکھے۔اگر عمل یا فرد اللہ کی یاد سے باز نہ رکھے تو وہ دین ہے۔لہٰذا بیع اور تجارت اور فنی علوم اور مختلف پیشے مثلاً درزی کا پیشہ،ترکھان کا پیشہ،دھوبی کا پیشہ،قصاب کا پیشہ،بھی اس وقت دین ہو جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد سے باز نہ رکھیں۔اور اگر اولاد اور بیوی اور اصدقاء اور رفقاء اگر اللہ تعالیٰ کی یاد سے باز رکھیں،تو دنیا میں داخل ورنہ دین میں داخل ہیں۔اگر کسی عمل کی اساس رضاء الٰہی کی طلب نہ ہوتو وہ دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔

◄ شریعت علم،عمل اور اخلاص کا نام ہے :

بعض صوفیاء کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ صرف سالک کے علوم اور احوال کو ہی شریعت اور دین سمجھتے ہیں۔اور بعض علماء کو غلط فہمی ہوتی ہے،وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت فقط احکام شرعی کا نام ہے۔حالانکہ شریعت علم اور عمل اور اخلاص،تینوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

● چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شریعت راسہ جزءاست علم وعمل واخلاص تا این ہرسہ متحقق نشوند۔ شریعت متحقق نشود وچوں شریعت متحقق شد رضائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ حاصل گشت کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ واخرویہ آمد (تا) طریقت وحقیقت کہ صوفیہ بآں ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است پس مقصود از تحصیل ہر دو تکمیل شریعت است نہ امر دیگر ورائے شریعت احوال ومواجید وعلوم ومعارف کہ صوفیہ را در اثناءراہ دست مے دہند نہ از مقاصد اند بل اوہام وخیالات تربی بہا اطفال الطریقہ (تا) کوتاہ اندیشاں احوال ومواجید را از مقاصد مے شمر دند ومشاہدات وتجلیات را از مطالب مے انگارند لاجرم گرفتار زندان وہم وخیال میمانند واز کمالات شریعت محروم مے گردند ''كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ O اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَ يَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ''

(ص:۱/۹۸۔مکتوب:۳۶)

(ترجمہ) ''شریعت کے تین جزء ہیں۔علم اور عمل اوراخلاص۔ جب تک یہ تینوں متحقق نہیں ہوں گے، شریعت متحقق نہیں ہوگی اور جب شریعت متحقق ہوگی تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی، جو کہ تمام سعادات دینی اوراُخروی پرفوق ہے۔(تا) طریقت اور حقیقت جس کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہوتے ہیں، دونوں شریعت کے جزء ثالث اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں۔ پس مقصود طریقت اور حقیقت کی تحصیل سے شریعت کی تکمیل ہے، نہ کوئی دوسرا امر اور شریعت سے ہٹ کر احوال اور وجد اور علوم اور معارف جو صوفی کو سلوک کے راستہ میں حاصل ہوتے ہیں، مقاصد سے نہیں بلکہ اوہام اور خیالات میں ان کے ساتھ طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔(تا) کم عقل صوفیاء احوال اور مواجید کو مقاصد سے متجاوز کرتے ہیں اور مشاہدات اور تجلیات کو مطلوب اور مقصود سمجھتے ہیں۔ لامحالہ

صوفی لوگ خیال اور وہم کے قیدی ہو جاتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ’’مشرکین پر وہ چیز بڑی ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کے لئے جس شخص کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے اور جس شخص نے انابت اور ریاضیت کی اس کو اس چیز کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔‘‘ (القرآن)

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’مخدوما آدمی را از سہ چیز چارہ نیست تا نجات ابدی میسر گردد علم و عمل و اخلاص۔ علم دو قسم است، علمی است کہ مقصد از ان عمل است کہ علم فقہ متکفل آنست و علمی است کہ مقصود از اں مجرد اعتقاد و یقین قلبی است کہ در علم کلام بہ تفصیل ذکر یافتہ است بمقتضائے آرائے صائبہ اہل سنت والجماعت کہ فرقہ ناجیہ اند نجات بے اتباع ایں بزرگواراں متصور نیست و اگر سر مو مخالفت است خطر در خطر است ایں سخن بکشف صحیح و الہام صریح نیز بیقین پیوستہ است احتمال تخلف ندارد۔‘‘ (ص: ۳۳/۲۔ مکتوب: ۵۹)

(ترجمہ) ’’اے مخدوم آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں تا کہ ابدی نجات میسر ہو۔ علم اور عمل اور اخلاص۔ پھر علم کے دو قسم ہیں ایک علم وہ ہے جس سے مقصود عمل ہے جو کہ علم فقہ اس کا متکفل ہے اور ایک علم وہ ہے جس سے مقصود محض اعتقاد اور یقین قلبی ہے جو کہ علم کلام میں تفصیل کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی صائبہ آراء کے مطابق ذکر کیا گیا ہے۔ اہل سنت والجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے، ان بزرگواروں کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں ہو سکتی۔ اگر بال کے سر کے برابر بھی ان کی مخالفت ہوئی تو نہایت زیادہ خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح کے ساتھ بھی یقین تک پہنچی ہوئی ہے۔ تخلف کا احتمال نہیں ہے۔‘‘

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ شریعت صرف علم کا نام نہیں اور صرف عمل کا نام بھی نہیں، بلکہ علم اور عمل جب اخلاص کے ساتھ ہوں تو اُن کا نام شریعت ہے

◄ علماء اور صوفیاء کی سستی کا ذکر:

ایک درگاہ کے صالح سجادہ نشین حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب زیدت الطافہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے مجھے تہجد کی نماز پڑھتے اور دیگر وظائف پڑھتے دیکھ کر صبح ناشتہ کی مجلس میں فرمایا: میں نے ایک جید عالم سے سنا ہے کہ علماء کے لئے تہجد اور اشراق اور وظائف پڑھنا منع ہے۔ آپ کے ساتھ ہم نے ایک ضیافت میں موصوف عالم دین کے ساتھ رات بسر کی ہم تو تہجد کے نوافل کے لئے اٹھے مگر موصوف سوئے رہے۔ صبح ہم نے موصوف سے پوچھا حضرت آپ نہایت بڑے علماء کے تلامذہ سے ہیں آپ نے تہجد کی نماز نہیں پڑھی؟ موصوف نے جواب دیا کہ علماء کے لئے نفلی عبادات منع ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: آپ لوگوں کے لئے تہجد نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت! ساری کائنات کے بڑے عالم جناب رسول اللہ ﷺ تہجد کے نوافل پڑھتے تھے، آپ کے بعد صحابہ کرام تہجد کی نماز پڑھتے رہے، سب علماء ربانیین تہجد اور وظائف پڑھتے رہے اور پڑھتے ہیں اگر علماء کے لئے تہجد نہیں تو کس لئے یہ لوگ تہجد پڑھتے رہے؟ کیا وہ عالم نہیں تھے؟ میں نے عرض کیا دراصل آجکل علماء ضیافتوں میں پیٹ بھر کھانا کھا لیتے ہیں اور دیر سے سوتے ہیں جس کی وجہ سے رات کو اٹھ نہیں سکتے، تہجد تو نفلی نماز ہے مگر ایسے اللہ تعالیٰ سے بے خوف علماء اکثر اوقات صبح کی نماز بھی نہیں پڑھتے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا موصوف نے شاید جھوٹ بولا تھا تا کہ اس کی عظمت قائم رہے اور خواجہ صاحب نے اسے سچ اور حق سمجھا اور مطمئن ہو گئے۔ الحمد للہ اس فتنوں اور بد عملی کے دور میں خواجہ صاحب کا وجود غنیمت ہے۔ شب بیدار، صاحبِ تقویٰ، دین کا درد رکھنے والے اور مسلک اہل سنت کے لئے اخلاص کے ساتھ تعاون کرنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ **اللّٰھم متعنی ببر کاته** آمین.

● آج کل کے علماء بھی عوام کی طرح ضیافتوں میں پیٹ بھر کھانا کھا لیتے ہیں ان کے لئے تہجد کے لئے اٹھنا بلکہ صبح کی نماز با جماعت ادا کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔موجودہ دور کا المیہ ہے کہ رات بھر وعظ اور نعت کی محافل میں علماء اور نعت خواں اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، تقریباً رات کے آخری حصہ میں پیٹ بھر مرغن غذائیں کھا کر جب سوتے ہیں تو صبح کی جماعت تو درکنار صبح کی نماز بھی نصیب نہیں ہوتی، اور بے چارے سامعین کی نمازیں بھی قضاء ہو جاتی ہیں، جن کا وبال مذکورہ علماء اور نعت خوانوں اور انتظامیہ پر ہوگا اگر عالم تہجد اور اشراق اور چاشت اور اوّابین کے نوافل نہیں پڑھتا، صرف فرض نمازیں اور سنتیں ادا کرتا ہے، وہ عالم کاہل علماء سے ہے۔اور اگر بغیر عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو وہ عالم فاسق ہے اور اگر فرض نماز ہی نہیں پڑھتا تو وہ حقیقی عالم ہی نہیں۔کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی خشیت کا نام ہے اور اس میں خوفِ خدا نہیں۔قرآن مجید میں ہے:

''اِنَّمَا یَخشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ '' ۔(اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔)اور ربّانی علماء کا قول ہے، ''بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ یَخْشَی اللّٰهَ تَعَالیٰ '' (آدمی کے عالم ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔) ''وَبِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْجَهْلِ اَنْ یُعْجَبَ بِعَمَلِهٖ ''(کسی آدمی کے جاہل ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے اچھے اعمال کی وجہ سے عجب اور غرور میں پڑ جائے) یعنی اللہ سے ڈرنے والا عالم اور اپنے اعمال پر فخر کرنے والا جاہل ہے۔

◄ بلا عذر جماعت کا ترک گناہ ہے:

● حدیث شریف میں ہے کہ ''نماز با جماعت سے پیچھے رہنے والا منافق ہے۔'' (ہدایہ)

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک صحابی ایک دن صبح کی جماعت میں

شریک نہ ہوسکا، حضرت عمرؓ جب شہر تشریف لے گئے آپ اس صحابی کے گھر سے گذرے، گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج آپ کا آدمی جماعت میں شریک کیوں نہیں ہوا۔ گھر والوں نے جواب دیا، موصوف ساری رات نفل پڑھتا رہا صبح اس کی آنکھ لگ گئی جب بیدار ہوا تو جماعت ہو چکی تھی، اس نے گھر میں نماز پڑھ لی۔ آپ نے فرمایا کاش کہ وہ ساری رات نفل نہ پڑھتا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لیتا، یہ اس کے لئے بہتر تھا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے ایک پیر صاحب کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ پیر صاحب بغیر شرعی عذر کے اپنے مریدوں کے ساتھ اپنے آستانہ اور گھر پر نماز با جماعت پڑھ لیتا ہے، لیکن مسجد کی جماعت میں شریک نہیں ہوتا۔ حالانکہ مسجد اہل سنت والجماعت والوں کی ہے۔ کیا پیر صاحب کا یہ عمل صحیح ہے؟۔ تو آپ نے فرمایا، 'وہ شخص پیر نہیں دجال ہے، خود بھی تارک جماعت ہے اور متعدد مریدین کے تارکِ جماعت ہونے کا باعث ہے، وہ فاسق ہے، اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر اپنے گھروں میں بلا عذر جماعت جائز ہو تو مسجدیں ویران ہو جائیں۔ جس نماز با جماعت کے لئے مؤذن بُلاتا ہے اس جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے، نہ کہ اپنے گھر میں جماعت میں۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ شدید مرض کے وقت بھی آپ مسجد میں آکر جماعت میں شرکت فرماتے تھے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ کو بلا کر گھر میں بھی جماعت کرا سکتے تھے۔ (ملخص از: فتاویٰ رضویہ)

معلوم ہوا وہ علماء اور مشائخ جو بلا عذر جماعت کے تارک ہیں، دجال اور منافق ہیں، اور جو علماء اور مشائخ پانچ وقت کی نماز بھی نہیں پڑھتے وہ دجال سے بھی بُرے ہیں۔ یاد رہے کہ رات دو بجے تک محافل نعت اور ذکر کے لئے جاگنا شرعی عذر نہیں ہے، جس کی وجہ

سے جماعت کا ترک جائز ہو۔ صحابہ کرامؓ حالت جنگ میں بھی نماز با جماعت ادا فرماتے تھے، کیونکہ قرآن مجید میں حالت جنگ اور خوف میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ مذکور ہے مگر ترک کی اجازت نہیں ہے۔ جب حالت جنگ میں جماعت کے ترک کی اجازت نہیں ہے، تو پھر محافل نعت اور وعظ کی وجہ سے صبح کی جماعت کا ترک کس طرح جائز ہے؟۔

موجودہ دور میں تنزلی اور انحطاط کا یہ حال ہے کہ علماء اور نام نہاد مشائخ رات بھر جلسوں اور نعت کی محافل میں شریک ہوتے ہیں، لیکن صبح کی نماز کے لئے انہیں اُٹھنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی، اور اگر اٹھ جائیں تو گھر میں ہلکی پھلکی نماز پڑھ لیں گے لیکن جماعت چھوڑ دیں گے۔ بعض علماء میٹنگوں اور مناظروں اور مباحثوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کو اہمیت نہیں دیتے، اور اپنی میٹنگ اور مباحثہ جاری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

لہٰذا ہماری گفتگو ان علماء شریعت کے متعلق ہے جو صاحب تقویٰ اور صاحب ورع پرہیز گار ہوں، جن کی نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ ہوتی ہو۔

● حکایت ہے کہ ہندوستان کے معروف شیخ طریقت حضرت بختیار کاکیؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کی کبھی جماعت میں تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہوئی ہو اور اس کی عصر اور عشاء کی سنن غیر مؤکدہ بھی نہ فوت ہوئی ہوں اور اس نے کبھی زنا بھی نہ کیا ہو۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد حسبِ وصیت اعلان ہوا کہ ایسا شخص جنازہ کی نماز پڑھائے جس کی کبھی تکبیر اولیٰ بھی جماعت کے ساتھ فوت نہ ہوئی ہو اور عصر اور عشاء کی غیر مؤکدّہ سنتیں بھی قضا نہ ہوئی ہوں اور اس نے کبھی زنا نہ کیا ہو، ہزاروں حاضرین اور مشائخ میں سے کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کی جرأت نہ ہوئی اور کوئی آگے نہ بڑھا۔ مگر اچانک آپ

کے خلیفہ سلطان شمس الدین التمش آگے آئے اور کہنے لگے،'اے بختیار کاکی! آج آپ نے میرا پردہ چاک کردیا ہے۔' پھر آپ نے فرمایا 'الحمدللہ میرے اندر یہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔' پھر آپ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔(ملفوظات اعلٰحضرت) سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کا آپ پر کتنا کرم تھا کہ سلطان ہونے کے باوصف بڑے بڑے نامور علماء اور مشائخ سے سبقت لے گئے۔

عبادات آسان ہیں مگر تقویٰ مشکل ہے:

عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور نفلی عبادتیں آسان ہیں، گناہوں سے پرہیز کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا مشکل کام ہے۔

- حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مدار نجات ہر دو جزو آمد امتثال اوامر و انتہاء از نواہی و معظم ترین ایں دو جزء، جزو اخیر است کہ معبر بورع و تقویٰ است۔ ''**ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعِبَادَةٍ وَ اِجْتِهَادٍ وَ ذُكِرَ آخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَعْدِلُ بَالرِّعَةِ شَيْئاً يعنى الْوَرْعَ وَ قَالَ ايضاً ﷺ مِلَاكُ دِيْنِكُمُ الْوَرْعُ**'' وفضیلت انسان بر مَلَکْ ازیں جزو متحقق است و ترقی بمدارج قرب ہم ازیں جہت ثابت مے شود چہ ملائکہ در جزو اوّل مشارک اند و ترقی در ایشاں مفقود است پس رعایت جزو ورع و تقویٰ از اہم مہام اسلام آمد و اشد ضروریات دیں۔''
(مکتوب:۶۷۔ص:۲/۶۳)

(ترجمہ) ''نجات کی مدار دو (۲) جزوں پر ہے، اوامر پر عمل کرنا اور نواہی سے باز رہنا۔ اور ان میں سے عظیم ترین آخری جزء ہے، جس کی تعبیر ورع اور تقویٰ ہے۔'' تاجدار کائنات جناب رسول اللہ کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ عبادت اور نہایت ریاضت کرتا ہے

اور دوسرے آدمی کے ورع اور تقویٰ کا ذکر کیا گیا، پس سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا ''ورع اور تقویٰ کے ساتھ کسی شے کو برابر نہ کر'' اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا ''دین کا مدار ورع اور تقویٰ ہے''۔ اور انسان کی فضیلت فرشتہ پر اسی آخری جزء کی وجہ سے ثابت ہے۔ قربِ باری تعالیٰ کے مدارج پر ترقی بھی اسی جہت سے ثابت ہے۔ کیونکہ ملائکہ پہلی جزؑ میں انسان کے مشارک ہیں اور مدارج کی ترقی ان کے لئے مفقود ہے۔ پس ورع اور تقویٰ کی رعایت اسلام کے اہم ترین امور سے ہے، اور ضروریاتِ دین سے اشد امر ہے۔''

تقویٰ کے اقسام:

● موجودہ دور کے اکثر مشائخ اور علماء کرام میں تو نہ عبادت رہی ہے اور نہ ہی تقویٰ۔ اگر ہزاروں میں کوئی ایک صالح عابد آدمی موجود ہے تو فقط عبادات کی وجہ سے صالح سمجھا جاتا ہے۔ مگر تقویٰ اور جُملہ گناہوں سے اجتناب نظر نہیں آتا بہت مشکل ہے۔ آج تک میری گناہگار نگاہوں نے سارے گناہوں سے اجتناب کرنے والا صاحب تقویٰ آدمی نہیں دیکھا۔ اور اپنی حالت یہ ہے کہ کوشش کے باوجود شرعی گواہ بن سکنے کے معیار کا تقویٰ بھی حاصل نہیں ہوسکا۔ کیونکہ امام غزالی رحمہ اللہ نے 'احیاء العلوم' میں تقویٰ کے چار قسم تحریر فرمائے ہیں۔ اول، گواہی اور شہادت کے معیار کا تقویٰ، یعنی شاہدین کا تقویٰ، اور وہ یہ ہے کہ انسان حرام اشیاء سے احتراز کرے۔ دوم، صالحین کا تقویٰ، اور وہ یہ کہ انسان حرام اور مشکوک اور شبہ والی اشیاء سے احتراز کرے۔ سوم، متقین کا تقویٰ، اور وہ یہ کہ انسان حرام اور شبہات کے علاوہ ایسی جائز اور حلال اشیاء سے بھی احتراز کرے، جن سے حرام کے ارتکاب کا ظن اور اندیشہ ہو، مثلاً پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے لیکن اس سے غلبۂ نیند کی وجہ سے نماز کے قضاء ہونے کا اندیشہ ہے تو پیٹ بھر کھانے سے احتراز کرنا۔ یہ اصحاب تقویٰ لوگوں کا تقویٰ ہے۔ چہارم، مقربین کا تقویٰ، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سواء ہر چیز سے اجتناب کرنا،

یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ملحوظ رکھنا تا کہ انسان کا ہر قدم اور ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو ہمارا دور فتنوں کا دور ہے۔ موجودہ دور میں جملہ حرام اشیاء سے اجتناب بہت مشکل ہوگیا ہے اور گناہوں سے اجتناب کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ اس شیطانی دور میں عریانی اور فحاشی اور رزق حرام ہر گھر میں داخل ہوگیا ہے۔ مرد اور زن کی مخلوط مجالس اور محافل کوئی عیب نہیں رہا بلکہ یہ بڑے لوگوں میں اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے اور بازاروں اور شاہراہوں اور ہسپتالوں اور جہازوں اور اسکولوں اور تفریح گاہوں اور گھروں میں عریانی عام ہوگئی ہے۔ بے حجاب بلکہ بے لباس خواتین بغیر شرم وحیاء کے مَردوں کے سامنے اپنے حُسن کی نمائش کو اعزاز سمجھتی ہیں۔ اور ٹی وی اور انٹرنیٹ پر یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی عریانی اور فحاشی کے مناظر دیکھ کر مسلمان اپنی تہذیب اور ثقافت بھول چکے ہیں۔ ایسے ماحول میں گناہوں خصوصاً نظر بد سے اپنی ذات کو محفوظ رکھنا دشوار ہوگیا ہے۔ اور معاشی اور اقتصادی معاملات میں سُود جیسی حرام چیز داخل ہوگئی ہے۔ اور سُودی بنکاری سسٹم کی وجہ سے رزق حلال کا ملنا مشکل ہوگیا ہے۔ مغربی تہذیب جو ایک طاغوتی اور باطل تہذیب ہے عالمی سطح پر کرہ ارضی اور دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ اور یہ تہذیب بے خدا ہی نہیں بلکہ خلاف خدا ہے۔ اس کی پہلی سطح یعنی اجتماعی معاملات سے خدا اور وحی اور شریعت کو بے دخل کردیا گیا ہے۔ دوسری سطح مالیاتی ہے، پوری دنیا میں سود کی بنیاد پر بینکنگ سسٹم رائج ہے اور اس کی چھوٹی بہن جُواء ہے اور اس جوا کے نظام کو اسٹاک ایکسچینج کے ذریعہ چلایا جارہا ہے۔ سماجی سطح پر بے حیائی، عریانی، فحاشی اور آزاد جنس پرستی ہے، چاہے وہ جنس پرستی مرد اور عورت کے درمیان ہو، چاہے دو عورتوں کے درمیان ہو، چاہے دو مردوں کے درمیان، اس کی کھُلی اجازت ہے۔ اس کی وجہ سے خاندانی نظام مغرب میں تو تباہ ہو چکا ہے اور اس کا سیلاب مشرق کی طرف رواں دواں ہے۔ اس تہذیب اور کلچر میں مسلمانوں میں تقویٰ کی سلامتی تو

درکنار، ایمان کی سلامتی مشکل ہوگئی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کی زمین سے اٹھالیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو استقامت اور ہدایت عطا فرمائے۔

علم کی فضیلت:

● فتاویٰ شامیہ میں احیاء العلوم سے ایک حدیث منقول ہے، قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

''اِنَّ الْحِکْمَۃَ تَزِیْدِ الشَّرِیْفَ شَرْفاً وَ تَرْفَعُ الْمَمْلُوْکَ حَتّٰی تُجْلِسَہ' مَجَالِسَ الْمُلُوْکِ '' (شامی۔ص:۱۲۵/۱)

(ترجمہ) ''بے شک علم شریف کا شرف بڑھا دیتا ہے اور مملوک اور عبد کو بلند کردیتا ہے، حتّٰی کہ اسے بادشاہوں کی جگہ بٹھا دیتا ہے۔''

جب علم کی وجہ سے دنیا میں آدمی کا یہ حال ہے تو آخرت میں انشاء اللہ اس سے بہتر حال ہوگا۔ امام غزالی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ 'حضرت سالم بن ابی الجعد نے کہا مجھے میرے مولا نے تین سو درہم میں خریدا پھر اس نے آزاد کردیا تو میں نے پوچھا میں کون سا فن اور کاریگری سیکھوں، انہوں نے فرمایا علم سیکھو۔ چنانچہ علم پڑھتے مجھے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا حتّٰی کہ مدینہ منورہ کا گورنر آیا اور اس نے کہا میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں مگر میں نے اسے اجازت نہ دی۔'

علم کا حاصل کرنا فرض ہے:

● ہر شخص پر اپنی دینی ضروریات کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے، مثلاً نماز اور روزہ اور صاحب استطاعت کے لئے حج اور صاحب نصاب کے لئے زکوٰۃ کے مسائل سیکھنا فرض عین ہے۔ شوہر پر ازدواجی مسائل اور حقوق اور حیض ونفاس کے مسائل کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اور بیوی پر حیض ونفاس کے مسائل کا علم فرض ہے۔ حتّٰی کہ تاجر کے لئے تجارت

کے مسائل اور مختلف پیشہ ورلوگوں کو اپنے پیشے اور کاروبار کے مسائل جاننا فرض عین ہے، مثلاً درزی کے لئے کپڑے کی سلائی کے مسائل اور امام کے لئے امامت کے مسائل اور مؤذن کے لئے اذان کے احکام جاننا فرض عین ہے۔ چونکہ ہر مسلمان عاقل، بالغ شرعی احکام پر عمل کرنے کا مکلّف ہے اس لئے ہر شخص کے لئے فرض عبادات اور معاصی سے اجتناب کے مسائل جاننا فرض عین ہے۔

● دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے مسائل کا جاننا فرض کفایہ ہے۔ لہٰذا طب اور حساب اور نحو اور لغت اور کلام اور قرأت اور حدیث کی اسناد اور میراث اور وصیت اور کتابت اور معانی اور بدیع، اصول فقہ اور ناسخ و منسوخ اور علم الآثار والتواریخ اور مختلف صنعتی علوم اور سائنسی اور دنیاوی علوم حاصل کرنا، تاکہ ان علوم سے خلقِ خدا کو نفع پہنچایا جائے یا اپنے اہل وعیال کی ان علوم کے ذریعہ آمدنی سے خدمت کی جائے، فرض کفایہ ہے۔ اور ان علوم کے حاصل کرنے میں بھی فرض ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے، لیکن ان علوم کا حاصل کرنا ہر شخص پر فرض نہیں ہے۔ مگر لوگوں کی آبادی اور ضروریات کے لحاظ سے ہر فن اور پیشہ کے ماہرین کا ہونا فرض کفایہ ہے، تاکہ دنیا کا کاروبار چلتا رہے۔ (شامی۔ص:۱۲۶)

● فقہ میں تبحر اور علم تصوف کے دقیق اور لطیف اصطلاحات کا علم حاصل کرنا مستحب ہے۔ تصوف سے مراد علم الاخلاق ہے۔ جس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ''علمِ اخلاق ایسا علم ہے جس کے ساتھ فضائل کے اقسام اور ان کے حاصل کرنے کی کیفیت اور طریقوں اور رذائل کے اقسام اور ان سے اجتناب کے طریقوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً اخلاص اور عجب اور حسد اور ریاء اور کبر اور شح اور حقد اور غش اور غضب اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور بطر اور خیلاء اور خیانت اور مداہنت اور مکر اور مخاوعت اور قسوت اور طول امل وغیرہا کی معرفت اور علم حاصل کرنا علم تصوف کہلاتا ہے۔''

فقہاء کرام کے نزدیک ان صفات کے علم میں تبحر یعنی علم تصوف میں تبحر اور علم الشریعۃ اور علم الفقہ میں تبحر اور ان کے دقائق اور مشکلات پر اطلاع مستحب ہے۔ مگر نفس فقہ اور تصوف اور مذکورہ صفات کا ضروری اجمالی علم فرض عین ہے، کیونکہ کسی علم میں تبحر اور کمال الگ امر ہے اور نفس علم الگ امر ہے، مذکورہ صفاتِ رذیلہ سے انبیاء عظام علیہم السلام کے علاوہ کوئی آدمی محفوظ نہیں۔ لہٰذا ہر عاقل بالغ آدمی پر لازم اور فرض ہے کہ شر اور برائی سے بچنے کے لئے علم تصوف حاصل کرے۔ کیونکہ علم تصوف میں برائیوں سے اجتناب کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور مذکورہ صفات رذیلہ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے، جبکہ آج کل اکثر علماء کرام اور مشائخ بھی دل کے مذکورہ امراض اور مذکورہ صفات رذیلہ کے علم سے خالی ہیں چہ جائیکہ بے چارے عوام!

● اور وہ علوم جن کی دین یا جائز امور کے لئے ضرورت نہیں، ان کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے شعبدہ بازی اور کھیلوں کے علوم وغیرہ۔ کیونکہ مقصود بالذّات علوم آخرت ہیں اور وہ صرف تین ہیں، علمِ قرآن، علم حدیث اور علم الفقہ۔ ان کے علاوہ دیگر علوم مقصود بالذّات نہیں۔ اگر غیر مقصودی علوم دوسرے علوم دینیہ کے لئے مقدمات اور موقوف علیہ ہیں تو ان کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور اگر علوم دینیہ ان کے حاصل کرنے پر موقوف نہیں، مگر ان میں جائز دنیاوی امور کا علم ہے ان کا سیکھنا بھی ہر شخص کے لئے جائز ہے۔ ہر قوم میں بعض افراد کے لئے دنیاوی علوم حاصل کرنا فرض ہے تا کہ دنیا کا نظام چلتا رہے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی سِلائی کا کام نہ سیکھے تو لباس کس طرح تیار ہوں گے اور لوگ لباس کس طرح استعمال کریں گے۔ ہر صنعت اور کاروبار کے لئے ماہرین کا ہونا ضروری ہے اور ہر زمانے کے لحاظ سے دنیاوی معاملات مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہر زمانہ کے اعتبار سے صنعتی و دنیاوی علوم حاصل کرنا فرض علی الکفایہ ہے اور ان کے حاصل کرنے میں فرض کا ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا

فرض کی نیت سے دنیاوی اور صنعتی علوم سیکھنے والے کو بھی فرض پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

◀ صوفیاء کی غلط فہمی کا ازالہ :

بعض صوفیاء کا یہ فرمانا کہ مطلقاً دنیاوی علوم حاصل کرنا زندگی کا ضیاع ہے، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دین اور دنیا میں صرف نیت کا فرق ہے۔ اگر کسی جائز اور مباح امر بلکہ واجب سے خیر کی نیت ہوتو وہ دین ہے اور اگر شر کی نیت ہو یا خیر کی نیت نہ ہوتو وہ دنیا ہے۔ مثلاً علوم شرعی کے حاصل کرنے کی غرض دنیا کا حصول ہو یا علم تصوف حاصل کرنے سے غرض دنیا کا حصول ہوتو یہ عمل اور جدوجہد دنیا ہے، ان کے حاصل کرنے کا ثواب نہیں ہے۔ اور اگر ان علوم کے حاصل کرنے سے غرض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنا ہو تو یہ دین ہے۔ اور جب علوم شریعت اور علوم تصوف کا یہ حال ہے کہ فساد نیت سے یہ علوم بھی دنیاوی علوم ہو جاتے ہیں، تو باقی علوم فساد نیت یا خیر کی نیت سے خالی ہونے پر کس طرح دنیاوی علوم نہیں ہوں گے۔ لہٰذا سب علوم اسی پر قیاس کئے جا سکتے ہیں۔ اور دنیاوی علوم کا دنیا کے حاصل کرنے کی غرض سے سیکھنا اگرچہ دنیا ہے مگر یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس سے برائی اور شر مقصود نہ ہو لیکن اس میں ثواب نہیں۔ اور اگر دنیاوی علوم حاصل کرنے سے غرض خلق خدا کی ضروریات پوری کرنا، ہوتو یہ دین ہے اور اس میں ثواب ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں، ہر وہ عمل اور امر جو اللہ تعالیٰ سے غفلت کا باعث ہو وہ دنیا ہے اور جو امر غفلت کا باعث نہ ہوتو وہ دین ہے۔ مثلاً اہل و اولاد اگر غفلت کا باعث ہیں تو یہ دنیا سے ہیں اور غفلت کا باعث نہیں ہیں تو دین سے ہیں۔

لہٰذا قرآن و حدیث اور فقہ سمجھنے کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے، لیکن اتنا مقدار کہ قرآن اور حدیث ان کی وجہ سے سمجھا جا سکے،

زیادہ کی ضرورت نہیں۔لہٰذا نحو اور لغت اور منطق اور دیگر علوم میں تبحر اور کمال حاصل کرنا بے فائدہ ہے،اور بقدرِ ضرورت ان علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

● بعض طلباء نحو اور منطق اور فلسفہ وغیرہا میں تبحر اور انتہائی مہارت حاصل کرنے کے لئے عمر کا اکثر حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ جب قرآن اور حدیث اور فقہ کے پڑھنے کا وقت آتا ہے تو وقت نہیں دے سکتے، روزگار یا شادی کی وجہ سے ان مقصودی علوم سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ نہایت خسارے کا عمل ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوا، بندیال شریف میں سیّدی استاذیم عطاء محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے تلامذہ سے منطق اور یونانی فلسفہ اور نحو میں تبحر اور کمال حاصل کرنے کے لئے تیرہ (۱۳) تعلیمی سالوں میں درس نظامی کی درج ذیل کتابیں پڑھیں، فقہ میں منیۃ المصلی اور قدوری اور شرح وقایہ اور ہدایہ اولین اور آخرین کے کچھ اسباق پڑھے اور اصول فقہ میں اصول الشاشی، اور نور الانوار اور حسامی اور مسلم الثبوت اور توضیح تلویح کے اسباق پڑھے اور عقائد میں شرح عقائد اور خیالی مکمل پڑھی اور نیز اس کے مطالعہ میں رہی اور علم تفسیر میں جلالین شریف اور بیضاوی کے درس نظامی کے مقرر کردہ اسباق پڑھے۔ اور حدیث شریف میں مشکوٰۃ شریف کا ایک حصہ حضرت استاذیم مولانا محمد اشرف سیالوی زید مجدہٗ سے پڑھا اور بخاری شریف کے گیارہ پارے حضرت استاذیم مولانا عطاء محمد بندیالوی سے نہایت محنت سے پڑھے اور آپ کے درس کے اہم مقامات کی تقریریں بھی لکھیں۔لیکن زیادہ زور منطق اور فلسفہ اور نحو پر رہا۔ ہدایۃ النحو اور کافیہ دو دو مرتبہ پڑھا۔ شرح جامی تین سال میں آخر تک پڑھی۔ شرح جامی کا حاشیہ عبدالغفور سبقاً پڑھا، حواشی ملا جمال اور عبدالرحمٰن مطالعے میں رہے اور شرح جامی پر حاشیہ تکملہ سبقاً پڑھا۔ اور منطق میں صغریٰ اور کبریٰ اور وسطی اور ایساغوجی اور قال اقول اور مرقاۃ اور شرح تہذیب اور قطبی اور میری قطبی اور ملاحسن اور حمد اللہ اور قاضی مبارک اور رسالہ قطبیہ اور میر

زاہد ملا جلال اور غلام یحییٰ اور امور عامہ پڑھا۔ ان میں بعض کتابیں دو دو مرتبہ پڑھیں اور باقاعدہ ان کتابوں کی تقریریں تحریراً بڑے بڑے رجسٹروں میں محفوظ کیں۔ اسی طرح فلسفہ میں میبذی اور صدرا اور شمس بازغہ انتہائی شوق اور محنت سے پڑھا اور تقریریں لکھیں۔ اور علم ہیئت میں اقلیدس اور تصریح اور علم توقیت کے رسائل پڑھے۔ دماغ میں دُھن تھی کہ منطق اور فلسفہ اور نحو میں انتہائی کمال حاصل کیا جائے۔ اس کی وجہ سے علوم آلیہ اور مقدمات میں زیادہ وقت ضائع کیا اور علم حدیث اور تفسیر اور فقہ کے لئے زیادہ وقت نہ دے سکا، مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ تدریس شروع ہوتے ہیں دینی کتب فقہ اور تفسیر اور حدیث پڑھانے کی ذمہ داری دی گئی۔ چونکہ نحو اور منطق اور فلسفہ کی وجہ سے فقہاء اور مفسرین اور محدثین کی کتابوں کے سمجھنے کی استعداد پیدا ہوگئی تھی، صرف مطالعہ کی ضرورت تھی، اس لئے ان علوم مقدسہ دینیہ کی برکت سے کہیں اور کبھی دقّت پیش نہیں آئی۔ فقہ کی ادق اور آخری کتاب در مختار اور رد المختار تک پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی اور علم تفسیر، تفسیر بیضاوی تک اور بخاری شریف کئی مرتبہ پڑھائی۔ اور فقہی علوم کی وجہ سے الحمدللہ معاصر علماء اور طلباء مجھ جیسے نالائق آدمی کو مفتی سمجھنے لگے۔ لیکن میرے اکثر ساتھی ابھی تک اس طرح منطقی اور فلسفی مشہور ہیں۔ ان کی توجہ علم تفسیر اور علم حدیث اور فقہ کی طرف نہیں ہوئی۔

● اس کتاب کے قارئین طلباء سے گذارش ہے کہ علمِ فقہ اور علمِ تفسیر اور علمِ حدیث کے لئے زیادہ وقت نکالیں اور باقی علوم بقدرِ ضرورت حاصل کریں۔

◀ عالم اور ولی میں تضاد نہیں ہے:

● شروع زمانہ سے آج تک ایک غلط فہمی رہی ہے وہ یہ کہ سمجھا جاتا ہے کہ علماء شریعت ولی نہیں ہوتے اور ولی علماء شریعت نہیں ہوتے ان دونوں میں تضاد ہے۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے قارئین کا پہلے ولی کی تعریف سمجھنا ضروری ہے تاکہ غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔

● ولی کسے کہتے ہیں؟

امام رازی لکھتے ہیں ولی مبالغہ کا صیغہ ہے، اگر فاعل کے معنی میں ہوتو اصطلاح میں ولی اس شخص کو کہا جائے گا جس کی طاعات اور عبادات میں تسلسل ہو اور ان میں معصیت متخلل نہ ہو۔ اور اگر مفعول کے معنی میں ہو جس طرح قتیل، مقتول اور جریح، مجروح کے معنی میں ہے، تو ولی اس شخص کو کہا جائے گا جس کا نگہبان اللہ تعالیٰ ہو اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی تمام انواع معاصی سے حفاظت فرمائے اور اُسے طاعات کی توفیق عطاء فرمائے۔ ولی کا یہ مفہوم ہم نے اس لئے ذکر کیا، کیونکہ ولی کا نام درج ذیل آیات سے ماخوذ ہے:

● ''**اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**'' (اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کا ولی ہے۔)

● ''**وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ**'' (اور وہ اللہ تعالیٰ صالح لوگوں کا ولی ہے۔)

● ''**اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ**'' (تو ہمارا مولا ہے پس کافروں کی قوم پر ہماری مدد فرما۔)

● ''**ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ**'' (یہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے اور بے شک کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔)

● ''**انما وليّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ**'' (بے شک تمہارا ولی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی ہے۔)

● لغت میں ولی کا ایک معنی قریب بھی ہے، جب بندہ کثرت طاعات اور اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قریب اور مقبول ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت اور فضل اور احسان کے ساتھ اس بندہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ دونوں طرفوں سے جب قرب ہو جاتا ہے اس

وقت بندے کو ولایت حاصل ہوتی ہے۔اور وہ بندہ صالحین میں داخل ہو جاتا ہے۔(تفسیر کبیر)

● جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قَالَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَ الْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَ نَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيْكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا طَيِّبَةً وَ نَافِخُ الْكِيْرُ اِمَّا اَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ اِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً“ .متفق عليه“ (قرطبی۔سورۃ الفرقان ص: ۲۷۔اور، روضۃ السالکین۔ص:۳۰۳)

(ترجمہ)”حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا’ نیک آدمی کے ساتھ بیٹھنے والے کی اور بُرے آدمی کے ساتھ بیٹھنے والے کی مثال مشک (کستوری) اٹھانے والے اور آگ کی بھٹی میں آگ پھُو نکنے والے کی ہے، پس مشک کا حامل آپ کو مشک عطیہ کر دے گا یا تُو اس سے مشک خرید کر لے گا یا تجھے اس آدمی سے مشک کی خوشبو پہنچے گی، اور بھٹی میں پھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔“

● ”عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ جُلَسَاءِ نَا خَيْرٌ؟ قَالَ مَنْ ذَكَّرَ كُمْ بِاللّٰهِ رُؤْيَتُهٗ وَ زَادَ فِىْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ وَ ذَكَّرَ كُمْ بِالْاٰخِرَةِ عَمَلُهٗ“(قرطبی۔سورۃ الفرقان،ص:۲۷۔اور، روضۃ السالکین۔ص:۳۱۶)

(ترجمہ)”حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے کس آدمی کے ساتھ بیٹھنا بہتر ہے، آپ ؐ نے فرمایا، اس آدمی کے ساتھ جس کی رویت اور دیدار تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کرا دے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں زیادتی کرے

اور جس کا عمل اور کردار تمہیں آخرت یاد دلا دے۔"

یعنی اس کے دیدار سے خدا یاد آئے اور اس کی گفتار سے علم بڑھے اور اس کے کردار سے آخرت یاد آئے۔

● حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی حدیث میں جلیس صالح سے مراد ولی ہے اور ولیوں کے ساتھ بیٹھنے والے کو ضرور ولیوں سے فائدہ پہنچے گا اور جلیس سوٗ سے مراد اولیاء کا دشمن، فاسق اور فاجر آدمی ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ ولی کی تین علامتیں ہیں۔

◄ اوّل، علامت یہ ہے کہ اس آدمی کے چہرہ پر نور اور رونق اور ہیبت ہو جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت یاد آ جائے۔ قرآن مجید میں ہے "سِيْمَاهُمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ"۔ 'یعنی ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدہ کا اثر ہوگا'۔ علماء فرماتے ہیں اثر سے مراد چہرہ کی رونق اور نور اور کشش ہے، ماتھے کا داغ نہیں ہے۔ اور چہرہ پر نور اور رونق تقویٰ اختیار کرنے اور معاصی سے احتراز کرنے اور فرض اور نفل عبادات ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ خصوصاً تہجد کی نماز دائمی ادا کرنے سے چہرہ میں کشش پیدا ہوتی ہے، اور تقویٰ اور پرہیزگاری اس کے لئے اہم جزء ہے۔

● حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا "تجھے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ "فَاِنَّهَا رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ"۔ بیشک سارے امور کے لئے تقویٰ اساس اور بنیاد ہے۔ پھر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ زیادہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا، قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم پکڑ، کیونکہ "فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَكَ فِی الْاَرْضِ"۔ بے شک تلاوت اور ذکر

زمین میں تیرے لئے نور ہے اور آسمانوں میں تیرے لئے ذخیرہ ہے۔ پھر عرض کیا، یا رسول ﷺ اور زیادہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا، کثرتِ ضحک اور زوردار ہنسی (قہقہہ) سے خود کو دور رکھ کیونکہ اس کی کثرت دل کو مُردہ بنا دیتی ہے اور چہرہ کے نور کو ختم کر دیتی ہے۔''

(مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ۔ طویل حدیث کا حصہ۔ ص: ۳۷۸/۴)

معلوم ہوا کہ تقویٰ اور تلاوت اور ذکر سے چہرہ منور ہوتا ہے اور غفلت کی زوردار ہنسی دل کو مردہ اور چہرہ کو سیاہ کر دیتی ہے۔ لہٰذا تقویٰ کے نہ ہونے سے اگرچہ عابد دن اور رات نفل ادا کرتا رہے، چہرہ پر نور نہیں آئے گا۔ بلکہ معاصی کی سیاہی چہرہ پر ظاہر ہوگی۔ کیونکہ پہلے گناہوں سے دل سیاہ ہوتا ہے، پھر دل کی سیاہی آدمی کے چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے۔

◄ دوسری، علامت یہ ہے کہ آدمی عالم شریعت ہو اور اکثر اوقات اس کی گفتگو شرعی اور دینی مسائل پر ہوتی ہو۔ اور مجلس میں حاضر لوگوں کے علم میں اضافہ ہوتا رہے اور اس کی مجلس میں دنیاوی امور اور باہمی معاملات پر گفتگو نہ ہو۔

◄ ولی کی تیسری، علامت یہ ہے کہ وہ آدمی انکساری اور عجز کا پیکر ہو۔ خوف خدا اور گریہ اور پست آواز اور اس کے کردار سے آخرت یاد آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جلیس صالح کی تین علامتیں ذکر کیں۔ اور جلیس صالح سے مراد شیخ صحبت اور ارادت ہے یعنی آدمی کی بیعت ارادت اور صحبت ایسے شخص کے ساتھ ہوتی چاہئیے، جس کی شخصیت میں مذکورہ تینوں علامتیں موجود ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو آج ایسا آدمی نہیں ملتا جس میں یہ تینوں علامتیں پائی جائیں۔ اگر کسی صالح آدمی میں ان تینوں امور سے ایک امر بھی موجود ہوتا تو اسکی صحبت غنیمت ہوتی، مگر موجودہ دور میں ایک علامت بھی کسی عالم یا شیخ میں نہیں ملتی اکثر نام نہاد علماء اور مشائخ نے مکر و فریب کی دوکانیں کھولی ہوئی ہیں، لوگوں کی جیب صاف کرنے اور خواتین

کی عزت لوٹنے اور دنیا زیادہ سے زیادہ جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔اگر بعض مشائخ صالح ہیں اور مکر وفریب سے دور ہیں تو وہ بے چارے شریعت کے علم سے خالی ہیں۔اُن کی گفتگو سے علم حاصل نہین ہوتا بلکہ جہالت کی باتیں سیکھی جاسکتی ہیں،میں نے آج تک چند آدمی صحیح صالح دیکھے ہیں جن میں بعض علامتیں پائی جاتی تھیں ۔ایک حضرت محمد عبداللہ صاحب المعروف پیر مارورحمۃ اللہ علیہ، لیّہ، اور ایک حضرت حافظ غلام محمود صاحب المعروف حافظ جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حافظ غلام حسینؒ گھلو، ڈیرہ اسماعیل خان ۔انکی مجلسو ں میں اکثر شریعت اور آخرت کے امور پر گفتگو ہوتی تھی اور دوران گفتگو اکثر رقت طاری ہوجاتی تھی اور مجلس میں موجود حضرات کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔یہ لوگ انکساری اور عاجزی کا پیکر تھے مگر یہ لوگ اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔اللہ تعالی انکی برکات سے ہمیں نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان جیسے صالح آدمی کی صحبت عطا فرمائے۔

● ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ تقویٰ ختم ہوگیا ہے،اگرچہ بعض صوفی حضرات شب بیدار اور عبادت گذار مل جاتے ہیں لیکن تقویٰ نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی ۔امام غزالی نے تقویٰ کے چار قسم لکھے ہیں۔جیسا کہ گزر چکا ہے سب سے ادنیٰ تقوی وہ تقویٰ ہے جو گواہی اور شہادت کیلئے معیار ہے یعنی حرام اور منہیاتِ ظاہرہ سے پرہیز کرنا مگر آج اس قسم کے آدمی کی مثال بھی نہیں ملتی جو حرام اور منہیات سے اجتناب کرتا ہو۔۔اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

تقویٰ کی مثالیں :

● سیدنا امام احمد بن حنبل کے تقویٰ کے حوالہ سے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ آپ کا بیٹا حکومت کی جانب سے جسٹس اور قاضی مقرر ہوگیا حالانکہ آپ اس کو ناپسند فرماتے تھے،آپ کا بیٹا جج ہونے

کے بعد اپنے مکان کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھتا تھا اور رات کو دروازہ پر سوتا تھا تا کہ کوئی بھی حاجت مند جس وقت چاہے ملاقات کر سکے، لیکن امام احمد بن حنبلؒ نے اہلیہ کو فرمایا کہ آئندہ اِس بیٹے کے گھر کی کوئی چیز ہمارے گھر استعمال نہ ہو کیونکہ ان کا رزق مشکوک ہو گیا ہے۔ گھر والوں نے ایک دن آٹا گوندھا گھر میں خمیری پوڈر نہیں تھا، تو اسی بیٹے کے گھر سے خمیری منگا کر آٹے میں استعمال کر لیا اور روٹی پکالی امام احمد کو علم ہو گیا کہ اس روٹی میں بیٹے کے گھر سے خمیری منگوا کر آٹے میں ملائی گئی ہے اور یہ روٹیاں مشتبہ ہیں۔ معلوم کیا تو بتایا گیا کہ آپ کے بیٹے کے گھر سے خمیری پوڈر منگوا کر آٹے میں استعمال کیا گیا، آپ نے روٹیاں واپس کر دیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ روٹیاں مدرسہ میں موجود فقراء کو دے دیں، آپ نے فرمایا یہ عیب بتا دینے کی شرط کے ساتھ مدرسہ کے طلباء اور فقراء کو یہ روٹیاں دے دیں جب فقراء کو عیب بتا کر روٹیاں بھیجیں گئیں تو انہوں نے بھی روٹیاں لینے اور کھانے سے انکار کر دیا۔ لہذا وہ روٹیاں دریا میں پھینک دی گئیں۔ جب حضرت احمد بن حنبلؒ کو علم ہوا کہ وہ روٹیاں دریا میں پھینک دی گئیں ہیں تو آپ نے زندگی بھر مچھلی نہیں کھائی تا کہ شبہ والی غذا میرے پیٹ میں نہ چلی جائے۔ (مرقاۃ۔ص:۱۸۲/۴)

● سیدنا امام ابو حنیفہؒ نے اپنے وکیل کو کپڑا فروخت کرنے کیلئے دیا اور فرمایا کہ اس کپڑے میں فلاں عیب ہے خریدار کو یہ عیب بتا کر فروخت کرنا، اتفاق سے فروخت کرتے وقت آپ کا وکیل خریدار کو عیب بتانا بھول گیا، آپ کا وکیل جب واپس پہنچا تو آپ نے پوچھا کیا خریدار کو کپڑے کا عیب بتایا تھا اس نے عرض کیا میں بھول گیا تھا آپ نے فرمایا خریدار سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ وکیل نے عرض کیا مشکل ہے اس کے گھر کا علم نہیں ہے، تو آپ نے حاصل شدہ رقم مبلغ چالیس ہزار درھم صدقہ کر دیئے، کیونکہ اُن پیسوں میں حرام کا شبہ آ گیا تھا۔

● مشکوک اور مشتبہ اشیاء کھانے سے تقویٰ اور احتراز کی دو مثالیں ہم نے پیش کیں۔ ورنہ حضور سیدی غوث اعظم شیخ عبدالقادر الگیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد کے سیب کا قصہ اور حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ کا سلطان کے قافلہ کے ساتھ گلی میں جلنے والے چراغوں کی روشنی سے استفادہ سے احتراز کا قصہ کتابوں میں مذکور ہے اور تقوی کی اعلی مثال ہے۔

تقویٰ سے کیا مراد ہے؟

تقویٰ میں جملہ منہیات، غیبت، کذب، چغلخوری، فحش گوئی اور شہوانی مناظر وغیرہ سے احتراز بھی داخل ہے۔ غور وفکر کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ تقویٰ ہم سے رخصت ہوگیا ہے، اسی لئے ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے، ''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ'' (سورۃ مائدہ: آیت ۲۷)۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ تقویٰ لوگوں سے دعائیں اور اعمال قبول فرماتا ہے۔

نفس امارۃ کی سرکشی کا توڑ شریعت پر عمل کرنے میں ہے:

نفس امارہ کی سرکشی اور غرور توڑنے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حکمت در تکلیفات شرعیہ تعجیز وتخریب ہمیں نفس امارہ است شرائع برائے دفع ہوا ہائے نفسانی وارد شدہ اند ہر قدر کہ بمقتضائے شریعت بعمل درآید ہماں قدر ہوائی نفسانی رو بزوال آرد لہٰذا اتیان یک حکم از احکام شرعیہ در ازالہ ہوائے نفسانی بہتر است از ریاضات و مجاہدات ہزار سالہ کہ از نزد خود کردہ شود بلکہ ایں ریاضات ومجاہدات کہ بمقتضائے شریعت غرا واقع نشدہ اند مؤید ومقوی ہواہائے نفسانی اند برہمناں وجوگیاں در ریاضات ومجاہدات تقصیر

نہ کردہ اندادا ہیچ ازینہا سودمند نہ گشتہ وغیر از تقویت نفس و تربیت آں نمودہ مثلاً یکدام در ادائے زکوٰۃ کہ شریعت بآں امر فرمودہ است در تخریب نفس سودمند تر است ازانکہ ہزار دینار از پیش خود صرف کند وطعام خوردن در عید فطر بحکم شریعت نافع تر است در دفع ہوا ازانکہ از نزد خود سالہا صائم باشد و دو رکعت نماز بامداد را بجماعت ادا کردن کہ سنتی از سنن بجا آوردن است بمراتب بہتر است ازانکہ تمام شب بصلوٰۃ نافلہ قیام نماید ونماز بامداد را بے جماعت ادا کند۔“ (ص:۲/۲۵۔مکتوب:۵۲)

(ترجمہ)”تکلیفات شرعیہ کی حکمت اور راز اسی نفس امارہ کو عاجز کرنا اور خراب کرنا ہے مختلف شرائع نفسانی خواہشات کے دفع کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں جتنی مقدار شریعت کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے اتنی مقدار نفسانی خواہشات کو زوال ہوتا ہے لہٰذا احکام شرعیہ سے ایک حکم پر نفسانی خواہشات کے ازالہ کیلئے عمل کرنا ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنی خواہش سے کئے جائیں بہتر ہے بلکہ یہ ریاضتیں اور مجاہدات جو روشن شریعت کے تقاضوں کی وجہ سے نہ ہوں وہ نفسانی خواہشات کیلئے مؤید اور مقوی ہوتے ہیں۔ برہمن اور جوگی ریاضتوں اور مجاہدات میں تقصیر نہیں کرتے، لیکن ان ریاضتوں سے کوئی ایک نفع مند نہیں ہوتی اور نفس کی تقویت اور تربیت کے سوا کچھ نہیں ہوتا مثلاً ایک درہم زکوٰۃ جس کا شریعت نے حکم دیا ہے ادا کرنا نفس کی تخریب میں زیادہ نفع مند ہے ایک ہزار دینار اپنی خواہش کی وجہ سے خرچ کرنے سے۔ اور شریعت کے حکم کی وجہ سے عید کے دن طعام کھانا زیادہ نافع ہے رفع خواہش نفسانی میں جو اپنی خواہش سے سارے سال کے روزے رکھنے سے۔ اور صبح کی دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا

سنتوں میں سے ایک سنت ہے کئی گنا بہتر ہے اس بات سے کہ ساری رات نفل میں قیام کیا جائے اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کی جائے۔''

تعجیزِ نفسِ امارہ قربِ الٰہی کا ذریعہ:

● نفس امارہ کی تخریب اور تعجیز سے ہی قرب الٰہی میسر ہوتا ہے اس سلسلہ میں مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کار این است کہ اولاً تصحیح عقاید بر دقق آرائے علماء اہل سنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند بایہ کرد ثانیاً علم و عمل بمقتضائی احکام فقہیہ لازم باید ساخت بعد از تحصیل این دو جناح اعتقادی و عملی قصد طیران عالم قدس باید نمود۔'' (ص:۲/۸۳۔مکتوب:۹۱)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''چوں ایں دو جناح اعتقادی و عملی میسر شد اگر توفیق خداوندی جل سلطانہ مساعدت نماید میتو اند کہ بعالم حقیقت طیران نماید و بے حصول این دو بازو طیران و وصول بعالم حقیقت محال است۔'' (ص:۲/۸۵۔مکتوب:۹۴)

(ترجمہ)''کام یہ ہے کہ پہلے عقائد کی تصحیح علماء اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق کی جائے جو کہ نجات پانے والا فرقہ ہے پھر فقہی احکام کے تقاضوں کے مطابق علم اور عمل اپنے اوپر لازم کر لیا جائے ان دو پروں، اعتقادی اور عملی کے حاصل کرنے کے بعد عالم قدس کی طرف اڑنے کا ارادہ کیا جائے۔''

جب یہ دو پَر اعتقادی اور عملی میسر ہوں اگر خداوندی توفیق جل سلطانہ معانت فرمائے تو عالم حقیقت کی طرف طیران کرنا چاہیئے، اور ان دو بازو کے حصول

کے بغیر پرواز اور عالم حقیقت تک وصول محال ہے۔

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سے معلوم ہوا کہ علماء اہلسنت کے عقائد اور فقہی احکام کے مطابق عمل کے بغیر علم کا اعتبار نہیں ہے۔

تقویٰ کی علامت خلوتوں کا گریہ ہے:

الحاصل! ولی کامل وہ شخص ہے جو صاحب تقویٰ اور صاحب خوف اور صاحب علم ہو، قرآن مجید میں ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ آیاتٍ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَ یَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلاً وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا'' (سورۃ اسراء:۱۰۷تا۱۰۹)

(ترجمہ) ''بے شک وہ لوگ جو اس سے پہلے علم دیئے گئے جب ان پر قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ٹھوڑیوں پر گر جاتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا کیا گیا ہے، اور ٹھوڑیوں پر گرتے ہیں روتے ہوئے اور قرآن زیادہ کرتا ہے ان میں خشوع اور خوف کو۔''

اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے:

● ''عن التیمی قَالَ مَنْ اُوْتِیَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یُبْکِهٖ لَخَلِیْقٌ اَلَّا یَکُوْنَ اُوْتِیَ عِلْمًا لان اللّٰہ تعالی نعت العلماء ثم قرءَ هذه الأیة، الخ''

(قرطبی۔ص:۳۴۱/۵۔جز:۱۰)

(ترجمہ) ''حضرت تیمی نے فرمایا جس شخص کو علم دیا گیا، پھر اس کے علم نے اس شخص کو نہیں رُلایا تو وہ شخص اس کا مستحق ہے کہ اس کو علم نہ دیا جاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء

کی صفت رونا ذکر فرمایا ہے۔ پھر حضرت تیمی نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔‘‘

● معلوم ہوا علماء شریعت اصحابِ فضیلت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے رہتے ہیں، اور جو علماء اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہیں روتے اور غفلت کی وجہ سے دنیاوی امور میں مستغرق رہتے ہیں، وہ علماء حقیقت میں علماء شریعت نہیں ہیں۔

● حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا آپ ﷺ نے فرمایا دو (۲) آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مسلمانوں کی حفاظت میں سو نہیں سکی۔‘‘ (یعنی مجاہد اور خائف دونوں پر جہنم کی آگ حرام ہے)

(روح المعانی۔ص:۳۴۱۔سورۃ اسراء)

● حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکیَ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی....الخ‘‘ ۔(ترجمہ) ’جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ حتّٰی کہ دودھ دوبارہ پستان میں چلا جائے، اور کسی آدمی کیلئے اللہ تعالیٰ کے راستہ کی غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوتے۔ (روح المعانی۔ص:۳۴۱۔سورۃ اسراء)

● حضرت نضر ابن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’لَوْ اَنَّ عَبْدًا بَکیٰ فِی اُمَّةٍ لَاَنْجی اللّٰهُ تَعَالٰی تِلْکَ الْاُمَّةَ مِنَ النَّارِ بِبُکَاءِ ذَالِکَ الْعَبْدِ وَ مَا مِنْ عَمَلٍ وَلَهٗ وَزْنٌ وَثَوَابٌ اِلَّا الدَّمْعَةُ فَاِنَّهَا لَتُطْفِئُ بُحُوْرًا مِنَ النَّارِ وَ مَا اَغْرَّ وَ رَقَّتْ عَیْنٌ یمَأُهَا مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی جَسَدَهَا عَلَی النَّارِ فَاِنْ فَاضَتْ عَلٰی خَدِّه لَمْ یَرْ هَقْ وَجْهَه، قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ‘‘ (روح المعانی: سورۃ اسراء۔ص:۳۴۱)

(ترجمہ) ’’اگر کوئی ایک آدمی کسی قوم میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا اللہ تعالیٰ اس آدمی کے رونے سے اس قوم کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائے گا۔اور کوئی عمل ایسا نہیں جس کا وزن اور ثواب آنسو کے برابر ہو کیونکہ آنسو جہنم کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے اور نہیں غرور کیا اور کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کی خشیۃ اور خوف سے آنسوں سے نہیں بھری مگر اس جسم کو اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دیتا ہے، پس اگر اس آدمی کے رخسار پر آنسوں بہہ گئے تو اس کے چہرہ پر خشکی اور ذلت نہیں چڑھے گی۔‘‘

● ان روایات سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ علم نہایت قابل اجر اور ثواب ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے رونا بھی ہو۔ اگر علم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں خواہ خوف کا نہ ہونا غفلت کی وجہ سے ہو یا خوف کا نہ ہونا علم پر غرور کی وجہ سے ہو دونوں صورتوں میں علم کا اعتبار نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علماء کی شان میں فرمایا ’’اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ‘‘ (سورۃ فاطر۔آیت ۲۸) ۔’اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔‘

رونے کے اقسام:

● یاد رہے کبھی رونا مصیبت کی وجہ سے ہوتا ہے کہ یا اللہ یہ مصیبت کیوں دی گئی؟ کیوں دی گئی کا سوال اگر بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر ناراض ہونے کی بناء پر ہے تو یہ خیال اور رونا بے صبری اور مذموم ہے، اور ایسے ارادہ اور خیال سے استغفار کرنا لازم ہے۔ اور اگر یہ سوال اس خیال سے ہے کہ یہ مصیبت اور پریشانی میرے گناہوں کی وجہ سے ہے، لیکن معافی نہ ملنے پر رونا آتا ہے تو یہ رونا محمود ہے، ہوسکتا ہے اسی مصیبت اور پریشانی کی وجہ سے گناہ معاف ہوجائیں۔

اور رونا کبھی کسی نعمت سے محرومی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ یا اللہ یہ نعمت کیوں نہیں

دی گئی یا میری دعاء کیوں قبول نہیں ہوتی ؟، اگر نعمت کا نہ ملنا یا دعاء کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے رونا آئے اور اس میں بندہ اپنے گناہوں کے رکاوٹ ہونے یا اپنی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے روئے تو یہ بھی محمود ہے اور اگر اللہ تعالیٰ پر ناراض ہونے اور اللہ تعالیٰ کی شکایت کے ارادہ سے رونا ہو تو یہ خیال اور رونا مذموم ہے اس سے استغفار لازم ہے۔ گویا دنیاوی اغراض اور مشکلات کی وجہ سے ایک رونا محمود ہے اور ایک رونا مذموم ہے۔ مگر آخرت کے خوف سے رونا ہر حال میں محمود ہے۔ چنانچہ اگر کبھی کبھی گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے رونا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں پر گرفت فرمائے گا تو کیا ہوگا؟ ایسا رونا باعثِ نجات ہے۔ ان سب میں سے اجر جزیل اور ثواب اور جہنم سے آزادی کا باعث آخری صورت کا رونا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں شاید مصیبت اور نعمت سے محرومی پر رونے کا اجر بھی جہنم کی آزادی ہے، اور یہ بھی خشیت الٰہی کی وجہ سے رونا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ بے خبری ہے۔

● اگر دیکھا جائے تو رونے کی صفت سے علماء اور صوفیاء کرام کی اکثریت محروم ہو چکی ہے۔ علماء غفلت اور علم پر غرور کی وجہ سے خوف خدا جل سلطانہٗ سے خالی ہیں اور صوفیاء اور عابدین زیادہ پر اُمید اور عبادت پر یا عبادت کی وجہ سے اچھے خوابوں پر اعتماد کرتے ہوئے بے خوف نظر آتے ہیں۔ بے خوف عالم اور عابد دونوں خسارے میں ہیں۔ علماء طریقت اور شریعت وہی لوگ ہیں جو خوف خدا سے روتے رہتے ہیں۔ اور ان کا رونا خلوتوں میں ہوتا ہے صرف جلوتوں اور جلسوں اور اجتماعات میں نہیں ہوتا۔ خوفِ خدا سے رونے والوں کی علامت آنکھوں کا شب بیداری کی وجہ سے سرخ ہونا اور سوجنا ہوتا ہے۔

● ہم قراء کے بیان میں رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرامؓ اور مشائخ کی خشیت اور رونے کا ذکر کریں گے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

صاحبانِ خوف کے چند واقعات:

● حضرت سری سقطیؒ تقریباً چالیس مرتبہ روزانہ آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا کرتے تھے لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا'' مَخَافَةَ اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اسْوَدَّ لَمَا اَخَافُهٗ مِنَ الْعَقُوْبَةِ'' ۔'اس خوف سے بار بار چہرہ دیکھتا کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو عقوبت اور عذاب کے خوف کی وجہ سے۔' (رسالہ قشیریہ ۔باب الخوف)

● حضرت جنید بغدادی روایت کرتے ہیں ایک دن حضرت سری سقطی نے فرمایا میں خواہش کرتا ہوں کہ میری موت بغداد کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں واقع ہو، آپ سے عرض کیا گیا کیوں؟ آپ نے فرمایا' اَخَافُ اَنْ لَا یَقْبَلَنِیْ قَبْرِیْ فَافْتَضِحُ'. میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے قبر قبول نہ کرے اور میں رسوا ہو جاؤں۔

● حضرت سری سقطی حضرت جنید بغدادی کے ماموں اور استاذ اور شیخ تھے ترانوے (۹۳) برس عمر پائی اور کبھی لیٹ کر نہیں سوئے مگر مرضِ موت میں۔ (رسالہ قشیریہ)

● روایت ہے جب ابلیس علیہ اللعنۃ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نکال دیا، تو جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام ایک زمانہ تک روتے رہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا' رَبَّنَا لَا نَاْمَنُ مِنْ مَكْرِكَ'. اے ہمارے رب تیری خفیہ تدبیر اور حکمت ہمیں معلوم نہیں ہے، یہ خوف ہے کہ کہیں ہمارا حال بھی ابلیس جیسا نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو اس طرح ڈرتے رہنا بے خوف نہ ہونا۔

● حضرت ابو حفصؒ فرماتے ہیں چالیس سال سے میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے اور میرے اعمال اس کی دلیل ہیں۔

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ہیچ عملی از اعمال خیر بوقوع نمے آید مگر آنکہ خود را دراں عمل متہم سازد بلکہ تا زمانیکہ بوجوہ تہمت نہ نہد بے قرار و بے آرام میباشد نزدخود چناں میداند کہ ہیچ عملی از وے صادر نمے شود کہ قابل کتابت ملائکہ یمین باشد و مے داند کہ صحیفہ یمین از اعمال خیر خالی است و کتبہ آں معطل و بیکار اند خود شایان آنحضرت جل وعلا کے بودہ باشد و ہر کہ در عالم است حتی کہ کافر فرنگ وملحد زندیق از خود بوجوہ بہتر مے داند و بدترین اینہا خود را مے انگارد۔''

(مکتوب یازدھم، حصہ اول)

(ترجمہ) ''کوئی عمل اعمال خیر سے وقوع پذیر نہ ہو مگر خود کو اس عمل میں تہمت زدہ کرے بلکہ اس زمانہ تک کہ جب تک کسی وجہ سے اپنے عمل پر تہمت نہ لگا سکے بے قرار اور بے آرام رہے اپنے لئے اس طرح سمجھے کہ کوئی ایسا عمل اس سے صادر نہیں ہوا جو ملائکہ یمین کی کتابت کے لائق ہو اور سمجھے کہ میرے دائیں ہاتھ کا رجسٹر اعمال خیر سے خالی ہے اور دائیں ہاتھ حسنات لکھنے والے فرشتے معطل اور بیکار بیٹھے ہیں جب حسنات اس طرح ہیں تو اس کی اللہ جل وعلا کے حضور کیا حیثیت ہے اور جو چیز بھی عالم میں ہے حتی کہ کافر فرنگی اور ملحد زندیق کو بھی اپنے سے کسی وجہ سے بہتر سمجھے اور خود کو عالم کی ہر چیز سے بدتر سمجھے۔''

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے انکساری اور عاجزی کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا یہ اصحاب تقویٰ علماء کی علامت ہے۔ مگر اصحاب علم کو دیکھا جائے تو اُن میں یہ علامت نظر نہیں آتی اور صوفیاء کرام میں سے بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ اس انکساری اور عاجزی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ صوفیاء کرام ہر وقت اسی تصور کی وجہ سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جس طرح حضرت ابوحفص اور حضرت سری سقطی کے واقعات سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ موجودہ دور کا المیہ یہ ہے کہ بعض جہلاء نام نہاد صوفیاء خوف خدا سے عاری اعمال صالح فرائض اور واجبات کے تارک بھی ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جھوٹے صوفیوں کا دعویٰ:

● اس سلسلہ میں مجدد علیہ ارحمۃ فرماتے ہیں:

''دعویٰ سلامت قلب بے اتیان اعمال صالحہ بدنیہ باطل است ہمچنانکہ دریں نشاءۃ روح بے بدن غیر متصور است احوال قلبی بے اعمال صالحہ بدنی محال است بسیارے از ملحدان ایں وقت بایں قسم دعویٰ ادعا نمایند۔'' (ص:۱۰۳۔مکتوب:۳۹)

(ترجمہ) ''قلب سلیم ہونے کا دعویٰ اعمال صالحہ بدنیہ کرنے کے بغیر باطل ہے جس طرح اس دنیا میں روح بغیر بدن کے متصور نہیں ہوسکتا اسی طرح قلبی واردات اور احوال بغیر اعمال صالحہ بدنی محال ہیں۔ بے دینوں اور ملحدوں سے بے شمار لوگ اس وقت اسی قسم کے دعوے کرتے ہیں۔

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے بعض جاہلوں کی بات کر رہے ہیں جنہوں نے اپنے لئے صوفی ہونے کا دعویٰ کیا۔اور ہمارے زمانہ میں تو بد کردار تارک صوم وصلوۃ مدعیان ولایت کی بھر مار ہے۔

● بعض صوفیاء علم شریعت کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ احکام شرعیہ کے علم اور عمل کرنے کو وصول الی اللہ سے رکاوٹ سمجھتے ہیں بلکہ شرعیت کی تحقیر کرتے ہوئے کہتے ہیں شریعت کی مثال تو چھلکے کی ہے جسے پھینک دیا جاتا ہے اور طریقت اور حقیقت کی مثال مغز کی ہے۔لہٰذا علماء شریعت کے پاس چھلکا ہے جو کسی کام کا نہیں مگر صوفیاء کے اہل حقائق کے پاس تو مغز ہے جو کہ علماء شریعت کے پاس نہیں ہے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس غلط فہمی کا ازالہ فرمانے کیلئے تحریر فرماتے ہیں:

''المقصود شریعت وحقیقت عین یکدیگر اند در حقیقت از یکدیگر جدا نیستند فرق اجمال و تفصیل است استدلال وکشف است غیبت وشہادت است تعمل وعدم تعمل است احکام و

علومیکہ بموجب شریعت غرا مبین ومعلوم شدہ اند بعد از تحقق بہ حقیقت حق الیقین ہمیں احکام و علوم بعینہا بہ تفصیل منکشف میگروند واز غیبت بشہادت مے آیند وتجشم کسب وتحمل عمل ازمیاں برخیزد وعلامت وصول بحقیقت حق الیقین مطابقت علوم ومعارف آں مقام است بعلوم ومعارف شرعیہ وتا سر موئ مخالفت است دلیل است بر عدم وصول بحقیقت الحقائق (تا) پس متحقق شد کہ خلاف شریعت علامت عدم وصول است بحقیقت کار، درعبارت بعض از مشائخ واقعست کہ شریعت پوست حقیقت است وحقیقت مغز شریعت ایں عبارت ہر چند از بے استقامی متکلم ایں کلام خبر مے دہد لیکن تو اند بود کہ مراوش آں باشد کہ مجمل نسبت بہ مفصل حکم پوست دارد نسبت بمغز واستدلال درجذب کشف دررنگ قشر است نسبت بہ لب اما اکابر مستقیم الاحوال اتیاں ایں عبارات موہمہ راتجویز نمے نمایند وفرق جز بہ اجمال وتفصیل و استدلال وکشف مذکور نمے سازند سائلے از حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سوال کرد کہ مقصود از سیر وسلوک چیست فرمودند تا معرفت اجمالی تفصیلی گردد واستدلالی کشفی شود رزقنا اللہ سبحانہ الثبات و الاستقامتہ علی الشریعۃ علما وعملا صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علی صاحبہا۔" (ص:۲/۷۸۔مکتوب:۸۴) طویل مکتوب کے بعد فرماتے ہیں:

(ترجمہ) "خلاصہ کلام اور مقصود یہ ہے کہ شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں فرق اجمال اور تفصیل کا ہے، استدلال اور کشف کا ہے، غیبت اور شہادت کا ہے، عمل با مشقت اور عمل بلا مشقت کا ہے۔ وہ احکام اور علوم جو شریعتِ روشن کے مطابق بیان کردہ اور معلوم شدہ ہیں ان احکام میں حق الیقین کی حقیقت کے حصول اور ثبوت کے بعد بعینہ یہی احکام اور علوم تفصیل کے ساتھ منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور غیبت سے شہادت اور حضور میں آجاتے ہیں اور کسب کی مشقت اور عمل کرنے میں تکلیف درمیان سے مرتفع ہو جاتی ہے اور حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے

کہ حق الیقین کے مقام میں حاصل احکام علوم شرعی اور معارف شرعیہ کے مطابق ہوں اگر بال کے سر کے برابر مخالفت ہے تو یہ حقائق کی حقیقت تک عدم وصول کی دلیل ہے (تا) پس ثابت ہوا کہ شریعت کے خلاف ہونا عمل کی حقیقت تک عدم وصول کی علامت ہے بعض مشائخ کی عبارتوں میں جو واقع ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست ہے اور حقیقت شریعت کا مغز ہے یہ عبارت اگر چہ اس کلام کے متکلم کی عدم استقامت کی خبر دیتی ہے مگر متکلم کی مراد یہ ہوسکتی ہے مجمل بہ نسبت مفصل حکم میں پوست بہ نسبت مغز ہے اور استدلال کا رنگ کشف کے ساتھ ایسا ہے جیسے پوست کا رنگ مغز کے ساتھ مگر اکابر مشائخ جو استقامت احوال کے مقام پر فائز ہیں اس قسم کی وہم میں ڈالنے والی عبارتوں کو جائز نہیں سمجھتے اور فرق سوائے اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف مذکور کے نہیں کرتے ایک سائل نے خواجہ نقشبند حضرت بہاء الدین قدس اللہ سرہ سے سوال کیا کہ مقصود سیر اور سلوک سے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تا کہ اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلالی معرفت کشفی ہو جائے اللہ سبحانہ وتعالی ہمیں شریعت پر علم اور عمل کے لحاظ سے استقامت اور ثبات عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین** ﷺ اللہ تعالی کی رحمتیں اور سلامتی ہو اُن کے صاحب پر۔

● ایک دن حضرت حاتم اصم نے فرمایا کہ مبارک جگہ (مثلاً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) رہنے سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ اسکی وجہ سے ہماری مغفرت یقینی ہے کیونکہ جنت سے زیادہ مبارک کوئی جگہ نہیں لیکن آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جو کچھ ہوا وہ تمہیں معلوم ہے آپ نے فرمایا عبادت کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ بلعام بن باعور اسم اعظم بھی جانتا تھا لیکن اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تمہیں معلوم ہے اور صالحین کی معیت اور رویت سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عظمت اور صلاح والا کوئی شخص نہیں ہے مگر ابوجہل اور ابولہب جیسے دشمنوں کو آپ کی معیت اور رویت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے

ڈرتے رہنا چاہیے۔(رسالہ قشیریہ)

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے ایک صالح آدمی کے ساتھ کہیں جانے لگے آپ کی امت کا ایک خطا کار آدمی ان دونوں کے پیچھے چل پڑا تھوڑی دیر کے بعد خطا کار آدمی اپنے گناہوں کی شرمندگی کی وجہ سے بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی ''**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ**'' (اے اللہ میری مغفرت فرما) اور صالح آدمی نے دعا کی ''**اَللّٰھُمَّ لَا تَجْمَعْ غَدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ ذَالِکَ الْعَاصِیْ**'' (اے اللہ کل قیامت کے روز مجھے اور اس خطا کار فاسق کو جمع نہ کرنا) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے دونوں کی دعا قبول کر لی ہے خطا کار عاصی کو بخش دیا ہے وہ جنت میں ہوگا اور صالح آدمی کو میں نے مردود کر دیا ہے۔ وہ جہنم میں ہوگا اور اس خطا کار کے ساتھ جمع نہیں ہو سکے گا (قشیری)

● حضرت سفیان ثوری بیمار ہو گئے آپ کا پیشاب معالج کو دکھایا گیا تو معالج نے کہا ''**ھذا رجل قطع الخوف کبدہ**'' (یہ ایسا آدمی ہے جس کے جگر کو خوف نے کاٹ دیا ہے)

● حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے خوف کا سوال کیا کہ یا اللہ میرے لئے خوف کا ایک دروازہ کھول دے خوف کا دروازہ تو کھل گیا مگر خوف کی زیادتی سے مجھے اندیشہ ہوا کہ میری عقل ضائع ہو جائے گی، پھر میں نے عرض کیا یا اللہ میری طاقت کے مطابق خوف عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے خوف کم کر دیا۔

● حضرت حاتم اصم فرماتے ہیں ہر شے کیلئے زینت ہوتی ہے اور عبادت کی زینت خوف ہے اور خوف کی علامت اُمیدوں اور تمناؤں کا کم ہونا ہے۔

● حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں خوف صادق یہ ہے کہ خائف ظاہری اور باطنی گناہوں سے اجتناب کرے۔

● حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں آدمی کے دل پر خوف غالب ہونا چاہیے کیونکہ جب رجاء اور اُمید قلب پر غالب ہو جائے تو دل فاسد ہو جاتا ہے۔

● حضرت فضیل بن عیاضؒ تیس سال تک محزون رہے اور کبھی نہیں ہنسے لیکن جب آپ کا بیٹا فوت ہوا تو ہنس پڑے آپ سے پوچھا گیا آپ آج سے پہلے نہیں ہنسے تھے آج کیوں ہنسے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے جس امر کو پسند فرمایا میں اسکو پسند کرتا ہوں اسی لئے میں نے بیٹے کے وفات پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔یعنی بیٹے کی وفات پر غمگین رہنا اللہ تعالی کی پسند پر غمگین ہونا ہوگا۔

● علماء شریعت کی علامات سے ایک علامت اللہ تعالی کا خوف ہے مگر آج مشائخ اور علماء کرام میں یہ صفت نظر نہیں آتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موجودہ دور کے المیوں میں سے ایک المیہ یہ ہے کہ خواص وعوام اور علماء اور مشائخ کی اکثریت خوف سے خالی ہے۔شاید لاکھوں میں کوئی ایک خوف خدا کی نعمت سے نوازا گیا ہو چونکہ **"اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الرِّجَاءِ وَ الْخَوْفِ"** (ترجمہ: ایمان خوف اور رجاء کے مابین ہوتا ہے۔) ہم نے خوف کے متعلق حکایات اور اولیاء کرام کے ارشادات ذکر کیئے ،مناسب ہے کہ رجاء کے متعلق کچھ ذکر کیا جائے۔ملاحظہ فرمایئے۔

حقیقت رجاء در خوف:

رجاء اور خوف کی مثال پرندے کے دو پروں کی ہے ان دونوں پروں سے مقربین اور صالحین مقام محمود تک پہنچے ہیں اور رجاء اور خوف کی مثال اس سواری کی ہے جس پر سوار ہو کر آخرت کی ہر مشکل وادی کو مومن عبور کریں گے۔(احیاء)

● رجاء بمعنی مغفرت کی اُمید، سالکین کے مقام اور طالبین کے حال کا نام ہے جب آدمی کی کوئی صفت قائم اور ثابت ہو جائے تو اس وصف کا نام مقام ہے اور وصف عارضی اور

زوال پذیر ہوتو اس کا نام حال ہے جس طرح سونے کا زرد رنگ ثابت اور قائم ہے اور خوف زدہ آدمی کا زرد رنگ سریع الزوال ہے اور مریض کا زرد رنگ ان دونوں کے مابین ہے اسی طرح دل کی صفات بھی سونے کے رنگ کی طرح ثابت اور قائم ہو جائیں تو وہ مقام کہلاتی ہیں اور اگر زوال پذیر ہوں تو حال کہلاتی ہیں۔(احیاء)

● رجاء بھی مومن کے دل کا حال ہے مگر سالکین کے دل کا مقام بن جاتا ہے علم کا ثمر اور انجام حال ہوتا ہے اور حال کا ثمر اور نتیجہ عمل ہوتا ہے علم حال کا تقاضا کرتا ہے اور حال عمل کا تقاضا کرتا ہے مثلاً مغفرت کی رجاء کا علم رجاء اور امید کا باعث ہوگا اور رجاء اعمال صالحہ کا باعث ہوگی تاکہ مغفرت ہوسکے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ ہر وہ امر جو مکروہ اور ناپسندیدہ یا پسندیدہ اور محبوب ہے اور آدمی کو لاحق ہوسکتا ہے وہ حال میں موجود ہے یا ماضی میں موجود تھا یا مستقبل میں موجود ہوگا۔ جب ماضی میں موجود مکروہ یا محبوب کا تصور آئے گا تو اس کو ذکر یا تذکر کہیں گے اور حال میں موجود امر کے تصور کو ادراک اور وجد اور ذوق کہیں گے اور مستقبل میں موجود ہونے والے امر کا تصور جب دل پر غالب ہوتا ہے تو اسکو توقع اور انتظار کہتے ہیں اگر امر منتظر مکروہ ہو تو اس کے تصور سے دل میں الم اور درد پیدا ہوگا اس کا نام خوف ہے اور اگر امر منتظر محبوب اور پسندیدہ ہے، اسکے انتظار اور حصول کے تصور سے لذت اور فرحت حاصل ہوگی اس کو رجاء کہتے ہیں لہذا

● رجاء اس قلبی فرحت اور راحت کا نام ہے جو آدمی کے نزدیک محبوب کے حصول کے انتظار کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

● اور خوف اس قلبی الم اور قلق کا نام ہے جو مستقبل میں مکروہ اور ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔(احیاء) اور رجاء میں ضروری ہے کہ متوقع محبوب کیلئے کوئی سبب ہو اگر محبوب کے حصول کے اکثر اسباب حاصل ہو جانے کی وجہ سے محبوب کا انتظار ہے تو یہ

رجاء ہے۔ اور اگر محبوب کے حصول کے اسباب معدوم ہیں اور آدمی محبوب کے حصول کی امید رکھتا ہے تو یہ غرور اور حماقت ہے اور اگر محبوب کے حاصل ہونے کے اسباب کے وجود یا انتفاء کا علم ہی نہیں تو اس صورت میں محبوب کے انتظار اور حصول کی توقع کو تمنا اور آرزو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ انتظار بغیر سبب ہے۔

● بہر حال رجاء اور خوف کا اطلاق اس امر کے وجود کی وجہ سے ہوگا جس کے حصول میں تردد اور شک ہو۔ ہوسکتا ہے حاصل ہو جائے اور ہوسکتا ہے حاصل نہ ہو اور اگر وہ امر قطعی الوقوع ہو تو اس کے وقوع کو رجاء اور خوف نہیں کہا جاتا مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ طلوع کے وقت مجھے طلوع شمس کی اُمید اور رجاء ہے اور غروب شمس کے وقت مجھے غروب شمس کا خوف ہے کیونکہ طلوع اور غروب اپنے اپنے وقت قطعی الوقوع ہیں یہاں یہ کہا جائیگا مجھے بارش ہو جانے کی اُمید ہے بارش کے منقطع ہونے کا خوف ہے۔ (احیاء)

● امام غزالی اسکی توضیح کیلئے بیان فرماتے ہیں کہ ارباب قلوب پر واضح ہے کہ دنیا آخرۃ کی کھیتی ہے اور دل کی مثال زمین کی ہے اور ایمان کی مثال دل میں بیج کی ہے اور عبادات اور طاعات کی مثال زمین کی اصلاح اور پانی کے راستے بنانے اور زمین تک پہنچانے کے ہیں۔ اور وہ دل جو دنیا میں مستغرق ہے اسکی مثال تھور والی زمین کی ہے جس میں بیج نہیں اگتا اور قیامت کے دن کی مثال کھیتی کاٹ کر اٹھانے کی ہے۔ انسان وہی کھیتی کاٹے گا جسکو اس نے کاشت کیا اور کھیتی بغیر ایمان کے بیج کے پیدا نہیں ہوسکتی اور قلب کی خباثت اور قساوت کے ساتھ ایمان کا بیج کھیتی میں نہیں اُگے گا۔ (احیاء)

● مناسب ہے کہ مغفرت اور بخشش کی اُمید اور رجاء رکھنے والے آدمی کو کھیتی والے آدمی پر قیاس کیا جائے ہر وہ شخص جس نے کھیتی کیلئے اچھی زمین کا انتخاب کیا اور اس میں اچھا بیج کاشت کیا پھر اس زمین کو اپنے اپنے اوقات میں اچھا پانی پلاتا رہا اور کھیتی کی زمین سے

کانٹے اورگھاس اوررکاوٹ بننے والی چیزیں صاف کرتا رہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل پر امید رکھ کر آسمانی آفات سے پناہ مانگتا رہا حتی کہ کھیتی مکمل ہوگئی اس تتمیم اور تکمیل کے انتظار کا نام رجاء ہے اور اگر اس آدمی نے تھوروالی زمین میں بیج ڈالا یا بلند اور سخت زمین میں بیج ڈالا جس پر پانی نہیں پہنچ سکتا یا بےکار سڑا ہوا بیج کاشت کیا پھر آدمی کھیتی کی تکمیل کا انتظار کرتا ہے تو یہ انتظار غرور اور حماقت ہے رجاء نہیں ہے اور اگر کھیتی کیلئے اس شخص نے اچھی زمین کا انتخاب کیا مگر پانی کا انتظام نہیں کرسکا بارش کے پانی کے انتظار میں وہاں بیٹھا رہا جہاں بارشیں زیادہ نہیں ہوتیں تو اس آدمی کا کھیتی پکنے اور اٹھانے کا انتظار تمنا کہلاتی ہے۔

● لہٰذا رجاء محبوب کے حصول کی اس انتظار پر صادق آئیگا جس میں بندے کی اختیار میں ہونے والے سب اسباب پائے جائیں اور صرف وہ امور باقی ہُوں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتے ہوں مثلاً جب آدمی ایمان کا بیج کاشت کرتا ہے اور اسے طاعات کے پانی سے سیراب کرتا ہے اور دل کو ردی اخلاق کے کانٹوں سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر حسن خاتمہ اور مغفرت کی اُمید رکھتا ہے تو یہ اُمید رجاء اور محمود اور مطلوب ہے اور اگر آدمی نے ایمان کی کھیتی کو پانی نہیں پلایا اور اُسے ردی اخلاق کے کانٹوں سے پاک نہیں کیا اور دنیا کی لذات میں کھوگیا پھر بھی مغفرت کی اُمید رکھتا ہے تو وہ شخص احمق ہے اور مغرور ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **"اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسُهٗ وَ عَمِلَ بِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْاَحمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسُهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ الْجَنَّةَ."** عقل مند اور دانا وہ شخص ہے جس کا نفس مطیع ہوگیا اور موت کے بعد ہونے والے واقعات کیلئے اس نے عمل کیا اور وہ شخص احمق اور بےوقوف ہے جس کے نفس نے اسکی خواہشات کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ پر جنت کی آرزو رکھتا ہے۔ (احیاء)

● وہ آدمی جو طاعات میں کوشش کرتا ہے اور معاصی سے اجتناب کرتا ہے وہ حق دار ہے کہ

اللہ تعالی سے جنت کی امید رکھے اور وہ شخص جو صاحب عصیان ہے وہ توبہ کرے اور تقصیرات کا تدارک کرے اور قبول ہونے کی امید رکھے اور توبہ سے پہلے اگر وہ شخص معاصی سے شرمندہ ہوتا ہے اور حسنات اسکو اچھے لگتے ہیں اور معاصی کے ارتکاب پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور توبہ کی خواہش رکھتا ہے وہ مستحق ہے کہ توبہ کی توفیق کی اُمید رکھے کیونکہ معاصی پر کراہت اور ندامت بھی مغفرت کے اسباب سے ہے لہذا یہ رجاء ہے مگر وہ شخص جو دنیاوی امور اور معاصی میں منہمک اور غرق ہے معاصی پر ندامت محسوس نہیں کرتا اور توبہ اور رجوع کا ارادہ نہیں کرتا مگر مغفرت کی امید رکھتا ہے وہ احمق ہے حضرت یحی بن معاذ نے فرمایا سب سے بڑا اغترار گناہوں میں منہمک ہوکر بغیر ندامت کے معافی کی امید رکھنا اور بغیر طاعت کے اللہ تعالی کے قرب کی توقع رکھنا اور جہنم کے بیج (معاصی) کی کاشت سے جنت کی کھیتی کی اُمید رکھنا ہے۔(احیاء)

- رجاء محمود اور اس کی ضد یأس مذموم ہے۔ رجاء اس لئے محمود ہے کہ وہ اعمال صالح کیلئے محرک اور باعث ہے حسن ظن اور مغفرت کی امید پر آدمی عمل کرنے اور ترک معصیت کی کوشش کرتا ہے اور مشقت اٹھاتا ہے اور یأس اس لئے مذموم ہے کہ اس میں آدمی اعمال صالح کی کوشش ترک کرکے بیٹھ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے جب مغفرت ہی نہیں تو اعمال صالح کرنے کی مشقت کیوں اٹھاؤں اور معاصی کے لذات کو کیوں ترک کروں۔

فائدہ:

خوف الٰہی رجاء کی ضد نہیں ہے بلکہ خوف رجاء کا معاون اور رفیق ہے۔ ان کا باہمی تعلق سمندر اور ساحل کا سا ہے کہ جس طرح ساحل کے احاطے میں سمندر ہے اسی طرح رجاء کے احاطے میں خوف کا سمندر موجزن ہو۔ جسطرح رجاء اعمال صالح کیلئے محرک اور باعث ہے اسی طرح خوف بھی اعمال صالح کیلئے محرک اور باعث ہے۔ رجاء اور خوف میں

صرف اتنا فرق ہے کہ رجاء بطور رغبت اعمال کیلئے باعث ہے اور خوف بطور رہبت اعمال کیلئے باعث ہے۔ رجاء کی علامت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالی کی طرف دائمی توجہ رکھتا ہے اور توجہ حاصل ہونے سے تلذذ حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالی کے ساتھ مناجات اور تملق کرنے میں اللہ تعالی کا احسان اور شفقت محسوس کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی آدمی کسی بادشاہ یا کسی شخص سے امید رکھتا ہے تو وہ اس بادشاہ کے ساتھ بات کرنے اور خوشامد کرنے اور عاجزی کے ساتھ پیش آنے کو ضروری سمجھتا ہے اور اس میں وہ تلذذ پاتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ محسوس نہیں کرتا تو وہ مقام رجاء سے محروم ہے غرور اور تمنا میں گرفتار ہے۔ (احیاء)

● رجاء کا اعمال صالح کیلئے باعث ہونے کی دلیل حضرت زید الخیل (زید الخیر) کی حدیث ہے جب اس نے سرور کونین ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ''جِئتُ لِاَسْئَلُکَ عَنْ عَلَامَةِ اللّٰہ. فِیْمَنْ یُرِیْدُ وَ عَلَامَةَ اللّٰہِ فِیْمَنْ لَا یُرِیْدُ؟'' میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے سوال کروں کہ اللہ تعالی کا کس آدمی میں خیر کا ارادہ ہے اور کس میں خیر کا ارادہ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''کَیْفَ اَصْبَحْتَ'' تو نے کیسے صبح کی؟ اس نے عرض کیا ''اَصْبَحْتُ اُحِبُّ الْخَیْرَ وَاَھْلَہٗ'' میں نے اس حال میں صبح کی کہ خیر اور اہلِ خیر سے محبت کرنے والا تھا ''وَاِذَا قَدَرْتُ عَلٰی شَیْءٍ مِنْہُ سَارَعْتُ اِلَیْہِ وَاَیْقَنْتُ بِثَوَابِہٖ وَاِذَا فَاتَنِیْ مِنْہُ شَیْءٌ حَزِنْتُ عَلَیْہِ و حَنَنْتُ اِلَیْہِ'' اور جب میں خیر کی کسی چیز پر قادر ہوتا ہوں تو اسکی طرف جلدی کرتا ہوں اور اس کے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور اگر خیر میں کوئی چیز مجھ سے فوت ہو جائے تو اس پر غمگین ہوتا ہوں اور اسکی طرف رجوع کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ھٰذِہٖ عَلَامَةُ اللّٰہِ فِیْمَنْ یُرِیْدُ وَ لَوْ اَرَادَکَ لِاُخْریٰ ھَیَّاکَ لَھَا ثُمَّ لَایُبَالِیْ فِیْ اَیِّ اَوْدِیَتِھَا ھَلَکْتَ'' یہی

علامت ہے اللہ تعالی کی طرف سے کسی آدمی کے ساتھ خیر کے ارادہ کی اور اگر اللہ تعالی تیرے ساتھ کسی اور چیز (شر) کا ارادہ فرماتا تو وہ تیرے لئے وہ (شر) مہیا فرماتا پھر پرواہ نہ کرتا تو کس شر اور ہلاکت کی وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

● جناب سرور عالم ﷺ نے آدمی کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے خیر کا ارادہ کرنے کی مذکورہ علامتیں بیان فرمائی ہیں اور جو شخص اُمید کرتا ہے کہ ان علامتوں کے غیر کے ساتھ خیر سے وہ مراد ہو تو وہ مغرور اور احمق ہے۔اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مغفرت کی رجاء اور امید جس کا نہ ہونا کفر ہے اور ہونا ضروری ہے یعنی یأس کفر ہے اسی طرح امن اور بے خوفی یہ کہ سوء خاتمہ اور عدم مغفرت کا یقین کر لینا بھی کفر ہے۔عقائد کی کتب میں تحریر کیا گیا ہے" اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرِّجَاءِ." (ترجمہ: ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے)

تنبیہ:۔

● رجاء اور تمنا میں فرق واضح ہو چکا ہے مگر سابقہ سطور میں امام غزالی نے رجاء کامل کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ رجاء کے لئے جملہ طاعات کرنے اور سب معاصی سے اجتناب کرنے کو ضروری فرمایا ہے۔اور نفس ایمان لانے میں رجاء کا اعتبار نہیں کیا یا ایمان کا امام غزالیؒ کے نزدیک اعتبار تو ہے مگر مصلحتاً تبلیغ کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا مگر یہ حقیقت ہے کسی کا ایمان لے آنا بھی مغفرت کے اسباب بلکہ اعظم اسباب سے ہے لہٰذا ایمان لا کر معاصی میں مبتلا آدمی مغفرت کی امید رکھے تو یہ بھی رجاء ہوگی اگرچہ رجاء کا ادنی فرد ہوگا اور یہ تمنا نہیں ہوگی جس کی وجہ سے اسکو مطلق مذموم کہا جائے اسی لئے سید الرسل سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایسے شخص کیلئے لفظ احمق کا ذکر فرمایا کہ تمنا رکھنے والا شخص کم عقل ہے لیکن محروم نہیں فرمایا۔ ہمارا عقیدہ ہے جس شخص نے بھی اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھ لیا اس کی مغفرت ضرور ہوگی۔لہذا جسطرح رجاء کامل یہ ہے کہ جو رجاء شے کے جملہ اسباب کے حصول کے بعد ہو تو رجاء ناقص یہ ہے

کہ بعض اسباب کے بعد رجاء ہو حتی کہ صرف ایمان کی وجہ سے مغفرت کی امید ہو یہ بھی رجاء ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی طرح تمنا اور اُمنیہ کے بھی دو قسم ہیں کامل اور ناقص۔ کامل یہ ہے کہ مغفرت کیلئے آدمی کے پاس کوئی سبب نہ ہو نہ کل اور نہ بعض پھر بھی مغفرت کی امید رکھی جائے تو تمنا کامل ہے جس طرح یہود و نصاری کے پاس مغفرت کیلئے کوئی ایک سبب حتی کہ ایمان بھی نہیں پھر بھی کہتے ہیں یہ جنت میں جائیں گے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: انکی یہ امانی اور آرزوئیں ہیں۔ اور تمنا ناقص جس طرح بعض اسباب حتی کہ صرف ایمان لانے والا آدمی معاصی کی کثرت کے باوجود جنت کی امید رکھے ہوئے ہے۔

- مغفرت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بیشمار واقعات لکھے ہوئے ہیں مثلاً بنی اسرائیل کے سو آدمی کے قاتل کی مغفرت اور اس شخص کی مغفرت جس کے گناہوں کے ننا وے طویل وعریض رجسٹر گناہوں کے ہونگے اور کلمۂ شہادت کے موازنہ میں ہلکے ہو جائیں گے۔ حضرت وحشی کا قصہ جس نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ایمان عطا فرما کر صحابیت کا درجہ عطا فرمایا اور اس کے شان میں آیت ''یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ'' نازل فرمائی۔ (ترجمہ: اے میرے بندے جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف فرمادے گا بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔) انشاء اللہ تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں۔ (دیکھئے ہماری کتابیں رفیق الغافلین اور رفیق المذنبین)

رحمت سے مایوسی کفر ہے:

- اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور معاصی کی مغفرت سے بالکل مایوسی تو کفر ہے مگر وہ چیز جو اللہ

تعالی کی قدرت کے تحت ہے اس کی عطا سے مایوسی بھی جائز نہیں مثلاً کسی شخص نے اولاد کیلئے دعا مانگی اور دعا مانگتے مانگتے بڑھاپا آگیا یا ڈاکٹروں نے کہا اب اولاد کا ہونا ناممکن ہے تو بھی مایوس ہونا اور علاج ترک کردینا جائز نہیں اسی طرح لاعلاج مریضوں کے مرض کے ازالہ کی دواء اور دعا ترک کردینا، مایوس ہو جانا بھی جائز نہیں یعنی کوشش اور محنت اور علاج اور دعا کو ترک کر کے بیٹھ جانا کہ اب مطلوبہ اشیاء کا حصول ممکن نہیں رہا، ناجائز ہے مگر کفر نہیں۔

مایوسی کا حقیقی مفہوم:

● مایوسی امید اور رجاء کی ضد ہے اور رجاء اور اُمید کا مفہوم یہ ہے کہ مطلوبہ اشیاء کے حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش ترک نہ ہونے پائے اور مایوسی کا مفہوم یہ ہے کہ مطلوبہ اشیاء کیلئے جدوجہد اور کوشش کو ترک کردیا جائے۔ سو انسان کا کسی انسان سے اس طرح مایوس ہونا کفر نہیں ہے مثلاً کسی آدمی نے ایک عرصہ تک کوشش کی دوسرا شخص اپنے مخالفین سے راضی ہو جائے لیکن اس کوشش کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا اور نہ سامنے آنے کی توقع ہے اب اس شخص نے مایوس ہو کر کوشش ترک کردی یہ جائز ہے اس کو کفر کہنا جہالت ہے اسی طرح دیگر امور میں مایوسی جو بندوں سے اُمید رکھنے سے ہوتی ہے مثلاً رشتہ کی امید تھی مگر دوسری جگہ نکاح ہو گیا منصب کی طلب تھی دوسرے کو وہ منصب دے دیا گیا اور طالب نے کوشش ترک کردی تو یہ مایوسی جائز ہے کفر نہیں ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہر امر میں مایوسی کفر ہے یہ صحیح نہیں ہے صرف اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔

رجاء کی فضیلت:۔

جنت کی رجاء اور امید اور لالچ کی وجہ سے عمل کرنا عذاب کے خوف کی وجہ سے عمل کرنے سے افضل ہے۔

● دو حاکم ہیں ایک کی خدمت اسکے خوف کی وجہ سے کی جاتی ہے اور ایک کی خدمت اس سے انعام حاصل کرنے کی وجہ سے کی جاتی ہے انعام کی لالچ اور امید میں منعم کی محبت اس کی خدمت کیلئے باعث اور محرک ہوتی ہے اور خوف میں جس سے خوف ہے اس کی محبت ضروری نہیں بلکہ سزا کا خوف خدمت کا باعث ہوتا ہے اور خوف کی وجہ سے خدمت کرنے والے کے ساتھ مالک کی محبت بھی زیادہ نہیں ہوتی اور رجاء کی وجہ سے خدمت کرنے والے کے ساتھ مالک کی محبت زیادہ ہوتی ہے اس لئے علماء فرماتے ہیں رجاء کی وجہ سے عمل اعلیٰ ہے بنسبت خوف کی وجہ سے عمل کرنے کے۔ اسی وجہ سے رجاء اور اللہ تعالی کے ساتھ حسن ظن کے سلسلہ میں ترغیبات خصوصاً موت کے وقت رحمت کی رجاء اور امید میں زیادہ وارد ہوئی ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے ''یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ'' (ترجمہ: اے میرے بندے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اللہ تعالی کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بے شک اللہ تعالی سارے گناہ معاف فرمادیگا بے شک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)

● حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق خبروں میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی ارسال فرمائی:

اَتَدْرِیْ لِمَ فَرَّقْتُ بَیْنَکَ وَ بَیْنَ یُوْسُفَ؟ لِاَنَّکَ قُلْتَ اَخَافُ اَنْ یَاْکُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ لِمَ خِفْتَ الذِّئْبَ وَلَمْ تَرْجُنِیْ؟ وَلِمَ نَظَرْتَ اِلٰی غَفْلَةِ اِخْوَتِهٖ وَلَمْ تَنْظُرْ اِلٰی حِفْظِیْ لَهٗ

ترجمہ:۔''کیا تو جانتا ہے میں نے تیرے اور یوسف علیہ السلام کے درمیان (چالیس سال) تفریق اور جدائی کیوں ڈالی؟ فرمایا اس لئے کہ تو نے کہا تھا میں خوف کرتا ہوں کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو۔ تو نے بھیڑیے سے خوف کیوں کیا اور مجھ

سے رجاء اور امید کیوں نہیں رکھی اور تو نے یوسف کے بھائیوں کی غفلت کو دیکھا اور میرے یوسف کیلئے حفاظت کو کیوں نہیں دیکھا۔" (احیاء)

چونکہ رجاء خوف سے افضل تھی اس لئے اللہ تعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ترک افضل پر امتحان میں ڈال دیا۔

● اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لا یَمُوْتُنَّ اَحُدُ کُمْ اِلَّا وَ ھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی**" (مسلم) ترجمہ:۔تمہارا کوئی ایک نہ مرے مگر وہ اللہ تعالی کے ساتھ حسن ظن رکھے (کہ وہ معاف فرمادیگا۔)

● اور جناب سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " **قَالَ اللّٰہ تَعَالَی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ** (ابن حبان)

ترجمہ:۔اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں جو وہ گمان میرے ساتھ رکھتا ہے پس بندہ جو چاہیے میرے ساتھ گمان رکھے اگر خیر اور مغفرت کا گمان رکھے گا تو مغفرت ہو جائے گی اور اگر سزا اور عذاب کا گمان رکھے گا تو اسے سزا ہو جائے گی ایک دن جناب رسول اکرم ﷺ ایک آدمی کے پاس اس کی نزع کے وقت تشریف لے گئے آپ نے فرمایا "**کَیْفَ تَجِدُکَ؟**" تو اپنے آپ کو کس طرح محسوس کرتا ہے اس نے عرض کیا "**اَجِدُ نِیْ اَخَافُ ذُنُوْبِی وَاَرْجُوْ رَحْمَتَ رَبِّیْ**" میں اس وقت اپنے گناہوں سے خوف رکھتا ہوں اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا "**مَا اجْتَمَعَا فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ ھٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مَا رَجَا وَ آمَنَہٗ مِمَّا یَخَافُ**" (ترمذی)

ترجمہ:۔نزع کے وقت رجاء اور خوف کسی آدمی کے قلب میں جمع نہیں ہوتے مگر اللہ تعالی

اس کو وہ عطا فرماتا ہے جسکی وہ آدمی اللہ تعالی سے امید رکھتا ہے اور اس چیز سے امن عطا فرماتا ہے جس چیز سے وہ ڈرتا ہے۔

● حضرت علیؓ نے ایک آدمی سے فرمایا جسکو ذنوب کی کثرت کے خوف نے یأس اور قنوط تک پہنچادیا تھا "یَا هٰذَا یَأْسُکَ مِنْ رَحْمِةِ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذُنُوبِکَ" اے شخص اللہ تعالی کی رحمت سے تیری ناامیدی، گناہوں سے زیادہ خطرناک ہے۔

● حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جس شخص نے گناہ کرلیا اور اُسے یقین ہے کہ گناہ پر قدرت اللہ تعالی نے دی اور اس کی رحمت پر امید رکھتا ہے کہ وہ معاف فرمادے گا تو اللہ تعالی اس کو معاف فرمادیگا۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "ذَالِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدَئکُمْ" یہ تمہارا گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ رکھا جس نے تمہیں ہلاک کیا۔ دوسری جگہ فرمایا "وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَ کُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا" تم نے (اللہ تعالی کے ساتھ) بُرا گمان رکھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم تھے۔

● حدیث شریف میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالی اپنے بندے سے فرمائے گا "مَا مَنَعَکَ اِذَا رَأَیْتَ الْمُنْکَرَ اَنْ تُنْکِرَهُ" تجھے کس چیز نے منع کیا تھا جب تو نے منکر اور برائی کو دیکھا تھا اس سے کہ تو انکار کرتا؟ وہ بندہ اللہ کی القاء کردہ تلقین سے عرض کرے گا "یَا رَبِّ رَجَوْتُکَ وَخِفْتُ النَّاسَ" اے میرے رب میں تجھ سے رحمت کی امید رکھتا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی فرمائے گا "قَدْ غَفَرْتُهُ لَکَ" (ابن ماجہ) ترجمہ:۔ بے شک میں نے وہ گناہ تیرے لئے معاف کردیا ہے۔

● حدیث شریف میں ہے ایک آدمی لوگوں کو قرضے دیتا تھا قرض واپس لینے میں غنی کے ساتھ نرمی کرتا تھا اور تنگ دست کو معاف کر دیتا تھا وہ اللہ تعالی کے ساتھ قیامت کے دن ملاقات کرے گا جب کہ اس کے پاس کوئی خیر کا عمل نہ ہوگا۔اور عملی فقیر اور تنگ دست ہوگا، اللہ عزوجل فرمائے گا " **مَنْ اَحَقُّ بِذَالِکَ مَنَّا** " معاف کرنے کے ساتھ ہم سے زیادہ کون حق دار ہے (مسلم) پھر اللہ اس آدمی کو معاف فرمادے گا حالانکہ طاعات سے اس کا دامن خالی ہوگا اس کے حسن ظن اور رجاء کی وجہ سے اسے بخش دیا جائیگا۔(احیاء)

● جب سرور دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا: **لَوْ تَعْلَمُوْ نَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَ لَخَرَجْتُمْ اِلَی الصَّعُدَاتِ تَلْدِمُوْنَ صُدُورَکُمْ وَتَجَارُوْنَ اِلیٰ رَبِّکُمْ** (احیاء)

"اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے اور تم بلندیوں کی طرف نکلتے اپنے سینے رگڑتے اور اپنے رب کی طرف پناہ مانگتے"

جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا رب فرما رہا ہے: "**لِمَ تَقْنِطُ عِبَادِیْ**؟" میرے بندوں کو مایوس کیوں کرتے ہو؟۔جناب رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور اس کے بعد لوگوں کو مغفرت اور رحمت کی نوید سنائی۔

● ایک روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

اَحِبَّنِیْ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّنِیْ وَحَبِّبْنِیْ اِلیٰ خَلْقِیْ فَقَالَ یَارَبِّ کَیْفَ اُحِبِّبُکَ اِلیٰ خَلْقِکَ؟ قَالَ اُذْکُرْنِیْ بِالْحُسْنِ الْجَمِیْلِ وَاذْکُرْ آلَائِیْ وَاِحْسَانِیْ وَ ذَکِّرْ هُمْ ذَالِکَ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْرِفُوْنَ مِنِّی اِلَّا الْجَمِیْلَ (احیاء)

ترجمہ: "اے داؤد میرے ساتھ محبت رکھ اور ہر اس شخص کے ساتھ محبت رکھ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اور میری محبت میری مخلوق کے دلوں میں پیدا کر حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا

میں مخلوق کی دل میں تیری محبت کیسے پیدا کروں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: تو مخلوق کے سامنے میرا حسن جمیل کے ساتھ ذکر کر میری نعمتیں اور احسان خود یاد کر اور ان لوگوں کو یہ یاد دلا کیونکہ میری مخلوق مجھ سے نہ جانے مگر جمیل ،یعنی رحمت اور عفو اور درگزر''

● حضرت ابان ابن ابی عیاش ان علماء میں سے تھے جو لوگوں سے رجاء اور امید کے تذکرے زیادہ کرتے تھے عذاب سے زیادہ نہیں ڈراتے تھے وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا گیا انہوں نے کہا اللہ تعالی نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کونسی چیز تیرے لئے اُمید اور رجاء کے تذکروں کیلئے باعث تھی عرض کیا یا اللہ میں چاہتا تھا کہ تجھے لوگوں کا محبوب بناؤں اور لوگ آپ سے محبت کریں اس لئے امید اور تیرے انعامات کے تذکرے زیادہ کرتا تھا اللہ تعالی نے فرمایا میں نے تیری مغفرت فرمادی۔

● حضرت یحی بن اکثم لوگوں سے عذاب کے خوف اور اللہ تعالی کی جباریت اور قہاریت کے تذکرے کثرت سے کرتے تھے۔اور لوگوں کو بہت ڈراتے تھے انہیں خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا ''**مَافَعَلَ اللّٰهُ بِکَ؟**'' اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالی نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا ''**یَا شَیْخَ السُّوءِ**'' اے برائیوں کے شیخ تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا وہ کہا تھا یعنی عذاب کے تذکرے کر کے ڈرایا تھا۔ حضرت یحیؒ بن اکثم کہتے ہیں اس وقت مجھے اللہ تعالی سے ایسے رعب نے لے لیا جسکو اللہ تعالی ہی جانتا ہے یعنی بہت زیادہ پھر میں نے عرض کیا یا رب مجھے اسطرح آپکے متعلق بیان نہیں کیا گیا اللہ تعالی نے فرمایا ''**وَمَا حُدِّثْتَ عَنِّیْ**'' میرے متعلق تجھے کیا بیان کیا گیا؟ میں نے عرض کیا مجھے عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے اور زہری نے حضرت انس اور حضرت انس نے تیرے نبی ﷺ سے اور تیرے نبی ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے اور جبرائیل علیہ السلام نے تجھ سے بیان کیا کہ تو نے فرمایا:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عِبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ وَ کُنْتُ اَظُنُّ بِکَ اَنْ لَا تُعَذِّبَنِیْ. فَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ صَدَقَ جِبْرَئِیْلُ وَ صَدَقَ نَبِیٌّ وَ صَدَقَ اَنَسٌ وَ صَدَقَ الزَّھْرِیُّ وَصَدَقَ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَ صَدَقْتَ

ترجمہ: ''میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں جو شخص میرے ساتھ جیسا گمان رکھتا ہے، پس میرا بندہ جیسا چاہے میرے ساتھ گمان رکھے اور مجھے تیرے ساتھ یہ گمان تھا کہ تو مجھے عذاب نہیں دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبرئیل اور میرے نبی اور انس اور زہری اور معمر اور عبدالرزاق نے سچ کہا اور تو نے بھی سچ کہا''

حضرت یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے جنت کا لباس پہنایا گیا میرے آگے بچے چل رہے تھے اور ہم جنت کی طرف چلے تو میں نے کہا: ''**یَا لَھَا مِنْ فَرْحَۃٍ؟**'' یہ کتنی فرحت ہے؟

● حدیث شریف میں ہے بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرتا تھا اور تشدید کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ اس شخص کو فرمائے گا: ''**اَلْیَوْمَ اُؤْیِسُکَ مِنْ رَحْمَتِیْ کَمَا کُنْتَ تَقْنُطُ عِبَادِیْ مِنْھَا**'' بیہقی۔ (آج تجھے میں اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہوں جس طرح تو میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس کیا کرتا تھا)۔(احیاء)

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی جہنم میں داخل کیا جائے گا جب ایک ہزار سال تک جہنم میں رہے گا، وہ بلند آواز سے پکارے گا ''**یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ**'' (اے مہربان اے احسان کرنے والے میرے رب!) اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ: اور اس آدمی کو نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ پس اس کو لایا جائے گا، اسے اپنے رب

کے سامنے کھڑا کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جہنم کو کیسا پایا؟ وہ آدمی عرض کرے گا: بہت بری جگہ۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کو جہنم میں واپس بھیج دو۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم کی طرف چلے گا مگر پیچھے مڑ کر بار بار دیکھے گا پس اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: ''اِلٰی اَیِّ شَیْءٍ تَلْتَفِتُ؟'' (پیچھے کس چیز کو دیکھتے ہو؟) وہ آدمی عرض کرے گا: مجھے امید تھی یا رب کہ تو مجھے جہنم سے نکال لینے کے بعد دوبارہ جہنم میں نہیں بھیجے گا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلَی الْجَنَّةِ'' بیہقی (اس کو جنت کی طرف لے جاؤ) معلوم ہوا کہ امید اور رجاء قیامت کے دن بھی کام آئے گی، قیامت کے دن عفو کی امید رکھنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ (انشاء اللہ)

رجاء اور امید پیدا کرنے کا طریقہ:

دل میں امید اور رجاء پیدا کرنے کے دو آدمی محتاج ہوتے ہیں: ایک وہ شخص جس پر گناہ کی کثرت کی وجہ سے ناامیدی اور یاس غالب آچکی ہے، عبادت اور عمل چھوڑ بیٹھا ہے۔ دوم وہ شخص جس پر خوف غالب ہے اور وہ اتنی عبادت کرتا ہے کہ اس کی صحت پر اثر پڑ رہا ہے یا اس سے اس کے گھر والوں کو ضرر پہنچ رہا ہے اور ان کی کفالت نہیں ہو رہی۔ یہی دو آدمی ہیں جن کو رجاء کا علاج مفید ہوسکتا ہے مگر وہ گنہگار آدمی جو سرکش اور مغرور اور اللہ پر تمنا رکھنے کی وجہ سے عبادت سے اعراض کرتا ہے اور معاصی میں غرق ہے اس کے لئے رجاء کی دواء زہرِ قاتل ہوگی۔ جس طرح شہد اس آدمی کے لئے شفا ہے جس پر برودۃ غالب ہے مگر جس آدمی پر حرارۃ غالب ہے اس کے لئے شہد مہلک ہے۔ لہٰذا مغرور کے حق میں رجاء نہیں بلکہ خوف پیدا کرنے کی دوا اور علاج مفید ہوسکتا ہے اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا: عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف بھی نہ کرے۔ (احیاء)

● مایوس، تارکِ عبادت اور خائف مغلوب الخوف عابد کے لئے رجاء پیدا کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ بیشمار دنیاوی نعمتوں میں تفکر اور تدبر کرایا جائے مثلاً اسے کہا جائے موجودہ دور میں سابقہ ادوار سے گناہوں کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم کی نسبت بھی کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ موجودہ دور میں سفر کے لئے ہوائی جہاز اور ریل اور موٹریں اور رہنے کے لئے صاف ستھرے اور ایئر کنڈیشنڈ مکانات اور کھانے پینے کے لئے بیشمار انواع اور اقسام اور باہم رابطہ کے لئے موبائل سسٹم اور امراض کے علاج کے لئے بیشمار سہولتیں وغیرہا۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دنیا میں یہ عالم ہے کہ ساری ساری رات زنا کرنے اور شراب پینے والوں اور سینکڑوں قتل کرنے والوں کا ایک وقت کا کھانا بلکہ ناشتہ بھی نہیں روکتا اور یہ کرم صرف ایک رحمت کی تقسیم کی وجہ سے ہے اور ننانوے رحمتیں آخرت کے لئے ریزرو اور محفوظ ہیں جو اللہ تعالیٰ استعمال فرمائے گا تو پھر آخرت میں کرم کا کیا حال ہوگا؟ صاحبِ قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں:

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ ذِلَّةٍ عَظُمَتْ

اِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

ترجمہ: ''اے نفس! بڑی بڑی لغزشوں کی وجہ سے ناامید نہ ہو کیونکہ کبیرہ گناہ بخشش میں صغیرہ گناہوں کی طرح ہیں۔''

لَعَلَّ رَحْمَتَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا

تَأْتِيْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

''شاید میرے رب کی رحمت جب وہ تقسیم کرے گا اس کی رحمت کا حصہ ہر شخص کی قسمت میں اس کے گناہوں کے اندازہ کے مطابق آئے گا''

یعنی زیادہ گناہوں والے مومن کو رحمت کا زیادہ حصہ ملے گا لہٰذا گنہگار آدمی کو باور

کرایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے معاف فرمادے گا۔

● دوم اسے ایسی قرآنی آیات پڑھائی اور سمجھائی جائیں جن میں مغفرت اور عفو اور رحمت کا ذکر ہے۔ مثلاً

قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلیٰ اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اور ایک قرأت میں ہے: **لَا یُبَالِیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.** (سورہ الزمر: آیت ۵۶-۵۷)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیں اے میرے بندے! جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بیشک اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف فرمادے گا بیشک وہ غفور رحیم ہے اور ایک روایت میں ہے: اسے کوئی پرواہ نہیں وہ غفور رحیم ہے''

اور ''**وَالْمَلَائِکَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ**(الآیة)

ترجمہ: ''اور ملائکہ اپنی حمدوں کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین میں موجود لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

● اور اللہ تعالیٰ نے جہنم اپنے دشمنوں کے لئے تیار کی ہے اور اپنے اولیاء کو صرف ڈرایا ہے۔ فرمایا: **لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَالِکَ یَخُوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ**(سورہ) (ترجمہ: کافروں کے لئے ان کے اوپر سے سائے ہیں جہنم کی آگ سے اور کے نیچے سے سائے ہیں۔ اللہ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔) اور فرمایا: **وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ** (ترجمہ: جہنم کی آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے) اور ایک جگہ فرمایا: **فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی لَا**

يَصۡلاهَا اِلَّا الۡاَشۡقیٰ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی. (ترجمہ: پس تمہیں میں ڈراتا ہوں ایسی آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہیں جائے گا اس میں مگر زیادہ شقی وہ جس نے تکذیب کی اور پیٹھ پھیری۔)

● وَ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلیٰ ظُلۡمِهِمۡ (ترجمہ: اور بے شک تیرا رب مغفرت والا ہے لوگوں کے لئے ان کے ظلم پر) ایک اور جگہ فرمایا: وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضیٰ. (ترجمہ: اور ضرور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا فرمائے گا پس تو راضی ہو جائے گا۔) حدیث شریف میں آتا ہے: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ لَا یَرۡضیٰ مُحَمَّدٌ وَ وَاحِدٌ مِّنۡ اُمَّتِهٖ فِی النَّارِ. فرمایا: یَوۡمَ لَا یُخۡزِیَ اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ. (ترجمہ: تاجدار کونین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محمد راضی نہیں ہوگا اس حال میں کہ کوئی ایک اس کی امت سے جہنم میں ہو۔)

● اور اس قسم کی احادیث پڑھی جائیں اور سنائی جائیں جن سے رجاء اور امید غالب ہو جائے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالیٰ نے جناب رسولِ کریم ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ قیامت کے دن اِنِّیۡ اَجۡعَلُ حِسَابَ اُمَّتِکَ اِلَیۡکَ قَالَ لَا یَا رَبِّ! اَنۡتَ اَرۡحَمُ بِهِمۡ مِنِّیۡ. فَقَالَ اِذَنۡ لَا نُخۡزِیۡکَ فِیۡهِمۡ. (تفاسیر) ترجمہ: ''بیشک میں آپ کی امت کا حساب تیرے سپرد کرتا ہوں۔ آپ ﷺ عرض کریں گے نہ یا رب! تو مجھ سے میری امت پر زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب آپ کو ہم آپ کی امت میں شرمندہ نہیں کریں گے۔

● حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہوں کے متعلق عرض کیا کہ: اے میرے رب! میری امت کا حساب مجھے کرنے

دے تاکہ میری امت کے گناہوں پر میرے علاوہ کوئی نہ مطلع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: وہ لوگ آپ کی امت ہے اور میرے بندے ہیں اور میں آپ سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں ان کے لئے ان کا حساب اپنے غیر کی طرف نہیں کروں گا تاکہ ان کے گناہوں کو نہ تو دیکھے اور نہ تیرا غیر دیکھے۔ (احیاء) ان دونوں حدیثوں میں موافقت اس طرح ہوسکتی ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف کلام ہوگا۔

● سرورِکونین ﷺ نے فرمایا:

''حَیَاتِیْ خَیْرُ لَّکُمْ وَ مَوْتِیْ خَیْرُ لَّکُمْ اَمَّا حَیَاتِیْ فَاُسِّس لَکُمُ السُّنَنَ وَ اَشْرَعُ لَکُمُ الشَّرَائِعَ وَ اَمَّا مَوْتِیْ فَاِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فَمَا رَأَیْتُ مِنْهَا حَسَنًا حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَیْهِ وَ مَا رَأَیْتُ مِنْهَا سَیِّئًا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالیٰ لَکُمْ'' (مسلم)

ترجمہ: ''میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے لیکن حیات اس لئے کہ تمہارے لئے میں سنتیں جاری کرتا ہوں اور شرعی احکام بیان کرتا ہوں لیکن وفات اس لئے کہ تمہارے اعمال میرے اوپر پیش کئے جاتے ہیں جب میں ان اعمال میں نیکی دیکھتا ہوں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں ان اعمال میں برائی دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ یعنی وصال کے بعد بھی تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں''

● کروڑوں درود وسلام ہو آپ ﷺ پر کہ ہر وقت حیات وفات کے لمحات میں اپنی امت کی فکر میں ہیں اور آپ کا ہمارے لئے استغفار بڑی امید کی بات ہے۔ چونکہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے **''اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ**

وَ الْـمُـؤْمِـنَـاتِ“ (۱۹-۴۷)(آپ اپنے لئے اور مؤمنین ومؤمنات کے لئے استغفار کریں) تو لازمی طور پر آپ سب مؤمنوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے ”سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَ لَا نَسُؤُکَ“ (عنقریب ہم آپ کو آپ کی امت کے سلسلے میں راضی کریں گے اور شرمندہ نہیں کریں گے)

● میں (رفیق حسنی) عموماً بیان کرتا رہتا ہوں کہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ ہمت دینے والا امر اور مغفرت کا باعث دعا ہے۔ دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان ایک دوسرے کے لئے روزانہ پانچ وقت کی نمازوں میں ہر آخری قعدہ میں مغفرت کی دعا (رَبِّ اغْـفِـرْ لِـیْ وَ لِـوَالِـدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ) پڑھتے ہیں جس میں ہم جیسے گنہگار بھی داخل ہوتے ہیں اور یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کرتے رہے اور ہمارے نبی شفیع معظم سید العرب والعجم رحمۃ للعالمین ﷺ بھی دعا کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں اور فرشتے اور جانور اور پرندے بھی ہمارے لئے استغفار کر رہے ہیں۔ جس طرح قرآن وحدیث میں مذکور ہے اور موجودہ دور میں حج پر تقریباً پچاس ساٹھ لاکھ لوگ حاضری دیتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے لئے مغفرت کی دعائیں ہر وقت کرتے ہیں خصوصاً نمازوں کے آخری قعدہ میں ضرور کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ان دعاؤں کی وجہ سے رحمٰن ورحیم ضرور کرم فرمائے گا۔

● ایک دن جناب رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: ”یَـا کَـرِیْـمَ الْـعَفْوِ“ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کریم العفو کی تفسیر جانتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے گنہگاروں کو معاف کر کے سیئات کو حسنات کے ساتھ اپنے کرم سے بدل دے۔ (احیاء)

● حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”لَـوْ اَذْنَـبَ الْـعَبْدُ حَتّٰی تَبْلُغَ ذُنُوْبُهٗ

عِنَانَ السَّمَاءِ غَفَرْتُهَا لَهٗ مَا اسْتَغْفَرَنِیْ وَ رَجَانِیْ'' بخاری ومسلم (اگر آدمی گناہ کرتا رہے حتی کہ اس کے گناہ آسمان کی چھت تک پہنچ جائیں میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ استغفار کرتا رہے اور مجھ سے امید رکھے)

● حدیث شریف میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**لَوْ لَقِیَنِیْ عَبْدِیْ بِقِرَابِ الْاَرْضِ ذُنُوْبًا لَقِیْتُهٗ بِقِرَابِ الْاَرْضِ مَغْفِرَةً**'' (مسلم شریف) (اگر میرا بندہ زمین کے وزن اور موٹائی کے برابر گناہوں کے ساتھ میرے پاس حاضر ہو کر ملاقات کرے گا تو میں اپنی زمین کے وزن اور موٹائی کے برابر رحمت اور مغفرت کے ساتھ پیش آؤں گا)

● حدیث شریف میں ہے جب انسان گناہ کرتا ہے گناہ لکھنے والا فرشتہ چھ گھنٹے (ساعات) تک کچھ نہیں لکھتا۔ اگر وہ آدمی اس گناہ سے توبہ اور استغفار کرلے تو وہ فرشتہ گناہ نہیں لکھتا اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جب فرشتہ گناہ لکھ دیتا ہے اور وہی آدمی کوئی ایک نیکی کر لیتا ہے، دائیں ہاتھ والا فرشتہ بائیں ہاتھ والے فرشتہ کو حکم کرتا ہے (کیونکہ صاحبِ یمین فرشتہ صاحبِ شمال پر حاکم ہے) کہ اس آدمی کو ایک نیکی کرنے کی وجہ سے دس نیکیوں کا ثواب ملا ہے تو نیکی کے دسویں حصہ کے معاوضہ میں اس کا گناہ ساقط کردے اور باقی نو نیکیاں محفوظ رکھ لے۔ اس پر صاحبِ شمال فرشتہ اس آدمی کا تحریر شدہ گناہ مٹا دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے ''**اَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ**'' اگر گناہ ہو جائے تو گناہ کے بعد نیکی کرو۔ (احیاء)

● حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سید المرسلین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**اِذَا اَذْنَبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا کُتِبَ عَلَیْهِ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ وَ اِنْ تَابَ عَنْهُ؟ قَالَ مُحِیَ**

عَنْهُ. قَالَ فَاِنْ عَادَ؟ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یُکْتَبُ عَلَیْهِ. قَالَ الْاَعْرَابِیُّ فَاِنْ تَابَ؟ قَالَ مُحِیَ عَنْهُ مِنْ صَحِیْفَتِهٖ. قَالَ اِلٰی حَتّٰی؟ قَالَ اِلٰی اَنْ یَّسْتَغْفِرَ وَ یَتُوْبَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَمَلُّ مِنَ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰی یَمَلَّ الْعَبْدُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ فَاِذَا هَمَّ الْعَبْدُ بِحَسَنَةٍ کَتَبَهَا صَاحِبُ الْیَمِیْنِ حَسَنَةً قَبْلَ اَنْ یَّعْمَلَهَا فَاِنْ عَمِلَهَا کُتِبَتْ عَشَرُ حَسَنَاتٍ ثُمَّ یُضَاعِفُهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی اِلٰی سَبْعِ مِأَةِ ضِعْفٍ وَ اِذَا هَمَّ بِخَطِیْئَةٍ لَمْ تُکْتَبْ عَلَیْهِ فَاِذَا عَمِلَهَا کُتِبَتْ خَطِیْئَةٌ وَاحِدَةٌ وَ وَرَاءَ هَا حُسْنُ عَفْوِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ. (احیاء)

ترجمہ: ”جب آدمی گناہ کرتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں وہ گناہ لکھ دیا جاتا ہے پس ایک اعرابی نے عرض کیا: اگر وہ توبہ کرلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس گناہ کو نامۂ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے۔ اعرابی نے عرض کیا: اگر آدمی دوبارہ گناہ کرلے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس پر لکھ دیا جاتا ہے۔ اعرابی نے عرض کیا: اگر توبہ کرلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گناہ اس کے صحیفہ سے مٹا دیا جاتا ہے۔ اعرابی نے عرض کیا: کب تک؟ (گناہ کی مغفرت ہوتی رہے گی؟) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک آدمی استغفار کرتا رہے اور اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرتا رہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت سے نہیں اکتاتا جب تک بندہ استغفار سے نہ اکتائے اور جب آدمی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صاحبِ یمین فرشتہ نیکی کا عمل کرنے سے پہلے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر آدمی عمل کرلے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس نیکی کو سات سو گنا تک بڑھا دیتا ہے اور جب آدمی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر گناہ نہیں لکھا جاتا اور جب گناہ کرلیتا ہے تو اس آدمی کے اوپر صرف ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے مگر اس کے بعد بھی اللہ عزوجل کا حسین عفو موجود ہوتا ہے۔

● ایک آدمی جناب رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَا اَصُوْمُ اِلَّا الشَّھْرَ وَ لَا اَزِیْدُ عَلَیْہِ وَ لَا اُصَلِّیْ اِلَّا الْخَمْسَ وَ لَا اَزِیْدُ عَلَیْہِ وَ لَیْسَ لِلّٰہِ فِیْ مَالِیْ صَدَقَۃٌ وَ لَا حَجٌّ وَ لَا تَطَوُّعٌ، اَیْنَ اَنَا اِذَا مِتُّ؟ یا رسول اللہ ﷺ میں روزے نہیں رکھتا مگر رمضان کے اور اس پر میں زیادہ نہیں کرتا اور میں نہیں پڑھتا نمازیں مگر پانچ ان سے زائد نہیں پڑھتا اور میرے مال میں اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ اور حج اور نفلی صدقہ نہیں ہے، جب میں مروں گا تو میں کہاں ہوں گا؟ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ قَالَ نَعَمْ مَعِیَ اِذَا حَفِظْتَ قَلْبَکَ مِنَ اثْنَتَیْنِ الْغِلَّ وَالْحَسَدَ وَ لِسَانَکَ مِنَ اثْنَتَیْنِ الْغِیْبَۃَ وَالْکِذْبَ وَ عَیْنَیْکَ مِنَ اثْنَتَیْنِ النَّظْرَ اِلٰی مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ اَنْ تَزْدَرِیْ بِھِمَا مُسْلِمًا دَخَلْتَ مَعِیَ الْجَنَّۃَ عَلٰی رَاحَتَیْنِ. (احیاء)

ترجمہ: ”پس رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: ہاں تو میرے ساتھ ہوگا جب تو اپنے دل کو دو چیزوں کینہ اور حسد سے محفوظ رکھے اور اپنی زبان کو تو دو چیزوں غیبت اور جھوٹ سے محفوظ رکھے اور اپنی آنکھوں کو تو دو چیزوں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء اور خواتین کی طرف شہوۃ کی نظر اور کسی مسلم کو ان آنکھوں کے ساتھ حقارت کی نظر سے محفوظ رکھے تو میرے ساتھ جنت میں ان دو راحتوں پر داخل ہوگا۔“ (احیاء ص:۱۴۸:۴)

● ایک اعرابی نے عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَنْ یَّلِیْ حِسَابَ الْخَلْقِ؟ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! خلق کے حساب کا کون متولی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ۔ اعرابی نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ خود بنفسہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر اعرابی ہنس پڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لِمَ ضَحِکْتَ یَا اَعْرَابِیُّ؟ تو کس چیز سے ہنس پڑا

اے اعرابی؟ اعرابی نے عرض کیا: اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا قَدَرَ عَفَا وَ اِذَا حَاسَبَ صَالَحَ. بیشک کریم جب قادر ہوتا ہے تو معاف کر دیتا ہے اور جب حساب لیتا ہے تو درگزر فرماتا ہے۔ سید المرسلین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اعرابی! تو سچ کہتا ہے خبردار کوئی کریم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کرم والا نہیں اور وہی اکرم الاکرمین ہے۔ (رواہ انس)

● حضرت انسؓ سے مروی اسی حدیث میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک! اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو شرف اور عظمت عطا فرمائی ہے۔ ''وَ لَوْ اَنَّ عَبْدًا هَدَمَهَا حَجَرًا حَجَرًا ثُمَّ اَحْرَقَهَا مَا بَلَغَ جُرْمُ مَنِ اسْتَخَفَّ بِوَلِيٍّ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى'' (اگر ایک آدمی نے کعبہ کا ایک ایک پتھر گرا دیا پھر کعبہ کو آگ لگا دی اس آدمی کا یہ جرم اس آدمی کے جرم کو نہیں پہنچتا جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے کسی ایک ولی کی اہانت کی ہے) اعرابی نے عرض کیا: ''مَنْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ'' اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى'' (سارے مؤمن اولیاء اللہ ہیں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اعرابی! تو نے اللہ عزوجل کا قول نہیں سنا ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ'' (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے ان کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے، یعنی ایمان والے اولیاء اللہ ہیں۔

● ابن ماجہ کی روایت میں ہے: آپ ﷺ نے کعبہ کو خطاب فرمایا: ''مَا اَعْظَمَكَ وَ اَعْظَمَ حُرْمَتَكَ وَ الَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ حُرْمَةً مِنْكَ مَالِهٖ وَ دَمِهٖ وَ اِنْ يُظَنَّ بِهٖ اِلَّا خَيْرًا'' (اللہ تعالیٰ نے تجھے کتنا عظیم کیا ہے اور تیری حرمت کو کتنا عظیم کیا ہے! قسم ہے اس ذات کی جس کی قدرت میں میری جان ہے البتہ خود مومن کی حرمت تیری حرمت سے عظیم تر ہے اور مومن کے مال اور خون کی حرمت بھی تیری

حرمت سے عظیم ہے اور اس کے ساتھ نہ گمان کیا جائے مگر خیر کا)

● جب حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ'' (بیشک قیامت کا زلزلہ عظیم شے ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو عظیم کونسا دن ہے؟ یہ وہ دن ہوگا جس میں آدم علیہ السلام سے کہا جائے گا اٹھو اور اپنی ذریت سے جہنمی گروپ کو الگ کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: کتنے لوگ الگ کروں؟ آپ سے کہا جائے گا: ہر ہزار میں نوسوننانوے جہنم کے لئے اور ایک جنت کے لئے (راوی کہتا ہے) ''فَاَبْلَسَ الْقَوْمُ وَ جَعَلُوْا يَبْكُوْنَ وَ تَعَطَّلُوْا يَوْمَهُمْ عَنِ الْاِشْتِغَالِ وَ الْعَمَلِ'' اس کلام سے صحابہ کرام مایوس ہو گئے اور رونا شروع کر دیا اور اس دن کی شدت کی وجہ سے عمل کرنے سے معطل رکھا۔ پھر سید المرسلین ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وجہ ہے تم عمل نہیں کر رہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ نے جو کچھ بیان فرمایا اس کے بعد کون عمل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ باقی امتوں میں سے کتنے لوگ ہوں گے؟ کہاں ہے تاویل اور ثاریث اور منسک اور یاجوج اور ماجوج ایسی قومیں جن کی تعداد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور تمہاری مثال باقی قوموں میں ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی جلد میں صرف ایک بال سفید ہو اور جیسے جانور کے بازو میں ایک نشان ہو۔ (ترمذی)

● آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی یأس اور ناامیدی کو ختم فرمایا اور امید دلائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے گا۔ کیونکہ نوسوننانوے جہنمیوں کی نسبت کافروں سے پوری کی جائے گی اور ایک فی ہزار میں ایمان والے ہوں گے۔

● حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اپنی رحمت اور فضل سے لوگوں کو جنت کی طرف لے جانے اور ہانکنے کے لئے چابک اور ڈنڈا بنایا ہے۔

● مشہور حدیث ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ایک حدیث شریف میں ہے:''مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ'' (جس آدمی نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہوگا) اور ایک حدیث میں ہے:''مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ'' (جس شخص کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہوگا اس کو آگ نہیں چھوئے گی)

● ایک حدیث میں ہے، اگر کافروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت معلوم ہوتی تو ان میں سے کوئی جنت سے مایوس نہ ہوتا۔

توابین محبینِ الٰہی ہیں:

● حدیث شریف میں ہے''لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرَ لَهُمْ'' ایک روایت میں ہے''لَذَهَبَ بِكُمْ وَ جَاءَ بِخَلْقٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرَ لَهُمْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ'' اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی خلق پیدا فرماتا وہ گناہ کرتے پس اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔ایک روایت میں ہے کہ البتہ تمہیں وفات دے دیتا اور ایسی خلق پیدا فرماتا وہ گناہ کرتے پس اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا بیشک وہ غفور رحیم ہے۔

● ایک حدیث میں ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو مجھے گناہ سے زیادہ بڑی چیز کا تمہارے اوپر خوف ہے۔عرض کی گئی وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''اَلْعُجْبُ'' وہ عجب اور خود پرستی ہے۔

● سید الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِيْقَةِ بِوَلَدِهَا''(قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے ساتھ شفیق والدہ کی اپنی اولاد

کے ساتھ شفقت سے زیادہ رحیم ہے)

● حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسی اور اتنی مغفرت فرمائے گا کہ کسی آدمی کے دل پر نہیں گزری ہوگی حتی کہ ابلیس بھی مغفرت کے لئے امیدوار نظر آئے گا۔

● حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک سو رحمتیں ہیں، اس نے ننانوے (۹۹) رحمتیں اپنے پاس ذخیرہ فرمائی ہیں اور ان میں سے ایک دنیا میں ظاہر فرمائی۔ ایک رحمت کی وجہ سے ساری خلق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے پس والدہ اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے اور سارے جانور اپنے بچوں پر نرمی کرتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ دنیا کی رحمت کو ننانوے رحمتوں سے ملا کر اپنے ساری خلق پر بچھا دے گا۔ ایک رحمت ہی آسمان اور زمین کے اوپر طباق کی طرح پوری ہو جائے گی۔ فرمایا: اس دن نہیں ہلاک ہوگا مگر ہلاک ہونے والا۔

● حدیث شریف میں ہے "**مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يُدْخِلُهُ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَ لَا يُنَجِّيْهُ مِنَ النَّارِ. قَالُوْا وَ لَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ وَ لَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ**" (تم میں کوئی ایسا نہیں جس کو اس کا عمل جنت میں داخل کرے گا اور نہ وہ عمل جہنم سے نجات دے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور نہ آپ! آپ ﷺ نے فرمایا: نہ میں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ دیا ہے۔)

● جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ اَخْتَبَأْتُ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ أَ تَرَوْنَهَا لِلْمُطِيْعِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ بَلْ هِيَ لِلْمُتَلَوِّثِيْنَ الْمُخْلَطِيْنَ وَ فِیْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَ اِنِّیْ خَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّلْاُمَّتِیْ وَ فِیْ رِوَايَةٍ خُيِّرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ وَ بَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ

نِصۡفُ اُمَّتِی الۡجَنَّةَ فَاخۡتَرۡتُ الشَّفَاعَةَ لِاَنَّھَا اَعَمُّ وَ اَکۡفیٰ(احیاء)

ترجمہ: ''بیشک میں نے اہلِ کبائر امتیوں کے لئے اپنی شفاعت محفوظ اور ریز رو رکھی ہوئی ہے۔کیاتم گمان کرتے ہوشفاعت مطیع متقی لوگوں کے لئے ہوگی بلکہ شفاعت گناہوں سے ملوث لوگوں کے لئے ہوگی۔اور ایک روایت میں ہے ہر نبی کوایک دعا کرنے کا حق دیا گیا ہے۔میں نے شفاعت کی دعا اپنی امت کے لئے محفوظ رکھی ہے۔اور ایک روایت میں ہے: مجھے اختیار دیا گیا شفاعت کے درمیان یا یہ کہ اپنی امت میں سے آدھی جنت میں داخل ہوتو میں نے شفاعت کو اختیار کیا اس لئے کہ شفاعت عام اور کفایت کرنے والی ہے''

● حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے: جب اللہ تعالیٰ کا قول''**فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ**'' نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا: صفح جمیل کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:''**اِذَا عَفَوۡتَ عَمَّنۡ ظَلَمَکَ فَلَا تُعَاتِبۡهُ**'' جب تو اس آدمی کو معاف کردے جس نے تیرے اوپر ظلم کیا تھا پس اسے عتاب نہ کرے، یہ صفح جمیل ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کرم کی شان اس امر سے بلند ہے جس کو معاف کردے پھر اس کو عتاب کرے۔''**فَبَکیٰ جِبۡرَئِیۡلُ وَ بَکَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ**'' پس حضرت جبرئیل علیہ السلام روئے اور حضور کریم ﷺ روئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے ''**کَیۡفَ اُعَاتِبُ مَنۡ عَفَوۡتُ عَنۡهُ هٰذَا مَا لَا یَشۡبَهُ کَرَمِیۡ**''(احیاء) جس شخص کو میں نے معاف کردیا اس کو میں کس طرح عتاب کروں گا یہ میرے کرم کی شان کے لائق نہیں ہے۔

● حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جس شخص نے کوئی گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کی ستر پوشی فرمادی تو اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ آخرت میں اس کو ظاہر فرمائے اور جس شخص نے گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں اس گناہ پر سزا دے دی تو اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل سے بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے دوبارہ سزا دے۔

● حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں: سخت تاریک اور بارش کی رات خلوت کو غنیمت سمجھتے ہوئے میں نے رات کی تاریکی میں کعبہ کے دروازے کے قریب ملتزم پر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ''یَا رَبِّ اَعْصِمْنِیْ حتّٰی لَا اَعْصِیَکَ اَبَدًا'' اے میرے رب! مجھے عصمت عطا فرما حتی کہ میں ہمیشہ کے لئے تیری نافرمانی نہ کروں۔ آپ فرماتے ہیں کعبہ کے اندر غیب سے آواز دینے والے نے آواز دی ''یَا اِبْرَاھِیْمُ اَنْتَ تَسْئَلُنِیَ الْعَصْمَۃَ وَ کُلُّ عِبَادِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَطْلُبُوْنَ مِنِیّ ذَالِکَ فَاِذَا عَصَمْتُھُمْ فَعَلٰی مَنْ اَتَفَضَّلُ؟ وَ لِمَنْ اَغْفِرُ؟'' (احیاء ص:۱۵۲:۴) اے ابراہیم (تو مجھ سے عصمت طلب کرتا ہے اور میرے سارے مومن بندے بھی مجھ سے عصمت طلب کرتے ہیں۔ جب میں سب کو عصمت عطا کردوں تو کس پر میں فضل کروں گا اور کس کے لئے میں مغفرت کروں گا۔

● حضرت ربعی بن حراش اپنے بھائی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائی خیار تابعین میں سے تھے اور انہوں نے وفات کے بعد کلام فرمائی تھی۔ حضرت ربعی فرماتے ہیں جب میرا بھائی فوت ہوگیا، ہم نے غسل کے بعد انہیں کفن پہنا دیا۔ اس نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور برابر ہو کر بیٹھ گیا اور فرمایا:

''میں اپنے رب عزوجل سے ملا انہوں نے راحت وفرحت کے ساتھ تحیۃ اور سلام فرمایا اور میرا رب غضب اور غصہ والا نہیں ہے۔ اور میں نے امر آسان پایا اس درجہ

سے جس کا تم گمان کرتے ہو پس سستی نہ کرو اور بیشک محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب میرا انتظار کر رہے ہیں حتیٰ کہ میں ان کی طرف واپس جاؤں۔''

یہ کہا اور پھر وہ اس طرح لیٹ گئے جیسے بے جان آدمی ہوتا ہے۔ہم نے انہیں اٹھایا اور دفن کیا۔

● حضرت مالک بن دینار نے اپنے وقت کے واعظ حضرت ابان سے فرمایا: ''کہاں تک تم لوگوں کو آسانی اور رخصت کی باتیں بتاتے رہو گے؟'' حضرت ابان نے جواب دیا: ''اے ابو یحییٰ! میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی عفو کی امید رکھتا ہوں جس کو تم دیکھ کر فرح اور خوشی سے اپنے کپڑے پھاڑ دو'' حضرت ابان عفو و درگزر کی حکایات اور آسان احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے گئے۔

● حدیث شریف میں ہے بنی اسرائیل کے دو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بھائی بنے ہوئے تھے۔ان میں سے ایک اپنے نفس پر ظلم کرتا تھا اور گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا اور دوسرا متقی اور عابد تھا۔عابد اپنے بھائی کو گناہوں سے منع کرتا رہتا تھا اور ''عاصی'' کہا کرتا تھا۔ ''دَعْنِیْ وَ رَبِّیْ اَ بُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِیْبًا'' مجھے میرے رب پر چھوڑ دے، کیا تو میرا محافظ بنایا گیا ہے؟ حتیٰ کہ عابد نے اس کو ایک کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے وقت پالیا اور عابد سخت غصہ ہو کر کہنے لگا: ''لَا یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکَ'' اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں فرمائے گا۔جب دونوں فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے عابد کو فرمایا: ''کیا کوئی شخص میرے بندوں پر میری رحمت کو روکنے کی طاقت رکھتا ہے؟ گنہگار سے فرمائے گا: جاؤ میں نے تجھے بخش دیا ہے اور عابد سے فرمائے گا: تیرے لئے میں نے جہنم واجب کر دی ہے۔

● ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ اَهْلَکَتْ دُنْیَاهُ وَ آخِرَتَهٗ'' (ابوداؤد) پس قسم ہے اس ذات کی جس کی قدرت میں

میری جان ہے! بیشک عابد نے ایسا کلمہ کہہ دیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت برباد کردی۔

● روایت ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل میں چالیس سال سے چوری کرتا تھا۔ ایک مرتبہ چور کے گھر کے قریب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزرے اور آپ کے پیچھے ایک عابد بھی چل رہا تھا جو کہ آپ کے حواریوں میں سے تھا۔ چور نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دل میں کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا نبی جا رہا ہے اور اس کے ساتھ آپ کا حواری عابد ہے اگر میں گھر سے اتر کر ان کے ساتھ تیسرا آدمی بن کر چلوں تو بہتر ہوگا۔ چور ان کے پیچھے چلتے چلتے حواری کے قریب ہونے کی کوشش کرتا تھا مگر حواری کی تعظیم کی وجہ سے چور خود کو حقیر سمجھ کر دل میں خیال کرتا تھا کہ میرے جیسا گنہگار ایسے عابد کے ساتھ مل کر چلنے کا حقدار نہیں ہے اور عابد نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ ایک چور میرے قریب ہونا چاہتا ہے۔ چور سے فاصلہ رکھنے کی نیت سے عابد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالکل ساتھ ہو گیا، چور کو بالکل پیچھے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان دونوں سے کہہ دو نئے سرے سے عمل شروع کریں میں نے ان دونوں کے سابقہ اعمال باطل کر دیئے ہیں۔ حواری کے اعمالِ صالحہ اس کے عجب اور تکبر کی وجہ سے باطل کر دیئے ہیں اور چور کی سیئات اور گناہ اس لئے ختم کر دیئے ہیں کیونکہ اس نے اپنے نفس کو حقیر سمجھا ان دونوں کو یہ بتا دو اور چور کو اپنا حواری بنا لو اور اپنے ساتھ رکھو۔ (احیاء ۴/۱۵۳)

● روایت ہے دو عابد عبادت میں مساوی اور برابر کوشش کرتے تھے۔ جب انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا تو ان میں سے ایک کو دوسرے پر بلند درجے عطا کیئے جائیں گے۔ کم درجہ والا عرض کرے گا: اے میرے رب! ہم دونوں برابر عبادت کرتے تھے اس کو آپ نے بلند درجے عطا کیوں فرمائے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: وہ دنیا میں بلند درجہ کی جنت کا سوال کرتا تھا اور تو صرف جہنم سے نجات کا سوال کرتا تھا۔ ہم نے دونوں کے سوال پورے کر دیئے ہیں

● اس روایت سے معلوم ہوا کہ خوف کی وجہ سے عبادت کرنے سے رجاء کی بنیاد پر عبادت کرنا افضل ہے۔ کیونکہ خوف رکھنے والے شخص کی محبت پر راجی اور امید رکھنے والے شخص کی محبت غالب ہوتی ہے۔ مثلاً کتنا فرق ہے ان بادشاہوں میں جن کی خدمت لوگ محبت کی وجہ سے کرتے ہیں یا خوف اور ڈر کی وجہ سے کرتے ہیں۔ محبوب اپنے محبین پر زیادہ مہربان ہوتا ہے اور خوف رکھنے والوں کو صرف اپنی محنت کا ثمر ملتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حسنِ ظن کا حکم فرمایا ہے اور حضرت جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''**سَلُوْا اللّٰهَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى فَاِنَّمَا تَسْئَلُوْنَ كَرِيْمًا**'' (احیاء) اللہ تعالیٰ سے بلند درجوں کا سوال کیا کرو کیونکہ کریم سے تم سوال کر رہے ہو۔ اور ایک حدیث شریف میں سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

اِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰهَ فَاعْظِمُوا الرَّغْبَةَ وَاسْئَلُوا الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَيْءٌ.

''جب تم سوال کرو اللہ تعالیٰ سے رغبت بڑی کرو اور فردوس اعلیٰ کا سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز عظیم نہیں ہے''

● روایت ہے کہ ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ضیافت اور طعام طلب کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے ضیافت کھلا دوں گا۔ مجوسی چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے ابراہیم! تو نے مجوسی کو کھانا نہیں کھلایا مگر اسے اپنے دین کے چھوڑنے کی شرط پر اور ہم ستر سال سے اس کو کھانا کھلا رہے ہیں باوجودیکہ وہ مشرک ہے اگر تو اس مجوسی کو ایک رات کا کھانا کھلا دیتا تو تیرے لئے کوئی بات نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مجوسی کے پیچھے دوڑے اور واپس لائے رات اسے پاس رکھا اور کھانا کھلایا۔ مجوسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مذکورہ وحی کا ذکر فرمایا۔ مجوسی نے عرض

کیا: کیا اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اس طرح کرم فرماتا ہے حالانکہ میں کافر ہوں؟ اے ابراہیم! مجھے اسلام سکھاؤ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اسلام میں داخل فرمایا۔ وہ مجوسی مسلمان ہوگیا۔ (احیاء)

● حکایت ہے کہ ابوالعباس ابن سریج نے مرض موت میں خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ''**اَیْنَ الْعُلَمَاءُ**'' علماء کہاں ہیں؟ علماء آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**مَاذَا عَمِلْتُمْ فِیْمَا عَلِمْتُمْ**'' تم نے اپنے علم کے مطابق کونسا عمل کیا؟ علماء نے جواب دیا: ''**قَصَّرْنَا وَ اَسَأْنَا**'' ہم نے قصور کیا اور اچھا نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سوال دہرایا۔ حضرت ابوالعباس فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: ''یا اللہ! میرے نامہ اعمال میں شرک نہیں ہے اور اے میرے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا شرک کے سوا سب گناہ معاف کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابوالعباس کو لے جاؤ میں نے اس کی مغفرت کردی ہے۔ چنانچہ ابوالعباس خواب کے تین دن بعد فوت ہوگئے۔

● حکایت ایک رات شرابی نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور اپنے غلام سے کہا یہ چار درہم لو ہمارے لئے فروٹ اور پھل لے آؤ۔ وہ غلام حضرت منصور بن عمار کی قائم مجلس کے دروازہ سے گزرا تو حضرت منصور کسی فقیر کے لئے سوال کررہے تھے اور فرمارہے تھے: جو شخص اس فقیر کو چار درہم دے گا اس کے لئے میں چار دعائیں کروں گا۔ غلام نے چار درہم فقیر کو دے دیئے۔ حضرت منصور نے فرمایا: تیرے لئے کونسی دعا کروں؟ غلام نے عرض کیا کہ مالک مجھے آزاد کردے۔ حضرت منصور نے دعا فرمائی اور فرمایا دوسری دعا؟ غلام نے عرض کیا: مجھے ان درہموں کے بدلے میں درہم مل جائیں۔ حضرت منصور نے دعا فرمائی پھر فرمایا تیسری دعا؟ غلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور قبول کرے۔ آپ نے دعا کی۔ حضرت منصور نے فرمایا: چوتھی کونسی دعا ہے؟ غلام نے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اور میرے آقا اور اس کے دوستوں کی مغفرت فرمادے۔حضرت منصور نے دعا فرمادی۔غلام خالی ہاتھ اپنے مالک کے پاس واپس آیا۔اس کے مالک نے پوچھا: تو نے دیر کیوں لگائی؟ غلام نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مالک نے پوچھا کونسی دعائیں تھیں؟ غلام نے کہا: میں نے اپنی آزادی کے لئے دعا کرائی۔ مالک نے کہا آج سے تم آزاد ہو۔ مالک نے پوچھا دوسری دعا کونسی تھی؟ غلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ مجھے متبادل دراہم عطا فرمائے۔ مالک نے کہا: تیرے لئے چار ہزار درہم ہیں۔ مالک نے پوچھا: تیسری دعا کونسی تھی؟ غلام نے عرض کیا یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق دے۔ مالک نے کہا: میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر پوچھا چوتھی دعا کونسی تھی؟ غلام نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے اور تیرے لئے اور قوم کے لئے مغفرت فرمادے۔ مالک نے کہا: یہ چیز میرے اختیار میں نہیں ہے۔ جب مالک رات کو سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے: تو نے تو وہ کیا جو تیرے اختیار میں تھا اور کر سکتا تھا کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں وہ نہیں کروں گا جو میرے اختیار میں ہے اور میں کر سکتا ہوں؟ میں نے تجھے اور غلام اور منصور اور موجود قوم کی مغفرت کر دی ہے۔

● حضرت عبدالوہاب بن عبدالحمید ثقفیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک میت کے جنازہ اٹھانے والوں کو دیکھا اٹھانے والے تین مرد اور ایک عورت تھی۔ میں نے عورت کی جگہ جنازہ اٹھالیا۔ہم اس میت کو قبرستان لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔ میں نے عورت سے پوچھا: یہ میت تیرا کیا لگتا تھا؟ عورت نے کہا: یہ میرا بیٹا تھا۔عبدالوہاب نے کہا: تمہارے پڑوسی مرد نہیں تھے تو نے خود جنازہ اٹھایا ہوا تھا؟ عورت نے کہا کیوں نہیں پڑوسیوں نے میرے بیٹے کو حقیر سمجھ کر ساتھ نہیں دیا۔عبدالوہاب کہتے ہیں میں نے کہا: ایسا کیوں؟ عورت نے جواب دیا: یہ لڑکا مخنث تھا۔عبدالوہاب کہتے ہیں: میں نے اس عورت پر

رحم کیا، اسے اپنے گھر لے گیا اور اسے دراہم، گندم اور کپڑے دیئے۔ حضرت عبدالوہاب فرماتے ہیں: میں نے اسی رات نیند میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا گویا وہ چودھویں رات کا چاند ہے اور اس پر سفید کپڑے ہیں، میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے پوچھا: ''مَنْ اَنْتَ'' تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں وہ مخنث ہوں جس کو آپ لوگوں نے کل دفن کیا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ میرے رب کریم نے لوگوں کے مجھے حقیر سمجھنے کی وجہ سے میرے اوپر رحم فرمایا اور مغفرت فرمادی ہے۔

● حضرت ابراہیم اطروش بیان کرتے ہیں: ہم دریائے دجلہ کے کنارے بغداد میں حضرت معروف کرخیؒ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہمارے سامنے کچھ نوجوان کشتی میں دف بجاتے اور شراب پیتے اور لہو ولعب کرتے گزرے۔ لوگوں نے حضرت معروف کرخیؒ سے عرض کیا: کیا آپ ان کو نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی کرتے جارہے ہیں ان کے خلاف آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا لیئے اور دعا فرمائی: الٰہی! ''**کَمَا فَرَّحْتَهُمْ فِي الدُّنْيَا فَفَرِّحْهُمْ فِي الْآخِرَةِ**'' اے اللہ! جس طرح تو نے ان لوگوں کو دنیا میں فرحت وخوشی عطا فرمائی اسی طرح آخرت میں انہیں خوشی اور فرحت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت ہم نے تو ان کے خلاف دعا کرنے کو عرض کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا: جب اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کی فرحت عطا فرمائے گا تو ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

● رجا اور امید کے سلسلے میں ذکر کردہ آیات او احادیث اور آثار اور واقعات ذکر کرنے سے مقصد یہ تھا کہ میرے جیسے عصاۃ اور گنہگار مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے بالکل اور قطعی مایوس ہو جانا اور مغفرت اور دخولِ جنت کے لئے عملی اور اعتقادی جدوجہد ترک کردینا کفر ہے۔ علماء کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو رجاء کی آیات اور احادیث سنائیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

● میری طرح بعض حضرات پر شاید یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہو کہ جب دنیاوی بعض نعمتوں اور آسانیوں اور صحت اور عافیت کے لئے ایک طویل عرصہ سے رات کی خلوتوں اور اجتماعات کی جلوتوں میں دعاؤں کا نتیجہ نظر نہیں آتا تو خیال آتا ہے کہ شاید ہماری مغفرت اور بخشش کی دعاؤں اور محنت کا بھی یہی حال ہوگا تو اس سے مایوسی پیدا ہونے لگتی ہے۔ حالانکہ دنیاوی بعض انعامات نہ ملنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مغفرت بھی نہ ہو کیونکہ دنیاوی نعمتوں کا ملنا بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب بنتا ہے۔ان کا عطا نہ ہونا بندے کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے۔ بندہ اپنی دعاؤں سے جو طلب کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ اجر تو عطا فرماتا ہے اور مطلوبہ اشیاء عطا نہیں فرماتا تا کہ میرا بندہ گمراہ نہ ہو جائے۔اسی طرح صحت اور عافیت کی بجائے امراض عطا فرماتا ہے تا کہ میرے بندے کے نامۂ اعمال میں موجود گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور مرض اور تکلیف اور پریشانی کی وجہ سے میرا بندہ لاُابالی اور غفلت اور چھچھورا پن چھوڑ کر توبہ کرلے تا کہ میں اس کے گناہ معاف کردوں۔اس لئے ہر بندے کو چاہے کتنی مصیبتیں لاحق ہوں اور پریشانیاں گھیر لیں اور حادثات اور آفات اُسے نڈھال کردیں اور اس کی دعاؤں کا کوئی نتیجہ نظر نہ آئے، مبتلی شخص اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھے اور مغفرت اور بخشش کی امید رکھے۔ چونکہ خوف اور رجاء ایمان کے لئے دونوں ضروری ہیں اس لئے خوف کے متعلق مختصر توضیح ملاحظہ ہو۔

خوف کی حقیقت:

خوف دل کے اس درد اور اضطراب سے عبارت ہے جو مستقبل میں مکروہ اور ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے کی توقع سے پیدا ہوتا ہے۔جس کا ذکر رجاء کے بیان میں گزر چکا ہے۔مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہوگیا اور حق اس کے دل پر غالب آ گیا اور وہ دائمی حق کے مشاہدہ میں ہے اور صاحب وقت ہوگیا ہے، اس کی توجہ اور دھیان

مستقبل کی طرف باقی نہیں رہتا اس کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ رجاء بلکہ اس کا حال خوف اور رجاء سے بلند ہوتا ہے کیونکہ خوف اور رجاء زمانی ہوتے ہیں اور نفس کو اس کی رعونت اور سرکشی سے روکتے ہیں مگر صاحب وقت ولی مشاہدۂ حق میں ہونے کی وجہ سے مستقبل کے تصور سے خالی ہو جاتا ہے مگر یہ کیفیت کبھی کبھی یا بعض اولیاء کے لئے اکثر اوقات ہوتی ہے، دائمی نہیں ہوتی۔ جب یہ کیفیت نہیں ہوتی تو اس وقت خوف اور رجاء کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر واسطی کا قول یہ کہ: ''خوف اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ہوتا ہے'' کا یہی مفہوم ہے۔ یعنی بندہ مقامِ خوف اور رجاء میں مرتبۂ شہود دائمی سے محجوب ہوتا ہے اس کے لئے خوف اور رجاء حجاب ہوتے ہیں۔ اور جب حق قلوب پر غالب ہو جاتا ہے تو رجاء اور خوف کی گنجائش نہیں رہتی اور دائمی شہود کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر محبّ کا دل محبوب کے مشاہدہ میں لگا ہوا ہے تو خوف اور رجاء سے محبّ غافل ہوتا ہے پھر اگر محبوب کے فراق کے خوف کی وجہ سے شہود نہیں رہتا۔ تو یہ شہود میں نقص کی علامت ہے دائمی شہود ہی مقامات کی غایت اور انتہاء ہے۔

● خوف کی حالت کا وجود بھی علم اور حال اور عمل پر مشتمل ہوتا ہے۔ علم سے مراد اس مکروہ کے سبب کا علم ہے جس سبب سے آدمی مکروہ اور شر میں واقع ہو سکتا ہے۔ مثلاً وقت کے ظالم بادشاہ کے خلاف آدمی نے جنایت کی اور ظالم نے اسے گرفتار کر لیا تو اسے اپنے قتل ہو جانے کا خوف ہوگا۔ خوف کی وجہ جنایت کی وجہ سے سزا پانے کے اسباب کے علم سے ہوگا پھر اس کے دل میں خوف کی وجہ سے الم اور درد، قتل ہو جانے کے اسباب کی قوۃ اور خوف کے علم کی مناسبت سے ہوگا۔ مثلاً اگر آدمی نے فحش غلطی کی اور اسے علم ہے کہ حاکم منتقم المزاج ہے اور کسی کی سفارش قبول نہیں کرتا تو اسے شدید خوف ہوگا اور اگر خوف کے اسباب ضعیف ہوں مثلاً فحش غلطی نہ ہو یا حاکم منتقم المزاج نہ ہو یا سفارش قبول کرنے والا ہو اور

سفارش کرنے والا کوئی آدمی میسر ہو تو خوف کم درجہ کا ہوگا۔

معلوم ہوا مستقبل میں مکروہ اور ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے کے اسباب کا علم دل میں تالم اور احراق پیدا کرتا ہے اور یہی تالم اور احراق خوف ہے اور خوفِ خدا کا سبب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالیہ یا کثرتِ معاصی کا علم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے خوف کبھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ استغناء کے علم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً آدمی جب جانتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں موجود سب اشیاء کو ہلاک فرما دے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور کبھی خوف کی وجہ معاصی کی کثرت کا علم ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ سے خوف کا سبب دونوں کا علم ہوتا ہے۔

● جب آدمی کو اپنے عیبوں اور معاصی کی معرفت ہوتی ہے اور اس کی طرف التفات ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلال اور استغناء کی معرفت ہوتی ہے اور بندے کو علم ہوتا ہے ''**لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ**'' اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جائے گا اور لوگ سوال کیئے جائیں گے۔ تو اس علم سے خوف قوی تر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا سب لوگوں سے زیادہ خوف اس آدمی کو ہوتا ہے جس کو اپنی اور اپنے رب کی معرفت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے امام الانبیاء رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهٗ**'' (بخاری) اللہ تعالیٰ کی قسم! تم میں سے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ خشیت اور زیادہ تقوی والا ہوں۔ اور قرآن مجید میں ہے ''**اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ**'' اللہ تعالیٰ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ معلوم ہوا خوف کے وجود کا سبب علم اور معرفت ہے۔

● جب اللہ تعالیٰ کی معرفت کامل ہوتی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے جلال کا خوف بھی کامل ہو جاتا ہے اور قلبی الم اور احتراق انتہائی عروج پر پہنچ جاتا ہے پھر قلبی بے قراری اور الم کا اثر

بدن پر اور اعضاء پر اور صفات پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ خائف کا بدن لاغر اور رنگ زرد ہو جاتا ہے اور وقفے وقفے سے آہیں اور ہوئے ہوئے اور آہ آہ کی آواز بے اختیار نکلتی رہتی ہے اور خائف بکاء کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی کبھی قلبی خوف کی شدت کی وجہ سے جگر پھٹ جاتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے اور کبھی دماغ پر غبار کی وجہ سے عقل فاسد ہو جاتی ہے اور کبھی یاس اور قنوط غالب آ جاتا ہے۔ قلبی احتراق اور تالم کا اثر اعضاء پر یہ ہوتا ہے کہ آدمی اعضاء کو گناہوں سے باز اور عبادت میں مشغول رکھتا ہے اور بعدالموت کے لئے تیاری کرتا ہے لہٰذا خائف وہ نہیں ہے جو روئے اور آنسو بہائے مگر گناہوں سے باز نہ آئے اور عبادات میں رغبت نہ کرے بلکہ خائف وہ ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس کے ارتکاب میں عتاب کا اندیشہ ہو۔ اور قلبی صفات پر خوف کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں ٹوٹنا اور خشوع اور ذلت اور مسکنۃ حاصل ہو جاتی ہے اور اور کبر اور حقد اور حسد اور تمام صفاتِ رزیلہ زائل ہو جاتی ہیں۔

● ابوالقاسم حکیم نے فرمایا جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور پناہ کی جگہ ڈھونڈھتا ہے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی بھاگتا ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ ملجاء اور ماویٰ اللہ تعالیٰ ہی ہے، کہاں جائے؟

● حضرت ذوالنون مصری سے کہا گیا کون آدمی خائف ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو آدمی خوف کی وجہ سے بیمار کی طرح ہو جائے۔

● اللہ تعالیٰ سے کامل خائف کا مشغلہ پھر دنیاوی کام نہیں رہتے بلکہ وہ ہر وقت مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ میں مصروف رہتا ہے ہر سانس اور ہر قدم اور ہر کلمہ اور ہر دل کے خطرہ پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے کوئی آدمی شیر کے پنجوں میں گر جائے اسے علم نہ ہو کہ شیر کی غفلت کے وقت میں اس سے نکل جاؤں گا یا یہ شیر مجھے چیر پھاڑ دے گا اور کھا

جائے گا، اس کا ظاہر و باطن اس امر میں مشغول ہو جائے گا جس سے اسے خوف ہے، اس کے دل میں کسی دوسرے امر کی گنجائش نہیں ہوگی۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس پر خوف انتہائی غالب ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین اور اولیاء عظام کی حالت اسی طرح ہوتی تھی خوف کی قوت اور ضعف اللہ تعالیٰ کی صفتِ جلال اور اس کے افعال اور اپنے عیوب اور آخرت کے ہولناک امور کی معرفت کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ کم سے کم خوف کا درجہ یہ ہے کہ آدمی خوف کی وجہ سے ممنوعاتِ شرعیہ کے ارتکاب سے باز رہے۔ اسی باز رہنے کو ورع کہا جاتا ہے اور اگر یہ صفت قوی ہو جائے اور آدمی ہر اس چیز سے بھی احتراز کرے جس میں حرام ہونے کا صرف احتمال ہے تو یہ تقویٰ ہے اور اگر آدمی ایسے حلال اور جائز امر کو بھی ترک کرتا ہے جس کے کرنے میں حرام اور ناجائز امر میں پڑنے کا خوف ہے تو یہ تقویٰ میں صدق ہے۔ جب آدمی کی حالت یہ ہو جائے کہ کھانے کی مقدار کے سوا جمع نہ رکھے اور سکنی کی کفایت سے زائد مکان نہ بنائے اور دنیا کی طرف التفات نہ کرے اور کسی لمحہ اور سانس میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو تو یہ صدق ہے اور ایسی صفت کا حامل شخص صدیق ہوتا ہے۔ لہٰذا صدق سب مقامات سے اعلیٰ مقام ہے۔ صدق میں تقویٰ داخل ہے اور تقویٰ میں ورع داخل ہے اور ورع میں عفت داخل ہے کیونکہ عفت کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی شہوات کے تقاضوں سے اجتناب کرے۔ عفت سے اعلیٰ ورع ہے اور ورع سے اعلیٰ تقویٰ ہے اور تقویٰ سے اعلیٰ صدق ہے۔ (احیاء العلوم)

خوف کے درجات کا بیان:

خوف کے تین درجے ہیں: کامل اور قاصر اور وسط۔ خوف کی مثال جانور کو ہانکنے والے ڈنڈے کی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو علم اور عمل پر مواظبت اور دوام

کے لئے ہانکتا ہے تا کہ بندے اللہ تعالیٰ کے قرب کا مرتبہ حاصل کریں۔اس لئے خوف کے لئے تین صورتیں ہیں: قاصر اور مفرط اور معتدل۔اور قابلِ تعریف معتدل صورت ہے۔

خوف قاصر یہ ہے کہ آدمی کے دل میں عورتوں جیسی رقت ہو۔ مثلاً جب قرآن مجید کی آیت پڑھنے یا سننے سے آیت دل میں اترے یا کوئی رقت انگیز واقعہ دیکھے یا سنے تو آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو جائیں اور رونا آ جائے۔جب رونے اور رقت کا سبب نہ رہے تو غفلت طاری ہو جائے۔ایسا خوف قاصر ہے اور اس کا مقام بہت کم ہے۔اکثر لوگوں میں یہی خوف ہوتا ہے۔مگر عرفاء اور علمائے حقیقی جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات اور آیام کی معرفت حاصل ہوتی ان کا خوف اس سے زیادہ اور دائمی ہوتا ہے اور یہ خوف گناہوں سے باز رکھتا ہے اور رسمی علماء اور جاہل صوفیاء میں غرور کی وجہ سے خوف کا ادنیٰ درجہ بھی نہیں ہوتا بلکہ عوام غیر علماء جیسا خوف بھی ان میں نہیں ہوتا۔اسی لئے حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا: جب تجھے کہا جائے "هَلْ تَخَافُ اللّٰهَ" (کیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے؟) تو خاموش رہ کیونکہ اگر تو کہے گا نہیں تو کافر ہو جائے گا اور اگر تو کہے گا ہاں تو جھوٹ بولے گا۔آپ نے اشارہ فرمایا کہ خوف یہ ہے کہ دائمی ہو اور انسان کو گناہوں سے روکے اور عبادات کا پابند بنائے۔

خوف مفرط اور کامل یہ ہے کہ خوف اعتدال سے زیادہ ہو جائے حتیٰ کہ یاس اور قنوطیہ تک پہنچا دے اور آدمی مایوسی کی وجہ سے عمل چھوڑ بیٹھے۔کبھی خوف میں افراط سے خائف کی صورت خراب ہو جاتی ہے بلکہ کبھی کبھی عقل بھی زائل ہو جاتی ہے۔یہ خوف مذموم ہے کیونکہ ایسا خوف کفر تک لے جاتا ہے۔

- اور معتدل خوف یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے آدمی گناہوں سے باز رہے اور عبادات کا قیدی ہو جائے۔اگر گناہ ہو جائے تو ندامت ہو اور اگر نماز باجماعت چھوٹ جائے تو اس پر

بو جھ محسوس ہو بلکہ ایسا لگے جیسے بہت بڑا نقصان ہو گیا ہے کیونکہ خوف اگر عمل کا باعث نہ ہو وہ خوف کمال نہیں ہے۔ ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ اکثر علماء اور صلحاء کہلانے والے بھی خوف سے عاری اور خالی ہیں بے چارے عوام کا حال تو نہایت قابلِ رحم ہے۔ مثلاً ۱۴۲۸ھ ربیع الثانی کے گیارہویں شریف کا سپر ہائی وے کراچی پر ایک مولانا کے مدرسہ کے افتتاح کے لئے ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ اس میں میرے استاذ گرامی حضرت مولانا غلام محمد تونسوی بھی فیصل آباد سے شریک ہوئے۔ آپ کا قیام صاحبِ دعوت کے آدمی کے گھر ایک تاجر کے ہاں طارق روڈ پر تھا۔ مجھے استاذوں کو طرف سے حکم ہوا تھا کہ صبح کی نماز کے بعد ہمیں لے جانا ہم سمندر کے کنارے واک کریں گے۔ میں مبارک مسجد سی ویو میں صبح کی نماز پڑھ کر جب طارق روڈ آپ کو لینے کے لئے رحمانیہ مسجد کے قریب پہنچا اور حسبِ وعدہ موبائل فون پر آپ سے رابطہ کیا تو آپ اور ان کے ساتھی سوئے ہوئے تھے۔ میں گھر پہنچ گیا حالانکہ وعدہ تھا ہم فون کی بیل بجتے ہی روڈ پر آ جائیں گے۔ بار بار فون کرنے پر آپ جب باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے افسوس! آج ہم نماز بھی نہ پڑھ سکے کیونکہ دیر سے سوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے افسوس کا اظہار کیا اور آپ نے بتایا کہ اجتماع میں علماء اور صوفیاء کی کثیر تعداد کے علاوہ پندرہ بیس ہزار عام لوگ شریک تھے۔ ختمِ قادریہ اور طویل دعائیں اور تقریریں ہوئیں۔ تقریباً دو بجے تک یہ اجتماع جاری رہا اس لئے یہ نماز قضا ہو گئی۔ مجھے نہایت تعجب ہوا کہ جب ہمارے استاذوں کی نماز قضاء ہو گئی تو باقی علماء اور صوفیاء اور عوام کا کیا حال ہو گا؟ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بہت کم افراد نے نماز پڑھی ہو گی اگر پڑھی ہو گی تو بغیر جماعت مسجد میں یا گھر میں پڑھی ہو گی۔ جن علماء اور صوفیاء نے اجتماع کا اہتمام کیا اور تقریریں فرمائیں اور نمازیں قضاء کرانے کا سبب بنے انہیں ذرہ بھر بھی ندامت نہیں ہوئی ہو گی بلکہ خود بھی نمازیں ترک کیں ہوں گی انہیں اس پر افسوس نہیں ہوا ہو گا۔ کیا ایسے

لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں خوفِ خدا ہے؟ قارئین حیران ہوں گے یہ ایک تازہ مثال ہے مگر ایسے اجتماعات آج کل روزانہ ہو رہے ہیں اور علماء اور صوفیاء میلاد النبی ﷺ کے نام اور نعت خوانی کے نام سے اور گیارہویں شریف کے نام سے لاکھوں روپے خرچ کر کے اجتماع کر رہے ہیں اور لوگوں کی نمازیں قضاء ہو رہی ہیں۔ عوام تو عوام خواص کو بھی اس پر شرمندگی نہیں ہوتی بلکہ اجتماعات کے انعقاد کو بہت بڑی سعادت سمجھا جا رہا ہے۔ کیا ایسے اجتماعات کے اہتمام کرنے والوں اور شریک ہونے والوں تارکینِ نماز پر جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت غوث شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوتے ہوں گے؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر ایسے اجتماعات حرام ہیں کیونکہ مستلزم حرام کا حرام ہوتا ہے۔ مگر خوفِ خدا نہ ہونے سے لوگ اس کا ارتکاب کرنے میں ذرہ بھر بھی شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ ہمارے دور کی اہلسنت و جماعت کی ایک تنظیم دعوتِ اسلامی اس سے مستثنیٰ ہے۔ دعوتِ اسلامی کے اجتماعات میں شریک اکثر افراد صبح کی نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور نماز ترک نہیں کرتے۔

● جناب رحمۃ للعالمین رسول اللہ ﷺ نے امت کے لئے رجاء کے اسباب خوف کے اسباب سے زیادہ بیان فرمائے تاکہ خوف یأس اور قنوطیت تک نہ پہنچائے۔ لہٰذا خوف میں افراط آ جائے تو اس کا علاج رجاء کی احادیث اور آیات سے کرنا ضروری ہے کیونکہ رجاء کے افراط میں اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا خوف کے افراط میں ہے۔

● معتدل خوف جو کہ محمود ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ورع اور تقویٰ اور مجاہدہ اور ذکر و فکر کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔

● اگر خوف کے افراط سے موت واقع ہو جائے اور خائف بالکل یاس اور قنوطیت کو نہیں پہنچا تھا تو خائف شہید ہوگا۔ اگر خائف زندہ رہتا اور عبادت کرتا رہتا پھر طبعی موت مرتا تو

شہادت کی موت سے بھی اس کو زیادہ ثواب ملتا۔اور اگر خوف کے افراط سے بالکل یاس پیدا ہوجائے تو کفر کا اندیشہ ہے۔خوف کے مختلف مراتب میں وہ خوف جس کے ثمرات سے عفت اور شہوات سے باز رہنا ہو،اس کا ایک درجہ ہے اور اگر خوف کا ثمر ورع ہو تو یہ اس سے اعلیٰ ہے اور اگر خوف کا ثمرہ تقویٰ ہو تو یہ اس سے بھی اعلیٰ ہے اور سب سے اعلیٰ خوف وہ ہوتا ہے جو صحت اور عقل کے ساتھ صدیقین کا خوف ہوتا ہے۔وہ یہ کہ ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تصور میں ہر وقت مشغول ہوتا ہے۔

● جیسا کہ گزر چکا ہے خوف کا وجود کسی مکروہ کے واقع ہونے کی توقع سے پیدا ہوتا ہے وہ امرِ مکروہ اپنی ذات میں مکروہ ہوگا جیسے جہنم کی آگ یا مکروہ اس لئے مکروہ ہوگا کہ وہ ذاتی مکروہ تک پہنچانے والا ہوگا جس طرح معاصی اور سیئات۔کیونکہ معاصی سے آخرۃ کی خرابی اور جہنم کی آگ میں واقع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ہر خائف کے لئے ضروری ہے کہ دونوں قسموں کے مکروہ کے خوف کو دل میں اتارے اور قوی کرے حتی کہ اس خائف کا دل خوف سے جلنے اور مغلوب ہونے لگے۔پھر مکروہات کے شعور اور غلبہ کی وجہ سے خائفین کے مختلف اقسام ہیں یہ کہ توبہ کرنے سے پہلے موت واقع ہوجانے کا خوف ہو یا توبہ کے فاسد ہوجانے کا خوف ہو یا حقوق اللہ کے ادا نہ کرسکنے کا خوف ہو یا قلب کی رقت کے زائل ہونے اور قساوت کا خوف ہو یا استقامت سے میلان کا خوف ہو یا اتباعِ شہوات میں عادت کے غالب آنے کا خوف یا اس بات کا خوف ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے حسنات کے سپرد کردے گا جن حسنات پر میں نے اعتماد کیا تھا اور عزت حاصل کی تھی یا نعمتوں کی کثرت کی وجہ سے بطر اور لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کا خوف یا غیر اللہ کے ساتھ شغف کا خوف یا نعمتوں کے تواتر سے استدراج کا خوف یا طاعات کی خرابیوں کے ظہور کا خوف یا لوگوں کے حقوق کا خوف مثلاً غیبت اور خیانت اور غش اور

اضمارِ سوء کا خوف یا دنیا کی لذت اور شہوات کی وجہ سے اغترار کا خوف یا سوء خاتمہ کا خوف یا ازل میں لکھی گئی شقاوت کا خوف۔ تمام اقسام سے خوف کے دو قسم سوء خاتمہ کا خوف اور ازلی شقاوت کا خوف نہایت پُر خطر ہیں۔ مگر ازل اور تقدیر میں شقاوت کے مکتوب کا خوف کمالِ معرفت کی دلیل ہے۔ کیونکہ خاتمہ ازل میں لکھی گئی تقدیر کے تابع ہے۔ اگر سعادت مکتوب ہے تو خاتمہ ہر حال ایمان پر ہوگا اور اگر شقاوت مکتوب ہے تو خاتمہ کفر پر ہوگا۔ العیاذ باللہ)

لہٰذا ازلی قضاء جس کی توقیع اور تحریر کے لئے قلم جاری ہوچکی اس کی طرف التفات خاتمہ کی طرف التفات سے اعلیٰ ہے۔ شاید یہی وجہ تھی ہمارے حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ سراگ آف لیّہ کا تکیہ کلام تھا: ''تیرا ازلی اچھا ہو'' ہر آدمی کو یہی دعا کرتے تھے۔

● ایک دن منبر پر جناب سرورِ دوعالم رسول اکرم ﷺ نے اپنی دائیں ہتھیلی بند کر کے فرمایا:

هٰـذَا كِتَـابُ اللّٰهِ كُتِبَ فِيْهِ اَهْلُ الْجَنَّةِ بِاَسْمَائِهِمْ وَ اَسْمَاءِ آبَائِهِمْ لَا يُزَادُ فِيْهِـمْ وَ لَا يَـنْقُصُ'' پھر دوسرے ہاتھ مبارک کو بند کیا اور فرمایا: ''**هٰـذَا كِتَـابُ اللّٰـهِ كُتِبَ فِيْهِ اَهْلُ النَّارِ بِاَسْمَائِهِمْ وَ اَسْمَاءِ آبَائِهِمْ لَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَ لَا يَنْقُصُ**

ترجمہ: ''دائیں ہاتھ میں کتاب کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ دائیں ہاتھ کی کتاب میں اہل الجنۃ کے نام اور ان کے آباء کے نام ہیں ان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوسکتی۔ اور دوسرے ہاتھ میں کتاب کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اس کتاب میں جہنم میں جانے والے لوگوں کے نام ہیں، ان میں کمی یا زیادتی نہیں ہوسکتی۔''

اس کے بعد فرمایا:

وَ لَيَـعْـمَلَنَّ اَهْلُ السَّعَادَةِ بِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ حَتّٰى يُقَالَ كَاَنَّهُمْ مِنْهُمْ بَلْ

هُمْ هُمْ ثُمَّ یَسْتَنْقِذُھُمُ اللّٰہُ قَبْلَ الْمَوْتِ وَ لَوْ بِفَوَاقِ نَاقَۃٍ وَ لَیَعْمَلَنَّ اَھْلُ الشَّقَاوَۃِ بِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ حَتّٰی یُقَالُ کَاَنَّھُمْ مِنْھُمْ بَلْ ھُمْ ھُمْ ثُمَّ یَسْتَخْرِجُھُمُ اللّٰہُ قَبْلَ الْمَوْتِ وَ لَوْ بِفَوَاقِ نَاقَۃٍ اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَ الشَّقِیُّ مَنْ شَقیٰ بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَ الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِمِ (احیاء۱۵۹:۴)

ترجمہ ''اورضرور بعض اہل سعادت اہلِ شقاوت کے اعمال کی طرح عمل کرتے رہیں گے حتی کہ کہا جائے گا گویا وہ اہلِ سعادت اہل شقاوت ہیں بلکہ کہا جائے گا وہ اہلِ شقاوۃ ہی ہیں پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ موت سے پہلے اگر چہ پہلے ہونا اونٹنی کے دودھ نکالنے کے وقت کے برابر ہوگا، ان کو شقاوت سے نکال دے گا اور ضرور بعض اہلِ شقاوت اہلِ سعادت کی طرح عمل کرتے رہیں گے حتی کہ کہا جائے گا کہ گویا وہ اہلِ شقاوت اہلِ سعادت ہیں بلکہ وہ اہلِ سعادت ہی ہیں پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں موت سے پہلے اہلِ سعادت سے نکال دے گا اگر چہ اونٹنی کے دودھ نکالنے کے وقت کی مقدار پہلے۔ سعید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قضاء میں سعید ہے اور شقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قضاء میں شقی ہے۔ معلوم ہوا نجات کا مدار خاتمہ پر ہے''

● اس سلسلے میں خائفین کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ خائف اپنے گناہوں اور معاصی کی وجہ سے خوفزدہ ہو کہ مغفرت ہوگی یا نہیں، دوم یہ کہ خائف اللہ کی صفتِ جلال اور استغناء کی معرفت کی وجہ سے خوف زدہ ہو۔ دوسرا خوف پہلے سے رتبہ اور فضیلت میں فوق ہے کیونکہ یہ خوف صالحین اور صدیقین کی صفت ہے اور ہمیشہ رہتا ہے۔ ان دو خوفوں کے علاوہ تیسرا خوف نہیں بلکہ غروراور امن ہے اگر آدمی ہمیشہ خوش رہے اسے اس وجہ سے خوشی ہو کہ وہ یقیناً جنتی ہے کیونکہ وہ ولی ہے یا ولی کی اولاد سے ہے تو وہ آدمی بالکل بے خوف ہونے کی وجہ سے ایمان سے خالی ہے۔

● جب نجات کا مدار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ کا مدار بغیر کسی سبب کے قضائے ازلی پر ہے تو ''قضاء بما یشاء'' اور حکم ''بِمَا یُرِیْدُ'' رکھنے والی ذات سے ہر عاقل کو خوف رکھنا لازم ہے۔حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''هٰؤُلَاءِ اِلَی الْجَنَّةِ وَ لَا اُبَالِیْ وَ هٰؤُلَاءِ اِلَی النَّارِ وَ لَا اُبَالِیْ'' (یہ لوگ جنتی ہیں اور مجھے پرواہ نہیں اور یہ جہنمی ہیں مجھے پرواہ نہیں) اولیاء کرام، صوفیاء اور علماء اسی خوف کی وجہ سے زندگی بھر روتے رہتے ہیں اور ان کی راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔

● اللہ تعالیٰ کے جلال کی یہ ہیبت اور خوف کے خائفین کے مختلف مراتب ہوتے ہیں، کسی پر شدتِ سکرات کا خوف غالب ہوتا ہے، کسی پر منکر اور نکیر کے سوالات کا اور کسی پر عذابِ قبر کا اور کسی پر حساب اور جزاء کا اور کسی پر پلصراط سے گزرنے کا خوف غالب ہوتا ہے۔ان میں سب سے اعلیٰ رتبے کا خوف اللہ تعالیٰ سے فراق اور حجاب کا خوف ہوتا ہے۔یہ خوف عارفین کا خوف رہا ہے اور خوف کی باقی اقسام صالحین اور علمائے کاملین کی ہوتی ہیں اسی لئے جس شخص کی معرفت مکمل نہ ہو اور بصیرت بند ہو اسے نہ محبوب کی لذتِ وصال کا شعور ہوتا ہے اور نہ فراق اور بعد کے درد اور الم کا اور اگر بصیرت سے نابینے آدمی کو کہا جائے کہ عارف کو جہنم کا خوف نہیں ہوتا بلکہ فراق اور حجاب کا خوف ہوتا ہے تو وہ دل سے تسلیم نہیں کرے گا۔ اگر اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کی لذت کا ذکر کیا جائے تو وہ دل سے انکار کرے گا کیونکہ اسے تو صرف پیٹ اور فرج اور خوبصورت چہروں کی طرف نظر کی لذت سے آشنائی ہے حالانکہ یہ لذتیں تو وہ ہیں جو انسان کے علاوہ حیوان کو بھی حاصل ہیں۔لہٰذا عارفین، کاملین اور اولیاء کی لذتوں کا ادراک وہی کر سکتا ہے جو خود عارف ہو۔کہا جاتا ہے ''مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یُدْرِکْ'' (جس نے نہیں چکھا اسے ادراک نہیں ہے) علماء فرماتے ہیں غیر اہل کے لئے وصال حضور کی لذت کی تفصیل بیان کرنا حرام ہے اور جو اہل ہے وہ خود لذتِ وصال

میں ہے، اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

● امام غزالی فرماتے ہیں:

فَالْعَاصِیْ قَدْ قُضِیَ عَلَیْہِ الْمَعْصِیَّۃُ شَاءَ اَوْ اَبیٰ وَ کَذَا الْمُطِیْعُ قُضِیَ عَلَیْہِ الطَّاعَۃُ شَاءَ اَوْ اَبیٰ (اِلیٰ) فَاِنَّ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ اَطَاعَ بِاَنْ سُلِّطَ عَلَیْہِ اِرَادَۃُ الطَّاعَۃِ وَ اٰتَاہُ الْقُدْرَۃَ وَ بَعْدِ خَلْقِ الْاِرَادَۃِ الْجَازِمَۃِ وَ الْقُدْرَۃِ التَّامَّۃِ یَصِیْرُ الْفِعْلُ ضَرُوْرِیًّا وَ الَّذِیْ عَصٰی، عَصٰی لِاَنَّہٗ سُلِّطَ عَلَیْہِ اِرَادَۃٌ قَوِیَّۃٌ جَازِمَۃٌ وَ اٰتَاہُ الْاَسْبَابَ وَ الْقُدْرَۃَ فَکَانَ الْفِعْلُ بَعْدَ الْقُدْرَۃِ وَ الْاِرَادَۃِ ضَرُوْرِیًّا فَلَیْتَ شِعْرِیْ وَالَّذِیْ اَوْجَبَ اِکْرَامَ ھٰذَا وَ تَخْصِیْصَہٗ بِتَسْلِیْطِ اِرَادَۃِ الطَّاعَاتِ عَلَیْہِ وَ مَا الَّذِیْ اَوْجَبَ اِھَانَۃَ الآخَرِ وَ اِبْعَادَہٗ بِتَسْلِیْطِ دَوَاعِیْ الْمَعْصِیَّۃِ عَلَیْہِ وَ کَیْفَ یُحَالُ ذَالِکَ عَلَی الْعَبْدِ؟

ترجمہ: ”پس عاصی پر معصیت اور گناہ کرنے کی قضاء ہو چکی ہے وہ چاہے یا انکار کرے اور اسی طرح مطیع پر طاعت کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ چاہے یا انکار کرے (تا) کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اس لئے اطاعت کرتا ہے کہ اس پر اطاعت وفرمانبرداری کا ارادہ مسلط کر دیا گیا ہے اور طاعت کی قدرت عطا کی گئی ہے۔ ارادہ جازمہ اور قدرتِ تامہ کی تخلیق کے بعد بندے سے فعل کا صدر ضروری ہو گیا ہے۔ اور جس شخص نے معصیۃ کی اس نے اس لئے معصیت کی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے قوی ارادہ مسلط کیا ہے اور اسے معصیت کے اسباب اور قدرت دے دی ہے پھر فعلِ معصیت قدرت اور ارادہ کے بعد ضروری ہو گیا ہے پس کاش میرے شعور میں یہ بات آ جاتی کہ وہ کیا چیز ہے جو مطیع کے اکرام اور تخصیص کے لئے طاعات کی تسلیط کا موجب اور باعث بنی اور وہ کیا چیز ہے جو عاصی کی اہانت اور دور کرنے کی اس پر معصیت کے دواعی مسلط کرنے کا باعث بنی اور یہ بندے پر کس طرح حوالے کی

جائے؟''یعنی طاعت یا معصیت آدمی نے کی ہے جب ارادۂ الٰہی طاعت یا معصیت کے ساتھ متعلق ہے تو عاجز بندے کو مطیع یا عاصی کیسے کہا جائے؟

اس کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں:''**وَرَاءَ هٰذَا الْمَعْنِیْ سِرُّ الْقَدْرِ لَا یَجُوْزُ اِفْشَائُهٗ**'' (ص:۱۵۹:۴) یعنی یہ مسئلہ نہایت لطیف و دقیق ہے اس کے پیچھے تقدیر کا راز ہے جس کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی انسان کے اختیار کا مسئلہ ماوراء عقول ہے اس میں بحث کرنا جائز نہیں ہے۔ یا اس طرح کہا جائے کہ ذوقی مسئلہ ہے اور بعض اولیاء عظام کو بطریقہ ذوق اس کا علم ہے مگر اس کے بیان کرنے کی طاقت نہیں جیسا کہ مکتوبات امام ربانی میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا ہے کہ مجھے آدمی کے مختار ہونے کا علم تو عطا کردیا گیا ہے مگر بیان کرنے اور تفہیم کی قدرت نہیں دی گئی۔

خوف کی فضیلت:

قرآن مجید میں ہے''**هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ**''(**سورہ اعراف: آیت نمبر ۵۴**) یہ قرآن ھدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب کے لئے خوف رکھتے ہیں۔ فرمایا:''**اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ**'' (**سورہ فاطر: آیت نمبر: ۲۸**) اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا:''**رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذَالِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ**'' (**سورہ بینه: آیت نمبر: ۸**) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔

● ایک جگہ فرمایا:''**وَ خَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ**'' (**سورہ آل عمران: آیت نمبر ۱۷۵**) اور مجھ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔

● سرورِدوعالم ﷺ نے فرمایا: ''رَأْسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ'' حکمت کی اصل اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ حضرت یحیٰ بن معاذ فرماتے ہیں: جب کوئی صاحبِ ایمان گناہ کرتا ہے اسے دو نیکیاں لاحق ہو جاتی ہیں عذاب کا خوف اور عفو کی امید۔ جس طرح لومڑی دو شیروں کے درمیان ہوتی ہے اسے خوف اور امید دونوں لاحق ہوتی ہیں۔ اسی طرح عاصی کو خوف اور رجاء برحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی'' جو شخص ڈرتا ہے وہی عنقریب ذکر اور نصیحت قبول کرے گا۔ اور فرمایا: ''وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ'' اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا، دو جنتیں ہیں۔ ایک جگہ فرمایا: ''یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا'' (سورہ انبیاء: آیت: ۹۰) وہ ہمیں بلاتے ہیں رغبت اور خوف کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّ لِیَبْکُوْا کَثِیْرًا'' (سورہ توبہ: آیت: ۸۲) کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ اور فرمایا: ''یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا'' (سورہ اسراء: آیت: ۱۰۹) وہ روتے ہیں اور ان کے خشوع کو قرآن زیادہ کرتا ہے۔

● سرورِدوعالم ﷺ نے فرمایا: ''اِذَا اقْشَعَرَّ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَحَاتَتْ عَنْهُ خَطَایَاهُ کَمَا یَتَحَاتُّ مِنَ الشَّجَرَةِ وَرَقُهَا'' جب مؤمن کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے دھڑکتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے جناب سرورِدوعالم ﷺ سے عرض کیا ''ما النجاة یا رسول اللّٰہ'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَ لْیَسَعَکَ بَیْتُکَ وَ ابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ'' اپنی زبان کو روکے رکھو اور اپنے گھر والوں پر وسعت رکھو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔

● حضرت محمد ابن منکدر جب روتے تھے آنسوؤں سے اپنے چہرہ اور داڑھی کو مل لیتے تھے اور فرماتے تھے: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جس جگہ پر آنسو لگ جائیں گے اس جگہ کو آگ نہیں کھائے گی۔

● حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے وعظ فرمایا جس کی وجہ سے ہمارے دلوں پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ہمیں اپنے نفسوں کی معرفت حاصل ہوئی۔ میں جب اپنے اہل واپس لوٹا میری بیوی میرے قریب ہوئی ہمارے درمیان دنیا کی باتیں ہونے لگیں، میں وہ حالت بھول گیا جو جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاصل تھی ہم دنیاوی امور میں مشغول ہوگئے۔ جب میں نے غور وفکر کیا تو میں نے دل میں کہا کہ میں منافق ہوگیا ہوں کیونکہ میرے دل میں خوف اور رقت نہیں رہی۔ میں گھر سے نکلا اور بلند آواز میں کہا ''نَافَقَ حَنۡظَلَةُ'' حنظلہ منافق ہوگیا۔ ابوبکر صدیقؓ میرے سامنے آئے تو فرمایا: ''كَلَّا لَمۡ يُنَافِقۡ حَنۡظَلَةُ'' ہرگز نہیں حنظلہ منافق نہیں ہوا ہے۔ پھر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا: ''نَافَقَ حَنۡظَلَةُ'' حنظلہ منافق ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''كَلَّا لَمۡ يُنَافِقۡ حَنۡظَلَةُ'' ہرگز نہیں حنظلہ منافق نہیں ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم جب آپ کے پاس تھے آپ نے ہمیں وعظ فرمایا، ہمارے دل خوفزدہ ہوگئے اور اس وعظ سے ہماری آنکھیں بہہ پڑیں اور ہمیں اپنے نفسوں کی معرفت حاصل ہوئی۔ جب گھر پہنچا تو دنیا کی باتوں میں ہم مشغول ہوگئے اور وہ سب کچھ بھول گئے جو آپ کے پاس تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا حَنۡظَلَةُ! لَوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ اَبَدًا عَلٰى تِلۡكَ الۡحَالَةِ لَصَافَحَتۡكُمُ الۡمَلَائِكَةُ

فِی الطَّرِیْقِ وَ عَلیٰ فُرِشِکُمْ وَ لٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ! سَاعَۃً وَ سَاعَۃً. (مسلم بحوالہ احیاء)

''اے حنظلہ! اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہتے تو فرشتے تم لوگوں سے مصافحہ کرتے راستوں اور بستروں میں لیکن اے حنظلہ! ایک ساعت اور ایک ساعت یعنی ایک ساعت رجاء اور ایک ساعت خوف۔

غلبۂ خوف افضل ہے یا غلبۂ رجاء یا دونوں میں اعتدال؟

● اگر آدمی کے دل پر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوفی غالب ہے تو خوف افضل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی اور قنوطیۃ غالب ہے تو رجاء افضل ہے اسی طرح آدمی پر اگر معصیت کے اعمال غالب ہیں تو بھی اس کے لئے خوف افضل ہے۔ چونکہ ہمیشہ اکثر افراد میں معاصی کی کثرت رہی ہے اس لئے اگر کہا جائے کہ اکثر افراد کے لئے ہر حال خوف افضل ہے تو غلط نہیں ہوگا اگر خوف اور رجاء کی حقیقت کو دیکھا جائے تو رجاء افضل ہے کیونکہ رجاء کا تعلق بحر رحمت کے ساتھ اور خوف کا تعلق بحر غضب کے ساتھ ہے۔ جو شخص صفاتِ رحمت دیکھے گا اس پر اللہ کی محبت غالب آئے گی اور محبت کے بعد کوئی مقام نہیں لہٰذا رجاء افضل ہے۔

● روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بچوں میں سے کسی کو فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے اس طرح خوف رکھو کہ اگر زمین پر رہنے والے لوگوں کی حسنات کے برابر بھی تیری حسنات ہوں تو اللہ تعالیٰ تجھ سے قبول نہیں کرے گا اور ایسی رجاء اور امید رکھو کہ اگر زمین پر رہنے والوں کی سیئات کے برابر تیری سیئات ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

● حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: اگر قیامت کے دن آواز دی جائے کہ سارے لوگ

جہنم داخل ہوں گے مگر ایک آدمی، تو میں امید رکھوں گا کہ وہ آدمی میں ہوں گا اور اگر آواز دی جائے کہ سارے لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر ایک آدمی تو میں خائف ہوں گا کہ وہ ایک آدمی میں ہوں گا۔

● آدمی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت خوف اور رجاء اور محبت تینوں امور کی بنیاد پر کرے۔ موت کے قریب رجاء کا غلبہ ہونا چاہئے اور موت سے پہلے خوف کا غلبہ ہونا چاہئے۔ جنابِ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''**لَا یُمُوْتُنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَ ھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّہٖ**'' (مسلم) تمہارا نہ فوت ہو کوئی ایک مگر اپنے رب کے ساتھ حسنِ ظن رکھے۔ حدیثِ قدسی میں ہے: ''**اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ**'' میں اپنے بندے کے ظن کے نزدیک ہوتا ہوں جیسا ظن میرے ساتھ رکھتا ہے پس بندہ جیسا چاہے میرے ساتھ ظن رکھے۔

● جب حضرت سلیمان تیمی کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے بیٹے سے فرمایا: مجھے مغفرت اور رجاء کی باتیں سناؤ تاکہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات حسنِ ظن کے ساتھ ہو۔

● جب حضرت سفیان ثوری پر نزع کا وقت طاری ہوا تو نہایت رونے لگے۔ علماء جمع ہوئے اور انہوں نے رحمت اور رجاء کی تلقین کی۔

● حضرت امام احمد بن حنبل نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا: مجھے وہ حدیثیں سناؤ جن میں رجاء اور رحمت کا ذکر ہو۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہو۔

خوف کا حصول کس طرح ہو؟

دین اور اسلام کے مقامات میں سب سے پہلا مقام یقین ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت اور رسل اور کتب اور جنت اور نار کے ساتھ قوی ایمان ہو۔ یہی یقین جہنم سے

خوف اور جنت کی رجاء کا باعث ہوتا ہے اور رجاء اور خوف سے مقامِ صبر حاصل ہوتا ہے کیونکہ جنت مکارہ اور امورِ شاقہ سے چھپا دی گئی ہے اور امورِ شاقہ اور مکارہ پر پر عمل رجاء کی قوت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور جہنم شہوات سے چھپا دی گئی ہے اور شہوات سے باز رہنا بغیر خوف کے نہیں ہوسکتا پھر صبر سے مقامِ مجاہدۃ اور دائمی ذکر اور فکر حاصل ہوتا ہے اور دائمی ذکر سے مقامِ محبت اور دائمی فکر سے مقامِ معرفت حاصل ہوتا ہے اور محبت اور معرفت سے مقامِ رضا اور توکل حاصل ہوتا ہے۔ پھر خوف کے دو مقام ہیں: ایک اللہ تعالیٰ سے خوف اور ایک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے خوف علماء عارفین کو حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ**'' (سورہ آل عمران: آیت: ۳۰) وہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور فرمایا: ''**اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ**'' (سورہ آل عمران: آیت: ۱۰۲) اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جو ڈرنے کا حق ہے۔ اور فرمایا: ''**اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ**'' (سورہ فاطر: آیت: ۲۸) اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف عامۃ الخلق کو حاصل ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور جنت اور جہنم اور امورِ آخرت کے ساتھ یقین رکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ خوف پہلے خوف سے ضعیف ہے اس کے ضعف کا سبب غفلت اور ایمان کا ضعف ہوتا ہے۔

- اللہ تعالیٰ سے خوف کا مدار معرفت پر ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی مناسبت سے خوف کم اور زیادہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب اور ثواب کے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ قضاء ازلی ہر شخص کو اس کی سعادت اور شقاوت کے اسباب کی توفیق دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کے لئے اہل پیدا فرمائے تو ان کے لئے جنت کے اسباب مسخر کردیئے وہ چاہیں یا انکار کریں۔ اور جہنم اور جہنم کے اہل پیدا فرمائے، ان کے لئے جہنم کے اسباب مسخر کردیئے وہ

چاہیں یا انکار کریں۔ جب کوئی انسان تقدیر کی موجوں میں فکر کرے گا تو لازمی طور پر اس پر خوف طاری ہوگا۔ اس سلسلہ میں خائفین عارفین انبیاء اور اولیاء کے احوال کا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء اور علماء ہی حقیقت میں خائفین ہیں۔ اور فراعنہ اور جہال اور اغبیاء امنین اور بے خوف ہیں۔ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ سید الاولین والآخرین اور افضل الخلق ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "**كَانَ اَشَدُّ النَّاسِ خَوْفًا**" آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ اور شدید خوف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے جب ایک وفات یافتہ بچے کے سلسلہ میں یہ سنا "**هٰذَا عُصْفُوْرٌ مِّنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ**" آپ ﷺ نے ایسا کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا: تمہیں کیا علم کہ اس طرح ہے جیسے تو کہہ رہی ہے؟ (مشکوٰۃ)

● حضرت عثمان ابن مظعون جو اولین مہاجرین سے تھے، وفات پا گئے۔ آپ ﷺ نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ جب ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے ان کے متعلق فرمایا: "**هَنِيْئًا لَّكَ الْجَنَّةُ**" تجھے جنت مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے سختی سے ایسا کہنے سے منع فرمایا، فرمایا: "**مَا يُدْرِيْكَ اَنَّهُ كَذَالِكَ**" تجھے کس نے بتایا کہ یہ جنتی ہے؟ اس کے بعد حضرت ام سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں: "**وَ اللّٰهِ لَا اُذَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ**" اللہ تعالیٰ کی قسم! عثمان ابن مظعون کے بعد میں کسی کے لئے تزکیہ اور جنتی ہونے کا قول نہیں کروں گی۔ حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت محمد ابن خولہ حنفیہ نے ایک دن کہا: "**وَ اللّٰهِ لَا اُذَكِّيْ اَحَدًا غَيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ** ﷺ **وَ لَا اَبِيْ الَّذِيْ وَلَدَنِيْ**" میں رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو جنتی نہیں کہوں گا اور نہ اپنے والد کو جس نے مجھے جنا ہے۔ اس قول پر شیعہ لوگ آپ کے دشمن ہوگئے اس قول کے بعد آپ حضرت علیؓ کے فضائل بیان فرمایا

کرتے تھے تاکہ شیعہ عداوت نہ رکھیں۔

● ایک روایت ہے کہ اصحابِ صفہ میں سے ایک صحابی شہید ہوگئے۔اس کی ماں نے کہا: ''هَنِيئًا لَّکَ الْجَنَّةُ'' تجھے جنت مبارک ہوتو نے پہلے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور پھر شہادت حاصل کی۔اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''وَ مَا يُدْرِيکَ لَعَلَّهُ کَانَ يَتَکَلَّمُ بِمَا لَا يَنْفَعُهُ وَ يَمْنَعُ مَا لَا يَضُرُّهُ'' تجھے کیا معلوم اس نے ایسا کلام کیا ہو جس کی وجہ سے شہادت کی موت اس کو نفع نہ دے اور ضرر نہ دینے والے امور کو روکے؟

● جب خود جناب رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ ''شَيَّبَتْنِي هُودُ وَ اَخَوَاتُهَا'' مجھے سورت ہود اور اس سورت جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے تو عام مومن خوف نہ کریں یہ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

سورت ہود، سورت واقعہ، سورت تکویر اور سورت نباء میں وہ آیات جو خوف اور بڑھاپے کا باعث ہوسکتی ہیں وہ یہ ہیں:''اَ لَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُودٍ''، (سورہ ہود: آیت: ۶۰) (ترجمہ: خبردار! عاد یعنی قوم ہود کے لئے بُعد ہے) ''اَلَا بُعْدًا لِّثَمُودِ'' (سورہ ہود: آیت: ۶۸) (ترجمہ: خبردار! ثمود کے لئے بُعد ہے) اور ''اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ کَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ''(سورہ ہود: آیت: ۹۵) (ترجمہ: خبردار! مدین کے لئے دوری اور بُعد ہے جیسے کہ ثمود دور ہوئے) اور سورت واقعہ میں ہے: ''لَيْسَ لِوُقْعَتِهَا کَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ'' (سورہ واقعہ: آیت: ۳) (ترجمہ: قیامت کا دن واقع ہونا جھوٹ نہیں ہے، قیامت ایک قوم کے لئے خافضۃ یعنی گرانے والی ہے اور دوسری قوم کے لئے رافعہ ہے۔) سورت تکویر میں ہے:''وَ اِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ وَ

اِذَا الْـجَنَّۃُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ'' (سورہ) (ترجمہ:اور جب جہنم گرم کی جائے گی اور جب جنت قریب کی جائے گی ہر نفس اپنے کئے کو جان لے گا۔)

سورت نباء میں ہے: ''یَـوْمَ یَـنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدَاہُ'' (سورہ نباء: آیت: ۴۰) (ترجمہ:اس دن آدمی دیکھے گا اس چیز کو جس کو اس کے ہاتھوں نے آخرت کے لئے بھیجا ہے۔)

● قرآن اول سے آخر تک ان لوگوں کے لئے خوف پیدا فرماتا ہے جو اس کی تلاوت تدبر اور تفکر کے ساتھ کرتے ہیں۔فرمایا''وَ اِنِّـیْ لَغَفَّـارٌ لِّـمَـنْ تَـابَ وَ اٰمَنَ وَ عَـمِلَ صَـالِـحًا ثُمَّ اهْتَدٰی'' (سورہ طٰہٰ: آیت: ۸۲) (ترجمہ:اور بیشک میں غفار ہوں اس شخص کے لئے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے اور ہدایت حاصل کی۔) اس آیت میں مغفرت کی چار شرطیں ذکر فرمائیں۔

ایک جگہ فرمایا: ''فَـاَمَّـا مَـنْ تَـابَ وَ اٰمَـنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰی اَنْ یَّـکُـوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ''(سورہ قصص: آیت: ۶۷) (ترجمہ:پس لیکن وہ شخص جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے پس قریب ہے کہ وہ فلاح پانے والوں سے ہو۔)اس آیت میں پہلی آیت سے بھی زیادہ خوف کی بات ہے۔

ایک جگہ فرمایا: ''فَلَا یَـاْمَـنُ مَـکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ''(ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے مکر اور پکڑ سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہ لوگ جو خسارہ اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

● حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالنے کے لئے منجنیق میں بٹھایا گیا تو آپ نے کہا:''حَسْبِـیَ الـلّٰہُ'' مجھے اللہ ہی کافی ہے۔یہ عظیم دعا تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کا اس

حالت میں یہی الفاظ کہنے کی وجہ سے امتحان لے لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا: ''یَا اِبْرَاهِیْمُ! اَ لَکَ حَاجَةٌ؟'' کیا تجھے حاجت ہے؟ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو جواب دیا ''اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا'' لیکن تیری طرف پس کوئی حاجت نہیں۔ یعنی آپ حسبی اللہ کی حقیقت کے ساتھ وفا کنندہ ہو گئے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَ اِبْرَاهِیْمُ الَّذِیْ وَفّٰی'' (سورہ نجم: آیت: ۳۷) ابراہیم وہ ہیں جنہوں نے وفا کی۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ''قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰی'' (سورہ طٰہٰ: آیت: ۴۵) (ترجمہ: بیشک ہمیں خوف ہے کہ فرعون ہمارے اوپر زیادتی کرے گا یا طغیانی کرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تسلی دی کہ تم نہ ڈرو بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں، سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ مگر جب جادوگروں نے جادوگیری کی تو اللہ فرماتا ہے ''فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دل میں خوف محسوس کیا یہ خوف اللہ تعالیٰ کے خفیہ تدبیر سے تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ تسلی دی اور فرمایا: ''لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی'' اے موسیٰ! نہ ڈرو بیشک تو غالب ہوگا۔ معلوم ہوا موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے تھے۔

● تاجدارِ کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر میں جب مسلمانوں کی قلت اور ضعف کو دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا: ''اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَمْ یَبْقَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ یَّعْبُدُكَ'' (احیاء) اے اللہ! اگر اس جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو زمین پر کوئی ایک باقی نہیں ہوگا جو تیری عبادت کرے۔ جناب رسول اللہ ﷺ بدر میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے خوف زدہ تھے اس لئے مذکورہ کلمات ادا فرمائے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''دَعْ عَنْکَ مُنَاشِدَتَکَ رَبَّکَ فَاِنَّهٗ وَافٍ لَکَ بِمَا وَعَدَکَ'' یارسول اللہ! اپنے رب سے دعا کی شدت کو چھوڑ یئے بیشک وہ تیرے لئے اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق مقامِ توکل اور اعتماد میں تھے اور خود جناب رسول اللہ ﷺ مقامِ خوف میں تھے اور مقامِ خوف تمامِ توکل سے اکمل اور اتم ہوتا ہے کیونکہ خوف اللہ تعالیٰ کے اسرار اور خفیہ تدبیرات کی کامل معرفت سے پیدا ہوتا ہے۔

انبیاء کرام اور جناب سول اللہ ﷺ کو اس بات کی کامل معرفت حاصل تھی کہ جملہ امور کا مدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ معقولات اور قیاس کو اس میں دخل نہیں ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس نے عارفین کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں: ''اِذَا الطَّامَّةُ الْکُبْرٰی هِیَ اِرْتِبَاطُ اَمْرِکَ بِمَشْیَةِ مَنْ لَّا یُبَالِیْ بِکَ'' بڑی قیامت اور خوف زدہ کرنے والی بات یہ ہے کہ اے مخاطب تیرے معاملات اور نجات کا رابطہ ایسی ذات کی مشیت کے ساتھ ہے جسے تیری ضرورت نہیں۔ وہ باری تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَ لَوْ شِئْنَا لَآتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' (سورہ سجدہ: آیت: ۱۳) اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت عطا فرما دیتے لیکن میری جانب سے یہ قول حق اور اٹل ہے کہ ہم جہنم کو جنات اور انسانوں دونوں سے بھریں گے۔ جب معاملہ اتنا نازک ہے تو آدمی کیسے خوفزدہ نہ ہو جب ازل میں فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کے تدارک کی کوئی صورت نہیں ہے تو آدمی رو رو کر چیخے نہیں تو کیا کرے؟ (رفیق حسنی) چونکہ سب کچھ خفی ہے صرف علامتوں اور ظاہری اسباب سے ازلی مکتوب پر کچھ رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے وہ یہ کہ کسی شخص کو شر کے اسباب تو میسر ہیں مگر خیر کے اسباب اور اس کے درمیان حجاب اور دیوار ہے اور دنیا کی محبت

اس کے دل میں راسخ ہے یہ شقاوت کی علامت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے ''کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهُ'' ہر شخص جس چیز کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ چیز اس کے لئے آسان اور میسر ہے اگر کسی شخص کے لئے خیرات اور اعمالِ صالحہ کے ابواب مفتوح ہیں اور اس کا دل دنیا سے منقطع ہے اور اس کا ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہے بظاہر ان امور سے خوف میں تخفیف پیدا ہوگی اور یہ سعادت کی علامت ہے۔ مگر خاتمہ کا خطرہ اور موت تک خیر پر ثبات کے عُسر کی وجہ سے خوف کی آگ کی وجہ سے دل سلگتا رہے گا اور اس کو بجھانا ممکن نہیں ہوگا۔ کس طرح کوئی آدمی بے خوف اور پر امن ہوسکتا ہے؟ جب اس آدمی کے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد موجود ہو کہ مومن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے ''اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ'' (سورہ معارج: آیت: ۲۸) بیشک ان کے رب کا عذاب غیر مامون ہے۔ جس سے بے خوفی اور امن نہیں ہے۔ اگر عارفین کے دل میں دل کی روح اور حیات رجاء اور عفو کی امید نہ ہوتی تو ان کے قلوب خوف کی آگ سے راکھ ہو جاتے، اس لئے رحمت اور رجاء کے اسباب خواص کے لئے رحمت ہیں اور غفلت کے اسباب عوام کے لئے رحمت ہیں اگر خواص کے لئے رجاء اور رحمت کے اسباب سے امید اور عوام کی طرف سے غفلت نہ ہوتی تو مقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔

ایک عارف نے کہا: اگر مجھے ایک شخص کی توحید اور ایمان پر رہتے ہوئے پچاس سال سے معرفت حاصل ہو اور اس کے اور میرے درمیان ایک ستون یا دیوار حائل ہو جائے اور وہ فوت ہو جائے تو میں اس کے ایمان اور توحید کی قطعی گواہی نہیں دوں گا کیونکہ میں نہیں جانتا کہ ستون کے حائل ہونے کے بعد اس کے لئے کیا ظاہر ہوا۔

● ''وَ كَانَ اَبُوْ الدَّرْدَاءِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ مَا اَحَدٌ اٰمَنَ عَلٰى اِيْمَانِهِ اَنْ يُّسْلَبَهُ

عِنۡدَ الۡمَوۡتِ اِلَّا سَلَبَهٗ" (ترجمہ: اور حضرت ابوالدرداء اللہ تعالیٰ کے ساتھ حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ نہیں بے خوف ہوا کوئی ایک اپنے ایمان کے سلب ہونے پر (اللہ تعالیٰ سلب کرسکتا ہے) مگر اللہ تعالیٰ اس کا ایمان سلب کرلے گا، جو شخص موت کے وقت سلبِ ایمان سے بے خوف ہے اس سے موت کے وقت ایمان مسلوب ہو جائے گا۔ آج خواص الناس کی اکثریت فریب زدہ ہے اور سلبِ ایمان کے خوف سے غافل ہے۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔

● حضرت سفیان ثوری فوت ہوتے وقت رونے لگے اور بے صبری کا اظہار کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ کی عفو تیرے گناہوں سے عظیم ہے، رجاء اور امید کو لازم رکھو۔ آپ نے فرمایا: میں گناہوں پر نہیں روتا بلکہ میں سوء خاتمہ کے خوف سے رو رہا ہوں اگر مجھے علم ہو جائے کہ میری موت ایمان پر ہو گی تو مجھے گناہوں کی پرواہ نہیں اگرچہ پہاڑوں کے برابر ہوں۔

● حضرت سہل فرمایا کرتے تھے مرید گناہوں سے ڈرتا ہے اور پیر کفر سے ڈرتا ہے۔ جب عارف اور کامل لوگ جن کے دل میں ایمان قوی تر ہے، ان کے خوف کا یہ حال ہے تو کمزور ایمان والوں کا کیا حال ہونا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ سوئے خاتمہ سے امان میں عطا فرمائے۔

حسن خاتمہ اور سوء خاتمہ کا بیان:

● سوء خاتمہ سے مراد یہ ہے کہ قبضِ روح سے پہلے زندگی میں کسی وقت یا روح کے خروج کے وقت سے پہلے سکرات اور موت کے ہولناک منظر کے ظہور کے وقت ہوش و حواس کے قائم ہوتے ہوئے دل پر کسی کفریہ عقیدہ کا غلبہ ہو جائے یا اسلامی عقائدِ ضروریہ میں تردد اور شک پیدا ہو جائے مثلاً اللہ تعالیٰ کے وجود یا اس کی توحید سے انکار یا شک کی کیفیت غالب آجائے یا جناب رسول اللہ ﷺ کی رسالت یا ختمِ نبوت یا قرآن مجید کے صدق کے

متعلق شک یا انکار غالب ہو جائے تو خاتمہ ایمان پر نہیں ہوگا (العیاذ باللہ) زندگی کا خاتمہ کفر پر ہو جائے گا یہ سوء خاتمہ ہے۔ اور اگر سکرات سے پہلے ہوش وحواس قائم ہونے کی حالت میں زندگی بھر کافر رہنے والے کے دل میں صدقِ رسول اللہ ﷺ اتر جائے اور اس کا کفر زائل ہو جائے یا سکرات اور موت کے وقت زندگی بھر مومن رہنے والے شخص کا یقین اور ایمان حسبِ سابق قائم رہے تو یہ حسن خاتمہ ہے۔

- سوء خاتمہ کے اعتقادی اسباب مثلاً بدعات، رافضیہ اور وہابیت اور معتزلیت وغیرہا اور علمی اسباب نفاقِ عملی اور کبر اور دیگر صفاتِ مذمومہ ہو سکتے ہیں۔

نفاق سوء خاتمہ کا سبب بن سکتا ہے:

نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی اور عملی۔ نفاق اعتقای یہ ہے کہ آدمی زبان سے اسلام کے حق ہونے کا اقرار کرے لیکن دل سے انکار کرے، یہ کفر ہے۔ اور نفاقِ عملی بدعملی اور فسق کا نام ہے، کفر نہیں ہے۔ نفاق اعتقادی چونکہ کفر ہے اس لئے منافق کی موت اگر اعتقادی نفاق پر ہی ہوئی ہے اور سکرات سے پہلے نفاق زائل نہیں ہوا تو وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے۔ اور نفاق عملی بھی سوء خاتمہ کا باعث ہو سکتا ہے اور مسلمان کے لئے خطرناک ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے: اگر مجھے علم ہو کہ میں نفاق سے بری ہوں، مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہوگا جن پر سورج طلوع کرتا ہے۔ آپ کی مراد نفاق عملی تھا۔ اس نفاق کی کچھ علامتیں ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے سید عالمین رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَ اِنْ صَلّٰى وَ صَامَ وَ زَعِمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ وَ اِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فَفِيهِ شُعْبَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا

حَـدَّثَ كَـذَبَ وَ اِذَا وَعَـدَ اَخْـلَفَ وَ اِذَا أُتُـمِـنَ خَانَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

(بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''چار خصلتیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلم ہے اور اگر اس شخص میں ان چار خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی موجود ہو تو اس میں نفاق کا ایک شعبہ ہے حتی کہ اس کو چھوڑ دے۔ (چار خصلتیں) جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جس اس کے پاس امانت رکھی جائے اس میں خیانت کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے''

● صحابہ کرام اور تابعین عظام نے نفاق عملی کی مختلف تفسیریں ذکر فرمائی ہیں۔ ان تفاسیر کے مطابق کوئی آدمی غیر نبی نفاق سے محفوظ نہیں ہوتا مگر صدیق اور کامل ولی حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: نفاق یہ ہے کہ ظاہر او باطن اور زبان اور قلب میں اختلاف ہو۔ (احیاء)

کون آدمی اس تفسیر کے مطابق نفاق سے محفوظ ہوسکتا ہے؟ آج ہر شخص کا ظاہر اور باطن اور زبان اور قلب ایک نہیں رہا بلکہ آجکل کذب اور وعدہ خلافی اور خیانت اور فحش گالیاں عام عادات میں داخل ہوگئی ہیں اور یہ اتنی عام ہوگئی ہیں کہ ان کا منکرات اور ممنوعات سے ہونا بھی نسیا منسیا ہوگیا ہے ان کے منکر اور گناہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتی بلکہ یہ تو زمانۂ نبوت کے قرب میں شروع ہوگیا تھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں:

اِنْ كَـانَ الـرَّجُلُ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَـلَّـمَ فَيُصِيْرُ بِهَا مُنَافِقًا اِنِّیْ لَاَسْمَعُهَا مِنْ اَحَدِكُمْ فِی الْيَوْمِ عَشَرَ مَرَّاتٍ

(احیاء)

ترجمہ: ''بیشک جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں آدمی ایک کلمہ بولتا تھا وہ اس کی وجہ سے منافق ہو جاتا تھا آج بیشک میں تمہارے ایک سے وہ کلمہ دس مرتبہ سنتا ہوں''

● صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے:

اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نُعِدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ (احیاء)

ترجمہ: ''بیشک تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بالوں سے بھی زیادہ باریک ہوتے ہیں ان اعمال کو جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم کبائر سے شمار کیا کرتے تھے''

● بعض علماء نے نفاق کی تعریف یہ کی ہے ''**اِذَا مُدِحَ بِشَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ اَعْجَبَهٗ ذَالِکَ**'' (جب آدمی کی ایسی شی کے ساتھ تعریف کی جائے جو اس میں نہیں پائی جاتی وہ اس کو پسند کرتا ہے) اس تعریف کے تناظر میں آج کل کے علماء اور مشائخ کو دیکھا جائے تو میرے علم کے مطابق کوئی عالم اور پیر نفاق سے محفوظ نہیں۔ اسٹیج سیکریٹری اور اناؤنسر جاہل مشائخ اور متکبر علماء کی کذب پر مشتمل مبالغہ آمیز تعریف نہ کرے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ''**لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى**'' (سورۃ نجم: آیت: ۳۲) (اپنے نفسوں کا تزکیہ نہ کیا کرو وہ جانتا ہے جو شخص تقویٰ والا ہے۔)

● ایک آدمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے عرض کیا: بیشک ہم وقت کے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں اور جب واپس لوٹتے ہیں تو ان کی غیبت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''**كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**'' (ہم اس رویہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے

عہد میں نفاق شمار کرتے تھے)(احیاء)

● روایت ہے کہ ایک آدمی حجاج بن یوسف کی مذمت کر رہا تھا۔حضرت عبداللہ ابن عمر نے اسے فرمایا: اگر حجاج حاضر ہوتا تو اس طرح اس کی مذمت کرتا؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ہم جناب رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں اس کو نفاق شمار کرتے تھے۔

● کچھ لوگ حضرت حذیفہ بن یمان کے دروازہ پر بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے اور آپ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: جو باتیں کر رہے تھے وہ کرتے رہو۔ مگر خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا: ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس کو نفاق کہتے تھے۔

اعتقادی بدعات سوء خاتمہ کا سبب ہو سکتی ہیں:

● سوء خاتمہ کا سبب بدعت اعتقادی نہایت خطرناک امر ہے۔ بدعت اعتقادی اس لئے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ یہ تقویٰ اور زہد اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عقیدۂ حق کے خلاف اعتقاد باطل کا زائل ہونا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کے متعلق معتزلیوں کی طرح غلط عقیدہ رکھنے والا اور جناب رسول اعظم ﷺ کی شان ختمِ نبوت سے انکار کرنے والا یا گستاخی اور بے ادبی کا عقیدہ رکھنے والا جس طرح قادیانی اور بعض وہابی عقیدہ رکھتے ہیں اور قرآن مجید کے ناقص یا غلط ہونے یا محرف ہونے اور ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام کے متعلق گستاخانہ عقائد رکھنے والا جس طرح اہلِ تشیع اور رافضی عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اعتقادی بدعات کے مرتکب ہیں اور ایسے اعتقادات رکھتے ہیں جو سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہیں اور ان کے اپنے ایجاد کردہ ہیں اور بعض اعتقادات کفر ہیں چونکہ بدعات محدثہ اعتقاد کے مرتبہ پر پہنچ گئی ہیں اس لئے ان کا زوال نہایت مشکل ہوتا ہے۔ یہ لوگ صاحبِ تقویٰ اور عابد بھی ہوں مگر اعتقادی

بدعات کی وجہ سے ان لوگوں کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہونا مشکل لگتا ہے۔ جب موت کے قریب موت کے آثار اور ملائکہ نظر آنے لگتے ہیں بسا اوقات اس وقت بدعتی پر انکشاف ہوتا ہے کہ میرے اعتقادات باطل تھے بلکہ کفریہ تھے۔ اگر ان حالات میں اس کی روح قبض کر لی گئی تو اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہی لوگ درجِ ذیل آیات سے مراد ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ'' (اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ظاہر ہو گیا جس کا وہ گمان نہیں رکھتے تھے)

فرمایا:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا''

ترجمہ: ''آپ کہیں کیا ہم تمہیں اعمال میں نہایت خسارے والے لوگوں کی خبر دیں وہ جن کی حیاتِ دنیا کی ساری محنت ضائع ہوگئی حالانکہ وہ گمان کرتے تھے بے شک وہ اچھے عمل کر رہے ہیں''

معلوم ہوا اگر بد اعتقادی کفر تک پہنچ گئی ہے تو اعمالِ صالحہ اور تقویٰ اور ورع سب ضائع ہو جائیں گے۔

نوٹ: ہر اسلامی فرقہ میں بعض افراد انتہا پسند ہوتے ہیں جو اپنی انتہا پسندی کی وجہ سے کفریہ اعتقادات کو ایمان سمجھتے ہیں۔ ان آیات سے مراد کفریہ اعتقادات رکھنے والے افراد ہیں سارے لوگ مراد نہیں ہیں کیونکہ ہمارے اہل سنت جماعت کے نزدیک اہلِ قبلہ فرقوں سے جو لوگ ضروریاتِ دین کے منکر نہیں ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ اَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ'' (مشکوٰۃ شریف) (ترجمہ: جس شخص

نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری ذبیحہ کھائی وہ مسلمان ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے۔) یعنی اسے کافر نہ کہا جائے۔علماء فرماتے ہیں اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین یعنی وہ امور جن امور کا دین ہونا بدیہی ہو نظر اور فکر پر موقوف نہ ہو، کا منکر نہ ہو جیسے نماز اور رمضان کے روزے اور حج اور زکوٰۃ اور توحید اور رسالت اور قرآن مجید کی صداقت وغیرھا ضروریاتِ دین سے ہیں، ان کا منکر کافر ہوگا اگرچہ ہمارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہو۔ ہمارے دور کے قادیانی اگرچہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اہلِ قبلہ نہیں کیونکہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں اور ختمِ نبوت کا امر ضروریاتِ دین سے ہے۔

اہلِ تشیع کے متعدد فرقے ہیں۔بعض اہلِ قبلہ نہیں ہیں۔قرآن مجید کے منکر اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قائل اور حضرت ابوبکر صدیق کی صحبت کے منکر اور حضرت علی کی الوہیۃ کے قائل اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی میں غلطی کے قائل گروپ اہلِ قبلہ نہیں ہیں اور تفضلی اور معتدل اہلِ تشیع اہلِ قبلہ ہیں۔

اہلِ تشیع کے بعض گروہوں کی طرح ہماری طرح نماز پڑھنے والے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنے والے لوگ اہلِ قبلہ ہیں مگر وہ افراد جنہوں نے انبیاء عظام علیہم السلام کی توہین کی ہے وہ اور توہین کرنے والوں کو اہلِ قبلہ کہنا جائز نہیں ہے۔میری سمجھ کے مطابق معروف فرقوں کے ایک دوسرے فرقے کے مسلک اور عقائد پر شرک اور کفر اور توہین رسالت کے الزام صحیح نہیں ہاں! ہر فرقہ سے بعض افراد سے توہین کا ارتکاب ہوا افراد کے قول کا جماعت کا قول ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیانی عرصہ میں ایک مرتبہ استاذ العرب والعجم سیدی استاذیم مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم امجدیہ تشریف لائے جس میں اکابر

علماء اہل سنت حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد حسن حقانی صاحب اور حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی صاحب اور حضرت مولانا مفتی شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا غلام محمد سیالوی اور حضرت مولانا غلام دستگیر افغانی اور حضرت مولانا غلام نبی فخری صاحب اور حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب اور دیگر بیسیوں علماء اہل سنت کی مجلس میں قبلہ استاذیم مولانا عطا محمد بندیالوی نے فرمایا: ہمارا علماء دیوبند سے اختلاف تو ہے مگر یہ اختلاف اس وجہ سے نہیں کہ علماء دیوبند توہینِ رسالت کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی توہینِ رسالن کفر ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک توہینِ رسالت کفر ہے۔ اختلاف بعض مولویوں کے چند توہینی عبارات کی وجہ سے ہوا۔ انہوں نے: ان عبارتوں میں توہینِ رسالت نہیں ہے اور ہمارے علماء نے فرمایا: ان عبارتوں میں توہین ہے۔ لہٰذا توہینِ رسالت کے کفر ہونے پر ہمارا اور علماء دیوبند کا اتفاق ہے۔ اس گفتگو سے موجود علماء نے اتفاق کیا۔ یقیناً ایسا ہی ہے تو بعض افراد کی عبارتوں کی وجہ سے یہ کہنا کہ ان لوگوں کا مسلک ہے کہ توہینِ رسالت جائز ہے، صحیح نہیں کیونکہ خود صاحبِ عبارات بھی کہتے رہے توہین تو کفر ہے مگر ان عبارتوں میں توہین نہیں ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو سارے افراد کا اہلِ قبلہ شمار نہ کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

اعلیٰ حضرت سیدی الشاہ احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملفوظات میں تحریر فرمایا ہے کہ مسئلہ حاضر ناظر اور علم غیب کلی اور اختیار کل اور نور و بشر کے مسائل میں اقرار یا انکار سے کسی آدمی کی تفسیق بھی نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ تکفیر کی جائے۔ وہ فرماتے ہیں: ہم نے بعض علماء کی توہینی عبارتوں پر التزام کے بعد کفر کا فتویٰ بنام حسام الحرمین جاری کیا مگر ہمارے مخالفوں نے صرف مخالفت برائے مخالفت کی بنیاد پر ہمیں مشرک کہنا اور لکھنا شروع

کر دیا۔موجودہ حالات میں وہ کفریہ عبارتیں اوران کے لکھنے والوں کا اکثر لوگوں کوعلم تک نہیں ہے۔ان پر کفر کا فتویٰ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنے والے کس طرح لگا سکتے ہیں؟ ''فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ''(ترجمہ:تواے اہلِ بصیرت!عبرت حاصل کرو)۔

● جس طرح سچے خوابوں میں مستقبل کے امور کا انکشاف ہوجاتا ہےاسی طرح سکرات کے وقت بھی بعض امور کا انکشاف ہوجاتا ہے کیونکہ دنیاوی مشاغل ہی قلبی ادراکات سے رکاوٹ ہوتے ہیں اور سکرات کے وقت دنیاوی امور سے توجہ مبذول ہوجاتی ہے۔سعادت اور نجات یا ہلاکت اور شقاوت کے آثار کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے۔اس وقت صحیح اعتقاد ہی نجات دے سکتا ہے۔ زیادہ خطرہ ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جو باطل اعتقادات بحث اور نظر سے حاصل کرتے ہیں اور علماء کہلاتے ہیں۔اور جن لوگوں نے اجمالی ایمان پر پختہ یقین رکھا ہوتا ہے ان کے لئے خطرہ کم ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے:''اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ''(اہلِ جنت کی اکثریت سادہ اور بھولے لوگوں کی ہوگی)

● سوءِ خاتمہ کا تیسرا سبب معاصی کی کثرت ہے کیونکہ معاصی کی کثرت کی وجہ سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت صرف حدیثِ نفس اور خیال کی حد تک ہوتی ہے، دل میں نہیں اترتی معاصی نے قلب کو گھیر لیا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت کی جگہ بُغض لے لیتا ہےاوروہ شخص ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔ یہ اس شخص کے لئے جس کی محبت دنیا کے ساتھ اغلب ہے، اگر دنیا کی محبت مغلوب ہے یا اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ اور دنیا کی محبت برابر برابر ہے تو زیادہ خطرہ نہیں۔(احیاء)

● سوءِ خاتمہ کے اسباب بدعتِ اعتقادی اور نفاق اور کثرتِ معاصی ظاہری اسباب ہیں

ورنہ سببِ حقیقی قضا ازلی ہے جس کی وجہ سے صدیقین اور صالحین اور علماء عظام ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں۔

● سید الانس والجان رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضیٰ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ فِیْہِ وَ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ فِیْہِ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَ لَا بَعْدَ الدُّنْیَا مِنْ دَارٍ اِلَّا الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ (بیہقی بحوالہ احیاء)

ترجمہ: ”مومن آدمی دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے وہ مدت جو گزر گئی وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے اور وہ مدت جو باقی ہے آدمی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ کرنے والا ہے پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے موت کے بعد توبہ قبول نہیں ہے اور دنیا کے بعد کوئی دار نہیں مگر جنت اور جہنم“

خوف میں انبیاء عظام علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام کے احوال:

● حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب تیز ہوا اور آندھی آتی تھی تو جناب رسول ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے حجرہ مبارک میں کبھی داخل ہوتے کبھی خارج ہوتے۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے درج ذیل دعا بھی فرماتے تھے: ”**اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَ لَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذَالِکَ**“ (**حصن حصین**) (ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ فرما اور ہمیں اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک نہ فرما اور اس سے پہلے عافیت عطا فرما)

● جناب رسول اللہ ﷺ نے سورۃ مزمل کی آیت ”**اِنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالًا وَّ جَحِیْمًا وَّ**

طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا'' (سورۃ مزمل: آیت ۱۲-۱۳) (ترجمہ: بے شک ہمارے پاس ان کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب) تلاوت فرمائی اور بے ہوش ہوکر گر گئے۔ (بیہقی)

● روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں داخل ہوتے ''یُسْمَعُ لِصَدْرِهٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ'' (ترمذی) (آپ ﷺ کے سینہ سے ایسی آواز سنی جاتی تھی جس طرح کھولنے والی ہنڈیا کی آواز۔

● حضرت ابوالدرداء نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سینے کی آواز ایک میل تک سنی جاتی تھی۔

● حضرت مجاہد کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام سجدے کی حالت میں روتے رہے اور آپ نے چالیس دن تک سر مبارک نہیں اٹھایا حتی کے آپ کے آنسوں کی نمی سے گھاس پیدا ہوگیا اور آپ کے سر کو ڈھانپ لیا۔ چالیس دن کے بعد آواز آئی: اے داؤد! کیا تم بھوکے ہو؟ تمہیں کھانا دیا جائے، فرمایا: تم پیاسے ہو تمہیں پانی دیا جائے؟ کیا تم بے لباس ہو تمہیں لباس دیا جائے؟ آپ سخت روئے حتی کہ آپ کی سانس آگ کی طرح گرم ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! میری خطا میرے ہاتھ میں لکھ دی جائے تو خطا آپ کے ہاتھ میں لکھ دی گئی۔ جب بھی آپ کھانے یا پینے کے لئے یا کسی کام کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور مکتوب خطا کو دیکھتے تو زار و قطار روتے حتی کہ ہونٹوں پر مشروب کا پیالہ آنسوؤں سے بھر جاتا اور دعا فرماتے: ''اِلٰهِیْ اِذَا ذَکَرْتُ خَطِیْئَتِیْ ضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِرَحْبِهَا وَ اِذَا ذَکَرْتُ رَحْمَتَکَ ارْتَدَّتْ اِلَیَّ رُوْحِیْ'' (احیاء)

● حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روتے ہوئے بیابانوں میں نکل گئے، جنگل کے درندے آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ مجھے رونے والے خطا کار ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ جب تم جانور بے خطا ہو میرے پاس کیوں آئے ہو۔ (احیاء)

● ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام نے طویل رونے اور اس پر نفع نہ دیکھنے پر حالتِ سجدہ میں شدتِ غم میں عرض کیا: "یَا رَبِّ اَمَا تَرْحَمُ بُکَائِیْ؟" اے میرے رب! کیا تو میرے رونے پر رحم نہیں فرمائے گا؟ پھر عرض کیا: "یا اللہ! جب میں زبور تلاوت کرتا تھا جاری پانی رک جاتا تھا اور ہوائیں ٹھہر جاتی تھیں اور پرندے میرے سر پر سایہ کرتے تھے اور مسجد میں وحشی جانور میرے پاس جمع ہو کر محبت کرتے تھے، کیا ہوا یہ سب کچھ نہیں ہو رہا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب کچھ اطاعت کی وجہ سے تھا۔ (احیاء)

● حضرت یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے جب حضرت داؤد علیہ السلا رونے کی مجلس قائم کرتے تھے تو آپ کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام شہروں اور دیہاتوں اور چرچوں اور جنگلوں اور سمندروں کے ساحل پر اعلان کرواتے تھے کہ فلاں دن فلاں وقت مجلسِ بکاء ہوگی۔ درندے جنگلوں سے اور حشرات الارض پہاڑوں سے اور پرندے اپنے گھونسلوں سے اور خواتین اور مرد حضرات اپنے گھروں اور چرچوں سے مجلسِ بکاء میں حاضر ہوتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ آپ پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء شروع کرتے۔ ثناء شروع کرتے ہی لوگ زارو قطار رونا شروع کر دیتے پھر جنت اور جہنم کا ذکر فرماتے تو ہوام اور وحشی جانور اور درندے اور لوگوں سے کچھ افراد تڑپتے تڑپتے فوت ہو جاتے۔ پھر آپ قیامت کا ذکر کرتے اور کثرت سے روتے روتے نیچے گر جاتے حتیٰ کہ آپ کو لوگ واپس چارپائی پر اٹھا کر لے جاتے۔ آپ کی مجلسِ بکاء سے ہزاروں کے

جنازے اٹھائے جاتے۔(احیاء)

● حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ موٹے کپڑے پہن کر بیت المقدس میں رہنے لگے دن کومسجد کی صفائی کرتے تھےاور ساری رات رو رو کر گزار دیتے تھے۔ پندرہ دن تک ایسا کرتے رہے پھر بیت المقدس سے نکلے اور وادیوں اور غاروں سے ہوتے ہوئے بحیرہ اردن پہنچ گئے۔آپ کے والدین نے آپ کو تلاش کیا تو آپ دریا کے کنارے بیٹھے کہہ رہے تھے: ''وَ عِزَّتِکَ وَ جَلَالِکَ لَا اَذُوْقُ بَارِدَ الشَّرَابِ حَتّٰی اَعْلَمَ اَیْنَ مَکَانِیْ مِنْکَ'' (ترجمہ: مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! میں ٹھنڈا پانی اس وقت تک نہیں پیوں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تیرے نزدیک میرا مرتبہ اور مقام کونسا ہے؟)اسی حال میں آپ کے والدین نے کہا یہ روٹی اور پانی آپ کے لئے لائے ہیں کھالواور پانی پی لو۔ چنانچہ آپ نے کھانا کھایا اور پانی پیا اور قسم کا کفارہ ادا کردیا۔

● حضرت زکریا علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یحیٰ علیہ السلام کی رونے کی کثرت دیکھ کر رو دیتے تھے اور حضرت یحیٰ علیہ السلام اتنا روتے تھے کہ آپ کے رخساروں پر آنسوؤں کی لائنوں کے داغ پڑ گئے تھے۔(احیاء)

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: ''مَعَاشِرِ الْحَوَارِیِّیْنَ''اے حواریین کی جماعت! اللہ تعالیٰ کی خشیت اور جنت کی محبت مشقت اور محنت کرنے پر صبر کرنے کا باعث ہوتے ہیں اور دنیا سے دور کرتے ہیں۔

● حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے پرندے کو دیکھا اور فرمایا:''لَیْتَنِیْ مِثْلُکَ یَا طَائِرُ وَ لَمْ اُخْلَقْ بَشَرًا'' (کاش میں تیری مثل ہوتا اے پرندے اور بشر پیدا نہ ہوتا)

● حضرت ابوذرؓ نے کہا: ’’وَدِدْتُّ لَوْ اَنِّیْ شَجَرَۃٌ تُعْضَدُ‘‘ (میں پسند کرتا ہوں کہ میں درخت ہوتا کاٹا جاتا)

● حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ’’وَدِدْتُ اَنِّیْ اِذَا مِتُّ لَمْ اُبْعَثْ‘‘ (میں پسند کرتا ہوں کہ مرنے کے بعد دوبارہ نہ اٹھایا جاؤں)

● ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ’’وَدِدْتُ اَنِّیْ کُنْتُ نَسِیًا مَّنْسِیًا‘‘ (میں پسند کرتی ہوں کہ میں نسیامنسیا ہوتی)

● حضرت عمر فاروقؓ قرآن کی بعض آیات سنتے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے حتی کہ بیمار ہو جانے کی وجہ سے ان کی کئی دن تک عیادت کی جاتی۔

● ایک دن آپ نے ایک تنکا پکڑا اور کہا: ’’یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ ھٰذِہِ التِّبْنَۃَ یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اَکُ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًا‘‘ کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میں کچھ نہ ہوتا کاش میں نسیامنسیا ہوتا۔ ’’یَا لَیْتَنِیْ لَمْ تَلِدْنِیْ اُمِّیْ‘‘ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ اور حضرت عمرؓ کے چہرے پر آنسوؤں کی وجہ سے دو سیاہ لائنیں پڑ گئی تھیں۔

● ایک دن حضرت عمرؓ نے سورت ’’اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ‘‘ شروع فرمائی جب ’’وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ‘‘ (جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے) پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ایک دن جاتے ہوئے ایک گھر سے سورت والطّور کی آیت ’’اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ، مَالَہٗ مِنْ دَافِعٍ‘‘ (بیشک تیرے رب کا عذاب واقع ہے اس عذاب کے لئے کوئی دفاع کرنے والا نہیں) سنی تو آپ سواری سے اترے اور طویل وقت تک دیوار کے ساتھ آسرا لگا کے کھڑے رہے پھر گھر واپس تشریف لائے۔ ایک ماہ بیمار رہے لوگ عیادت کے لئے آتے تھے مگر کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ کونسی بیماری ہے۔

● حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فجر کی نماز پڑھائی سلام کے بعد فرمایا: میں نے جناب رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا آج ان کے مشابہ کوئی نظر نہیں آتا۔ جب وہ صبح کرتے تھے خاک آلود پراگندہ بال زرد رنگ، ان کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بکریوں کی گھٹنوں پر داغوں جیسے ہوتے تھے۔ ساری رات قیام اور سجود میں گزارتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ نیند بیٹھے بیٹھے کر لیتے تھے۔ جب صبح کرتے تھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے جھومتے تھے جس طرح ہوا میں درخت جھومتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے آنسوؤں سے ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ اللہ کی قسم! آج قوم غافل ہوگئی۔ یہ فرما کر پھر گھر چلے گئے اس کے بعد کبھی نہ ہنسے حتی کہ آپ کو ابن ملجم نے شہید کر دیا۔ (احیاء)

● حضرت عمران بن حصین فرمایا کرتے: کاش! میں راکھ ہوتا جسے ہوا اڑا لے جاتی۔

● حضرت ابو عبیدہ ابن جراح فرمایا کرتے: کاش! میں مینڈھا ہوتا اور ذبح کیا جاتا میرے اہل میرا گوشت کھاتے اور شوربا پیتے۔

● حضرت زین العابدین جب وضو فرماتے آپ کا رنگ زرد ہو جاتا۔ آپ کے گھر والے پوچھتے آپ کو وضو کے وقت کیا ہو جاتا ہے؟ آپ فرماتے: تم جانتے ہو میں کس ذات کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوتا ہوں۔

● حضرت مسور ابن مخرمہؓ قرآن مجید سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ جب ان کے پاس آیت پڑھی جاتی تو ان کی چیخیں نکلنا شروع ہو جاتیں۔ کئی کئی دن تک ہوش نہ رہتا۔ ایک مرتبہ قبیلہ خثعم سے ایک آدمی نے آپ کے پاس پڑھا "یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا" (قیامت کے دن ہم صاحبِ تقویٰ لوگوں کو وفد کی صورت میں رحمان کی طرف لے جائیں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے وہ جہنم میں وارد ہونے والے ہوں گے) آپ نے یہ آیت سن کر فرمایا:

”اَنَا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ لَسْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اَعِدْ عَلَیَّ الْقَوْلَ اَيُّهَا الْقَارِیُ“ (میں مجرموں سے ہوں، میں صاحبِ تقویٰ لوگوں سے نہیں ہوں۔ اے قاری صاحب یہ آیت دوبارہ پڑھو) جب قاری نے یہ آیتیں دوبارہ پڑھیں تو آپ گر گئے اور فوت ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

● قارئین اندازہ کریں صحابہ کرامؓ کے خوف کا یہ حال تھا مگر آج ہمارے علماء اور صوفیاء کی اکثریت خوف سے خالی نظر آتی ہے اور غرور کی وجہ سے انہیں یقین ہے کہ سب لوگوں سے بہتر ہم لوگ ہیں۔ (العیاذ باللہ)

اہلِ بکاء کی خشیت کے احوال:

● حضرت یحیٰ بکاء بہت رویا کرتے تھے۔ جامع کرامات اولیاء میں ہے کہ آپ کے بکاء کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک شخص کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتے تھے اور ان سے روحانی فیوضات حاصل کرتے تھے۔ ایک دن اس شیخ نے یحیٰ بکاء کو وصیت کی کہ میں فلاں دن فلاں شہر فلاں وقت فوت ہو جاؤں گا تم میرے پاس آ جانا۔ یحیٰ بکاء کہتے ہیں میں حسبِ حکم پہنچا تو شیخ موت کی سکرات میں تھے اور ان کا چہرہ مشرق کی طرف تھا جو کہ عیسائیوں کا قبلہ ہے، میں نے ان کے چہرہ کو کعبہ کی طرف کیا مگر پھر انہوں نے چہرہ مشرق کی طرف کرلیا۔ متعدد مرتبہ ایسا کرنے پر شیخ نے کہا: میرا چہرہ مشرق کی طرف ہی رہے گا اور میری موت عیسائیت پر ہوگی لہٰذا دوبارہ کعبہ کی طرف میرے چہرے کو نہ کیا جائے۔ شیخ فوت ہوگیا۔ حضرت یحیٰ کہتے ہیں: ہم نے اسے بغیر غسل و کفن اٹھایا اور عیسائیوں کے پاس چرچ لے گئے۔ چرچ والوں سے کہا: یہ سو سالہ بوڑھا شیخ مسلمان رہا مگر اس کی موت تمہارے دین پر ہوئی ہے اس لئے تم اسے اپنے طریقہ پر غسل و کفن دے کر اپنے قبرستان میں دفن کردو۔ چرچ والوں نے جب

یہ سنا تو حیران ہوئے اور کہنے لگے یہ ہمارے پاس میت ہے جو کہ سو سال سے کرسچن تھا اور ہمارا پوپ اور بزرگ تھا مگر آج جب یہ فوت ہوا تو فوت ہونے سے پہلے اسلام قبول کرلیا اور وصیت فرمائی کہ مجھے مسلمانوں کے سپرد کردینا تم لوگ اس ہماری میت کو لے جاؤ اور ہم تمہاری میت کی تدفین کرتے ہیں۔ یحیٰ بکاء فرماتے ہیں: ہم نے چرچ والے آدمی کی تجہیز اور نماز جنازہ اور تدفین کی اور انہوں نے ہمارے شیخ کی تدفین کی۔ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ معلوم نہیں میرے متعلق قضاء ازلی میں کیا لکھا ہوا ہے، میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں؟ جب سو سالہ شیخ جس سے ہزاروں مسلمانوں نے نفع اٹھایا اس کی موت کفر پر ہوئی اور سو سالہ عیسائی عابد کی موت ایمان پر ہوئی تو مجھے اس بے نیاز کی تدبیر سے خوف آ گیا ہے۔

نوٹ: اسی قسم کا ایک واقعہ علی بکاء کا بھی جامع کرامات میں لکھا ہے۔

- یحیٰ بکاء کے پاس یہ آیت پڑھی گئی: ''وَ لَوْ تَرىٰ اِذْ وُقِفُوْا عَلىٰ رَبِّهِمْ'' (اگر تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کردیئے جائیں گے) تو آپ کی چیخ نکلی اور گر گئے اور چار ماہ تک بیمار رہے اور بصرہ کے مضافات سے آپ کی عیادت کی جاتی تھی۔
- حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں: طواف کے درمیان میں ایک عابدہ خاتون کے ساتھ گزرا۔ اس نے غلافِ کعبہ کو پکڑا ہوا ہے اور رورو کر کہہ رہی ہے ''**يَا رَبِّ كَمْ شَهْوَةٍ ذَهَبَتْ لَذَّاتُهَا وَ بَقِيَتْ تَبِعَاتُهَا يَا رَبِّ مَا كَانَ لَكَ اَدَبٌ وَ عَقُوْبَةٌ اِلَّا النَّارُ**'' (اے میرے رب! کتنی خواہشات کی لذتیں ختم ہوگئیں اور ان کی ترشی رہ گئی، اے میرے رب! تیرے پاس ادب اور عقوبت کے لئے جہنم کی آگ کے علاوہ کچھ نہ تھا؟) حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں: اسے روتے اور مذکورہ کلمات کہتے کہتے صبح ہوگئی جب میں نے یہ منظر دیکھا تو اپنا سر پکڑ کر چیختے ہوئے کہنا شروع کردیا ''**تَكِلَتْ مَالِكاً اُمُّهٗ**''

(مالک کی ماں مالک کو روئے) حضرت مالک بن دینار نے رونے والی خاتون کے کلام سے سمجھے کہ خاتون کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا مقام ہے جو مردوں کے پاس نہیں۔

● حضرت حاتم اصم فرمایا کرتے تھے کسی کو اچھی جگہ ہونے سے فریب میں نہیں ہونا چاہئے جنت سے اچھی جگہ کوئی نہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ جنت میں ہوا وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔عبادت کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ابلیس بہت بڑا عابد تھا مگر اس کو عبادت نے فائدہ نہ دیا۔اور کثرتِ علم سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے بلعام بن باعور اسمِ اعظم کا عالم تھا مگر اس کو اسمِ اعظم نے فائدہ نہیں دیا اور صالحین کی رویت سے غرور میں نہیں آنا چاہئے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑا صالح کوئی نہ تھا مگر آپ کے دشمنوں ابوجہل اور ابولہب کو رویت سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔(ہر وقت خوف میں رہنا چاہئے)

● ایک انصاری صحابی پر خوف غالب تھا، روتا رہتا تھا حتی کہ گھر میں محبوس ہو گیا تھا۔ایک دن اس کے پاس جناب سرور دو عالم ﷺ تشریف لائے، اسے گلے لگایا۔انصاری کی روح پرواز کر گئی۔جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”**جَهِّزُوا صَاحِبَكُمْ فَاِنَّ الْفَرَقَ مِنَ النَّارِ فَتَّتْ كَبِدَهٗ**“ (ترجمہ: اپنے صاحب کی تدفین کا انتظام کرو جہنم کے خوف نے اس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔)

● حضرت عطاء سلمی خائفین اولیاء میں سے تھے۔ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عفو طلب کرتے تھے، جنت کا سوال نہیں کرتے تھے۔لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: دل میں خوف نے کسی لذیذ چیز کی خواہش کی جگہ نہیں چھوڑی۔آپ نے چالیس سال تک آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا اور چالیس سال تک کبھی نہیں ہنسے۔جب کوئی آندھی یا طوفان اور آسمانی آفت نازل ہوتی، فرمایا کرتے: ”**هٰذَا مِنْ اَجْلِىْ لَوْ مَاتَ عَطَا لَاسْتَرَاحَ النَّاسُ**“ (یہ میری وجہ سے ہے جب عطا مر جائے گا تو لوگ راحت پائیں گے)

● حجاج بن یوسف نے حضرت سعید ابن جبیر سے کہا: میں نے سنا ہے آپ کبھی نہیں ہنسے؟ حضرت سعید نے فرمایا: میں کس طرح ہنس سکتا ہوں جہنم کی آگ بھڑک رہی ہے، زنجیر تیار رکھے ہیں، جہنم کے داروغے تیار بیٹھے ہیں۔

● حضرت حسن بصری سے کسی نے پوچھا: کیسے مزاج ہیں؟ آپ نے فرمایا: خیریت ہے۔ پھر پوچھا: آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے تبسم کے بعد فرمایا: تم بتاؤ کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی سمندر کے وسط میں ٹوٹ گئی ہر شخص ایک ایک لکڑی اور پھٹے کا آسرا لے رہا ہے، بتایئے لکڑی کے پھٹوں پر لوگ کس حال میں ہوں گے؟ سائل نے عرض کیا: ان کے لئے خوف کی نہایت شدت ہوگی۔ آپ نے فرمایا: میرا حال ان سے زیادہ پریشان کن ہے۔

● حضرت عمر بن عبدالعزیز کی کنیز آپ کے پاس حاضر ہوئی اور سلام کیا اور گھر کی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ کر سوگئی اور نیند میں رونے لگی اور بیدار ہوگئی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے عرض کیا: میں نے آج عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں نے جہنم کی آگ دیکھی بھڑک رہی ہے، لوگ اس سے جل رہے ہیں، جہنم کے اوپر پُل رکھا گیا اور عبدالملک بن مروان کو لایا گیا وہ پل پر چلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جہنم میں گر گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: پھر؟ کنیز نے عرض کیا: پھر ولید بن عبدالملک کو لایا گیا وہ بھی جہنم میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا: پھر؟ کنیز نے عرض کیا: پھر سلیمان بن عبدالملک کو لایا گیا وہ بھی جہنم میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا: پھر؟ کنیز نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! پھر آپ کو لایا گیا۔ کنیز نے صرف اتنا کہا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز بے ہوش ہوکر گر گئے اور چیختے اور روتے رہے۔ کنیز اٹھی اور آپ کے کان میں بلند آواز سے کہنے لگی: ''يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنِّیْ رَأَيْتُکَ وَ اللّٰهِ قَدْ نَجَوْتَ'' (اے امیر المؤمنین! اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم

میں نے دیکھا آپ پل صراط سے سالم نکل گئے اور نجات پا گئے۔ یہ جملہ کنیز بار بار کہتی رہی مگر آپ دیر تک ایڑیاں رگڑتے اور روتے رہے کافی دیر کے بعد آپ کو ہوش آ گیا۔

● حضرت طاؤس بستر پر اس طرح مضطرب اور تڑپتے رہتے جس طرح آگ پر کڑاہی میں ڈالے گئے دانے ترختے اور مضطرب ہوتے ہیں۔ پھر اٹھتے اور قبلہ کی طرف منہہ کر کے صبح تک رو رو کر کہتے رہتے: ''طَيَّرَ ذِكْرُ جَهَنَّمَ نَوْمَ الْخَائِفِيْنَ'' (جہنم کی یاد نے خائفین کی نیندیں اڑا دی ہیں)

● احیاء العلوم اور دیگر کتب سے رجاء اور خوف کی حکایات نقل کرنے سے مقصود علمائے شریعت اور صوفیاء کو غفلت اور نفس کے فریب سے آگاہ کرنا ہے اور ان کی غلط فہمی دور کرنی ہے۔ علماء اور صوفیاء اگر چہ ایک دوسرے سے مانوس نہیں مگر اس گمان میں شریف ہیں کہ ہم ہی صلحاء اور علماء ہیں اور جنت کا استحقاق ہمارے لئے ہے۔ ان کے اس گمان پر دلیل اور علامت لوگوں کے ساتھ ان کا تحقیرانہ رویہ ہے پھر صوفی لوگ علماء کو فاسق سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بعض صوفی علماء اہل سنت کی اقتداء میں نماز تک نہیں پڑھتے اور اپنے مریدین کو علماء کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اگر پڑھ لیں تو نماز کے اعادہ کا حکم کرتے ہیں۔ ان کے اس روایہ سے معلوم ہوا وہ علماء کو فاسق سمجھتے ہیں۔ اور بعض علماء کے کبر اور غرور کا یہ حال ہے کہ صوفیاء اور عابدین کو جاہل اور حقیر سمجھتے ہیں۔ نفسِ علم کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں حتیٰ کہ فرائض کے ترک اور گناہوں کے ارتکاب سے بھی احتراز نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ آج ہمیں علماء اور صوفیاء کثرت سے فریب اور دھوکہ میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ خائفین صلحاء اور علماء ضرور ہوں گے مگر ہم خود چونکہ غافلین سے ہیں، ہماری ملاقات غافلین سے ہی ہوتی ہے اور ہمیں سب غافل اور خود فریبی میں مبتلا لوگ نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خائفین صلحاء علماء اور صوفیاء کی رفاقت

نصیب ہو۔

● آیئے قارئین موضوع سخن علم کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔

علم کی فضیلت:

آیات قرانیہ:

(۱)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ'' (آیات ۳/۱۸ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اسی کی گواہی دیتے ہیں اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ عدل کے قائم کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ غالب حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو ملائکہ کے بعد تیسرے درجہ میں ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ توحید اور تصدیق میں علماء کا مقام اور مرتبہ فرشتوں کے قریب ہے الحمدللہ رب العالمین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل علم کی یہی فضیلت بھی بہت بڑی فضیلت ہے۔

اس آیت میں علم کی فضیلت اور شرف پر اور علماء کے شرف اور فضیلت پر دلیل یہ ہے کہ اگر غیر علماء میں سے کوئی علماء سے اشرف اور افضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے اسم مبارک اور ملائکہ کے اسماء کے ساتھ ان کا نام ذکر فرماتا یہی وجہ ہے کہ علم کی شرافت اور فضیلت کی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا ''قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا'' کہہ دو اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما۔ اگر کوئی شے یا عبادت علم سے افضل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اسکی زیادتی طلب کرنے کا حکم فرماتا جسطرح علم کی زیادتی طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جناب رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یُحِبُّھُمْ اَھْلُ السَّمَاءِ وَیَسْتَغْفِرُ لَہُ الْحِیْتَانُ فِیْ الْبَحْرِ اِذَا مَاتُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (قرطبی) ترجمہ علماء انبیاء کے وارث میں علماء سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور سمندر میں مچھلیاں انکے الئے استغفار کرتی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی جب وہ فوت ہو جائیں گے۔

(۲) ''یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ'' (آیات ۱۱ سورۃ مجادلہ ۵۸)

ترجمہ اللہ تعالی ان لوگوں کے درجے بلند فرمائے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا اور اللہ تعالی ان اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہی اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں علماء کی مدح فرمائی ہے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی اہل علم کے درجات ان لوگوں پر بلند فرمائے گا جو اہل علم نہیں ہونگے۔ دنیا میں عزت اور شرف کے ساتھ اور آخرت میں ثواب کے ساتھ ان کے درجات بلند ہونگے۔ بعض روایات میں ہے اہل ثروت اور غناء صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ فقراء صحابہ کرام کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آگے آگے بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا فضیلت کی اساس علم ہے غناء اور مجلس میں آگے بیٹھنے میں نہیں ہے اس لئے فقراء صحابہ کرام سے نفرت نہ کی جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں علماء کو عام مومنوں پر سات سو درجوں کی رفعت اور فوقیت حاصل ہوگی اور دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کے سفر کا فاصلہ ہوگا۔

(۳) قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ (آیت ۹ سورۃ زمر ۳۹)

ترجمہ: کہہ دیں کیا جولوگ علم رکھتے ہیں اور جولوگ علم نہیں رکھتے برابر ہیں بے شک نصیحت عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں اصحاب علم سے مراد وہ علماء ہیں جو علم کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں اور نفع اٹھاتے ہیں اور اصحاب علم جو علم سے نفع نہیں اٹھاتے اور علم نہیں کرتے وہ گویا اصحاب علم نہیں ہیں۔ لہذا علم کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بڑے بڑے صحابہ کرام کے آگے اپنے قریب بٹھاتے تھے اور انہیں اکثر معاملات میں مقدم رکھتے تھے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا: حضرت عبداللہ کم سن ہیں آپ سن رسیدہ بزرگ صحابہ کرام سے ان کو مقدم کیوں رکھتے ہیں؟ ایک دن حضرت عمرؓ نے سن رسیدہ صحابہ کرام اور حضرت عبداللہ ابن عباس کو بلایا اور سورت ''اذا جاء نصر اللہ'' کا مفہوم پوچھا۔ سن رسیدہ صحابہ کرام خاموش رہے مگر حضرت عبداللہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اس سورت مبارکہ میں اپنے حبیب تاجدار کائنات ﷺ کی اجل اور وصال کی خبر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں بھی یہی سمجھا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جواب دیا کہ عبداللہ ابن عباس کو میں علم کی وجہ سے بعض صحابہ کرام پر مقدم رکھتا ہوں جس طرح آپ لوگوں نے ابھی عبداللہ کا علم دیکھ لیا۔

● حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک غلام ابن ابزی کو گورنر بنایا۔ آپ سے کہا گیا آپ نے غلام کو گورنر بنا کر آزاد مسلمانوں کو ایک عبد کے ماتحت کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''انه قارئُ كتَابِ الله و انه عالم بالفرائض'' (ترجمہ: ابن ابزی اللہ تعالیٰ کی کتاب کا قاری ہے اور فرائض کا عالم ہے) پھر فرمایا: ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اللہ اس کتاب

کی وجہ سے بعض لوگوں کو بلند کردے گا اور بعض کو نیچے گرادے گا اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**بین العالم و العابد مأة درجة بین کل درجتین حضر الجواد المضمّر سبعین سنة**" (قرطبی) (ترجمہ: عالم اور عابد کے درمیان ایک سو درجوں کا فاصلہ ہے ہر دو درجوں کے درمیان نہایت اچھے تضمیر شدہ اور ایکسر سائز سے گزرے ہوئے گھوڑے کی ستر سال تک دوڑ کا فاصلہ ہے)

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**یشفع یوم القیامة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء**" (ترجمہ: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے: انبیاء اور علماء اور شہداء) (قرطبی)

● سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:"**فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب**" (ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر) قرطبی)

(۴) **اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا** (آیت ۲۸ فاطر ۳۵)

ترجمہ: بے شک اللہ سبحانہ وتعالی سے اسکے بندوں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔

(۵) **قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ.** (۴۳ رعد ۱۳)

ترجمہ: آپ کہہ دیں اللہ تعالی کا میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونا کافی ہے اور اس آدمی کا جس کے پاس کتاب اور قران کا علم ہے۔ اللہ تعالی نے صاحب علم کی شہادت کو اپنی شہادت کے ساتھ ذکر فرمایا اور دونوں شہادتوں کیلئے کفایت کا حکم فرمایا اصحاب علم کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے۔ اے اصحاب علم تمہیں علم مبارک ہو۔

(۶) قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (۴۰نمل ۲۷)

اُس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا عرض کیا میں آپ کے پاس اس تخت کو لاؤں گا اس سے پہلے کہ آپکی آنکھیں کھلنے کے بعد آپ کی طرف واپس لوٹیں۔ اس آیت کریمہ میں علم من الکتاب کے الفاظ سے اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے میں لانا علم کی وجہ سے تھا۔ معلوم ہوا علم نہایت شرف اور عظمت رکھتا ہے۔

(۷) وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ یْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا. (۸۰قصص ۲۸)

ترجمہ: اور اُن لوگوں نے جنہیں علم دیا گیا کہا تمہارے لئے افسوس اللہ تعالی کا ثواب بہتر ہے اس شخص کیلئے جو ایمان لایا اور نیک اعمال کئے۔

اس آیت کریمہ میں اہل علم کی طرف آخرت میں ثواب کے بہتر ہونے کے قول کی نسبت کر کے اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ آخرت کی قدر و منزلت علم کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اہلِ علم یہ قول کریں گے۔

(۸) وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِ بُھَا لِلنَّاسِ وَ مَایَعْقِلُھَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ. (۴۳ عنکبوت ۲۹)

ترجمہ: اور یہ مثالیں لوگوں کیلئے ہم بیان کرتے ہیں اور انکو نہیں سمجھتے مگر اہل علم (علماء) اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اہل علم کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ امثال علماء ہی سمجھتے ہیں صرف عابد جنہیں علم نہیں ہے وہ نہیں سمجھتے۔

(۹) وَلَوْ رُدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلیٰ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ (۸۳ نساء۴)

ترجمہ:۔اور اگر اس معاملہ میں رسول ﷺ اور ان میں سے اولی الامر کی طرف رد کرتے یقیناً جان لیتے اس حکم کو وہ لوگ جو ان میں سے استنباط کرتے ہیں

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حادثات اور واقعات کیلئے حکم کے استخراج اور استنباط کے لئے اولی الامر اور حاکموں سے علماء کی طرف رد فرمانے کا حکم دیا کہ علماء ہی حکم بتا سکتے ہیں اور یہ مرتبہ انبیاء عظام علیہم السلام کے استنباط اور استخراج کی طررح کا ہے یعنی جس طرح انبیاء عظام علیہم السلام پر احکام کا کشف ہوتا ہے اسی طرح انکی اتباع کی وجہ سے علماء کرام پر بھی احکام کا کشف ہوتا ہے علماء کیلئے عظیم فضیلت ہے۔

(۱۰) يَابَنِىٓ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡءٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا.

(۱۲۶اعراف ۷)

ترجمہ:۔اے بنی آدم بے شک ہم نے تمہارے اوپر ایسا لباس نازل کیا جو تمہارے ستر چھپائے اور تمہاری زینت آرائش ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لباس اور ریش کا ذکر کیا ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں لباس سے مراد علم ہے اور ریش سے مراد یقین ہے جسطرح لباس التقوی میں لباس سے مراد حیاء اور شرم ہے۔اسی طرح یہاں لباس سے مراد علم ہے اور علم جب یقین کے مرتبہ تک پہنچ جائے تو انسان کے لئے زینت بن جاتا ہے اس لئے ریش سے مراد زینت ہے لہٰذا انسان کا لباس علم ہے اور زینت یقین ہے۔

(۱۱) وَلَقَدۡ جِئۡنَاهُمۡ بِكِتَابٍ فَصَّلۡنَاهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى وَ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ (۱۵۳اعراف ۷)

ترجمہ:۔بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسکو ہم نے ایک بڑے علم سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہدایت اور رحمۃ ایسی قوم کیلئے جو ایمان لائے ہیں۔

اس آیت میں علم سے کتاب کی تفصیل اور تبیین کا ذکر کیا گیا ہے جب کتاب عظیم ہے تو اس میں علم بھی عظیم ہے۔

(۱۲) **فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِيْنَ.** (۷اعراف ۷)

ترجمہ:۔ پس ضرور انکو بیان کریں گے علم کے ساتھ اور ہم غائب نہیں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بھی علم کے ساتھ کتاب کو بیان کرنے کا ذکر ہے۔

(۱۳) **بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوْ الْعِلْمَ وَ مَايَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ** (۴۹عنکبوت ۲۹)

ترجمہ:۔ بلکہ روشن آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

اس آیت کریمہ میں علم کی تعریف ہے کہ آیات ان لوگوں کے قلوب میں واضح اور روشن ہیں جن کے پاس علم ہے اور جن کے پاس علم نہیں ان کے دلوں میں آیات واضح اور روشن نہیں۔

(۱۴) **اَلرَّحْمٰنُ ہ عَلَمَّ الْقُرْاٰنَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ہ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ہ**

(آیت ۱-۴ رحمٰن ۵۵)

ترجمہ:۔ رحمٰن نے اپنے محبوب کو قران سکھایا انسانیت کی جان جناب محمد کو پیدا فرمایا ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں اللہ تعالی نے علم عطا فرمانے کو احسان کے مقام میں ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ علم نہایت افضل نعمت ہے اعلحضر ت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنے ترجمہ میں انسان سے جناب رسول اللہ ﷺ کا مراد ہونا بیان فرمایا اور مقام احسان کا تقاضا ہے علم سے مراد ما کان و ما یکون کا علم ہو۔

احادیث:

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ ﷺ مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّھُہٗ فِی الدِّیْنِ وَیُلْھِمُہٗ وَشُدَہٗ (بخاری ومسلم وطبرانی بحوالہ احیاء)

ترجمہ:۔سرورکونین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس کے ساتھ اللہ تعالی خیر کا ارادہ فرماتا ہےاسکو دین میں فقاہتہ عطا فرماتا ہےاور ہدایت الہام کرتا ہے۔

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْعُلَمَا ءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءُ. (ابو داؤد و ترمذی)

ترجمہ:۔جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کے پاس علم کی جائیداد تھی علم علماء کو ہی حاصل ہے لہٰذا علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔چونکہ انبیاء علیہم السلام کے پاس علم باعمل ہےاس لئے انبیاء عظام علیہ السلا کے وارث اور امین وہ علماء ہیں جو عالم باعمل ہیں۔

(۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَا فِی السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ (داؤد،ترمذی)

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کیلئے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز استغفار کرتی ہے۔

(۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحِکْمَۃُ تَزِیْدُ الشَّرِیْفَ شَرْفًا وَ یَرْفَعُ الْمَمْلُوْکَ حَتّٰی یُدْرِکَ مَدَارِکَ الْمُلُوْکَ (ابونعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم اور حکمۃ شریف کی شرافت میں زیادتی کرتی ہے۔اور عبد مملوک کو اتنا بلند کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کے مراتب کو پالیتا ہے۔

(۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ خَصْلَتَانِ لَایَکُوْنَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سِمْتٍ وَفِقْهٌ فِی الدِّیْنِ (ترمذی)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خصلت منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں حسن خلق اور دین کی فقاہت۔

(٦) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ النَّاسِ اَلْمُؤْمِنُ الْعَالِمُ الَّذِیْ اِنِ احْتِیْجَ اِلَیْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ اَغْنٰی نَفْسَهٗ (بیہقی)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں سے افضل وہ مومن عالم ہے اگر اس کی طرف احتیاج کی جائے تو نفع پہنچائے اور اگر اس سے استغناء کیا جائے تو وہ اپنے نفس کو غنی کردے۔

(۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ اَلْاِیْمَانُ عُرْیَانَ وَ لِبَاسُهُ التَّقْوٰی وَ زِیْنَتُهُ اُلْحَیَاءُ وَثَمْرَتُهُ الْعِلْمُ (حاکم)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان بے لباس ہے اس کا لباس تقوی ہے اور اسکی زینت حیاء اور اس کا پھل علم ہے۔

(۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَوْتُ قَبِیْلَةٍ اَیْسَرُ مِنْ مَوْتِ الْعَالِمِ (طبرانی)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عالم کی موت سے ایک قبیلہ کی موت آسان ہے۔

(۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَخِیَارُ هُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُ هُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا. (بخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح مختلف

کانیں اور دفینے ہیں پس جو لوگ جاہیلۃ اور کفر میں بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر ہوتے ہیں جب وہ صاحب علم اور فقہ ہو جائیں۔

(۱۰) **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُوْزَنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِدَا دُالْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّھَدَاءِ.** (اخرجہ ابن عبداللہ)

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علماء کے قلموں کی سیاہی اور انک کا قیامت کے دن شہداء کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا ایک روایت میں ہے سیاہی کا وزن شہید کے خون پر راجح اور وزنی ہوگا۔

(۱۱) **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا مِنَ السُّنَّةِ حَتّٰی یُؤَدِّیَھَا اِلَیْھِمْ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَ شَھِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ**

(ابن عبداللہ)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے میری امت کیلئے سنتوں سے چالیس حدیثیں محفوظ رکھیں حتی کہ لوگوں تک پہنچائیں اس شخص کیلئے میں قیامت کے دن شفیع اور گواہ ہونگا۔ یعنی چالیس حدیثیں لکھ کر (یاد یکھ کر یاد ہوں یا نہ) میری امت تک پہنچانے کی وجہ سے وہ شخص میری شفاعت اور میری شہادت کا مستحق ہوگا۔

(۱۲) **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مَنْ حَمِلَ مِنْ اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقِیْھًا عَالِمًا.** (ابن عبداللہ)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے جس شخص نے چالیس حدیثیں اٹھائیں وہ اللہ تعالی کے ساتھ قیامت کے دن فقیہ عالم کی حیثیت سے ملاقات کرے گا۔

(۱۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَن تَفَقَّہَ فِی دِیْنِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَااَھَمَّہٗ وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ. (رواہ الخطیب فی التاریخ)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ عزوجل کے دین میں تفقہ حاصل کیا اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہروہ چیز جو اہم ہے میں کفایت فرمائے گا اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دیگا جس جگہ سے وہ گمان بھی نہیں کرتا تھا۔

(۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوْحَی اللّٰہ تَعَالٰی اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ علیہ السلام یَا اِبْرَاھِیْمُ اِنِّیْ عَلِیْمٌ اُحِبُّ کُلَّ عَلِیْمٍ (ابن عبداللہ)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے ابراہیم بے شک میں علیم ہوں ہر صاحب علم سے محبت کرتا ہوں۔

(۱۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْعَالِمُ اَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ (ابن عبداللہ)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم زمین میں اللہ تعالیٰ کا امین ہوتا ہے۔

(۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰی رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِیْ (ترمذی)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنی آدمی پر میرے صحابہ سے۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے علم کا مرتبہ نبوۃ کے مرتبہ کے قریب بیان فرمایا اور عبادت بلاعلم کا رتبہ علم سے نہایت کم ہونا بیان فرمایا مگر جب عبادت کا علم ہوگا تب وہ عبادت ہوگی ورنہ عبادت نہیں ہوسکتی لہذا ہر عبادت علم کی طرف محتاج ہے اور علم عبادت کا محتاج نہیں لہذا صرف عبادت کی فضیلت علم سے بہت کم ہے۔

(۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اِذَا صَلَحُوْا صَلَحَ النَّاسُ وَ اِذَا فَسَدُوْا فَسَدَ النَّاسُ، اَلْاُمَرَاءُ وَ الْفُقَهَاءُ.

(ابن عبدالبر)

ترجمہ: ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے دو قسم کے لوگ جب صالح ہوں گے تو سارے لوگ صالح ہو جائیں گے اور جب فاسد ہوں گے تو لوگ فاسد ہو جائیں گے وہ دو قسم کے لوگ امراء اور فقہاء ہیں‘‘

(۱۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ. (ترمذی)

ترجمہ: ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی باقی ستاروں پر‘‘

(۱۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ. (ابن ماجه)

’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے: انبیاء علیہم السلام پھر علماء کرام پھر شہداء‘‘

(۲۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَا عُبِدُ اللّٰہ تَعَالٰی بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ فِقْهٍ فِی الدِّیْنِ وَ لَفَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ وَ لِکُلِّ شَیْءٍ عِمَادٌ وَ عِمَادُ هٰذَا الدِّیْنُ اَلْفِقْهُ. (طبرانی، ترمذی)

ترجمہ: ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین میں اللہ تعالیٰ کی کسی شے کے ساتھ عبادت فقاہت کی عبادت سے افضل نہیں ہے اور بے شک ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار

عابد سے زیادہ شدید ہے اور ہر شے کے لئے ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے‘‘

(۲۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّکُمْ اَصْبَحْتُمْ فِیْ زَمَنٍ کَثِیْرٌ فُقَھَائُہٗ قَلِیْلٌ قُرَّائُہٗ وَ خُطَبَائُہٗ، قَلِیْلٌ سَائِلُوْہُ کَثِیْرٌ مُعْطُوْہُ اَلْعَمَلُ فِیْہِ خَیْرٌ مِنَ الْعِلْمِ وَ سَیَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ قَلِیْلٌ فُقَھَائُہٗ، کَثِیْرٌ خُطَبَائُہٗ، قَلِیْلٌ مُعْطُوْہُ، کَثِیْرٌ سَائِلُوْہُ، اَلْعِلْمُ فِیْہِ خَیْرٌ مِّنَ الْعَمَلِ. (طبرانی)

ترجمہ: ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں فقہاء کثرت کے ساتھ ہیں اور قراء اور خطباء قلیل ہیں، سائل قلیل ہیں، عطاء کرنے والے کثیر ہیں۔ اس زمانہ میں عمل کرنا علم سے بہتر ہے اور عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں فقہاء قلیل ہوں گے اور خطباء کثیر، دینے والے قلیل ہوں گے اور سائل کثیر ہوں گے اس زمانہ میں علم بہتر ہوگا عمل سے‘‘

(۲۲) قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ: اَلْعِلْمُ بِاللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ. فَقِیْلَ: اَیُّ الْعَمَلِ تُرِیْدُ؟ قَالَ: اَلْعِلْمُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ. فَقِیْلَ لَہٗ: نَسْئَلُ عَنِ الْعَمَلِ وَ تُجِیْبُ عَنِ الْعِلْمِ. فَقَالَ: اِنَّ قَلِیْلَ الْعَمَلِ یَنْفَعُ مَعَ الْعِلْمِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَ اِنَّ کَثِیْرَ الْعَمَلِ لَا یَنْفَعُ مَعَ الْجَھْلِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی. (ابن عبدالبر)

ترجمہ: ’’جناب رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عز وجل کے ساتھ علم، پھر عرض کیا گیا: آپ کی مراد کونسا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ کے ساتھ علم۔ پھر عرض کیا گیا: ہم عمل سے سوال کرتے ہیں اور آپ علم سے جواب دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تھوڑا عمل

اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ نفع دے گا اور کثیر عمل اللہ تعالیٰ کے جہل کے ساتھ نفع نہیں دے گا"

(۲۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَبْعَثُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْعِبَادَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَبْعَثُ الْعُلَمَاءَ ثُمَّ یَقُوْلُ: یَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ اِنِّیْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ اِلَّا لِعِلْمِیْ بِکُمْ وَ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِاُعَذِّبَکُمْ اِذْھَبُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ. (طبرانی)

ترجمہ: "جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو اٹھائے گا پھر اللہ عز وجل فرمائے گا: اے علماء کی جماعت! میں نے اپنا علم تمہارے اندر نہیں رکھا تھا مگر مجھے تمہارا علم تھا اور میں نے اپنا علم تمہارے اندر نہیں رکھا تا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ! میں نے تمہیں بخش دیا"

اخبار اور آثار:

حضرت علیؓ نے اپنے خادم کمیل سے فرمایا: اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرے گا اور مال کی حفاظت تمہیں کرنا ہوگی اور علم حاکم ہے اور مال محکوم اور مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

● پھر ایک دن حضرت علیؓ نے فرمایا: عالم صائم قائم مجاہد سے افضل ہے۔ جب عالم فوت ہوتا ہے تو اسلام میں سوراخ ہو جاتا ہے اس سوراخ کو اس کے بعد آنے والا عالم ہی بند کر سکتا ہے۔ (احیاء العلوم)

● حضرت عبداللہ ابن مبارک سے پوچھا گیا: انسان کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: علماء۔ پھر پوچھا گیا: بادشاہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: تارکِ دنیا عابد۔ پھر پوچھا گیا: احمق لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: احمق لوگ وہ ہیں جو دین کے ساتھ دنیا کھاتے ہیں۔ (یعنی دنیا حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں)

تبصرہ:

امام غزالی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مبارک نے غیر عالم لوگوں کو انسان کے عنوان سے تعبیر نہیں فرمایا کیونکہ وہ صفت جس کی وجہ سے انسان حیوانات سے شرف میں ممتاز ہوتا ہے وہ علم ہے۔ طاقتور ہونا وجۂ شرف نہیں کیونکہ اونٹ انسان سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور نہ جسیم اور لحیم ہونا وجۂ امتیاز ہے کیونکہ ہاتھی انسان سے زیادہ جسیم اور لحیم ہوتا ہے اور شجاعت وجۂ شرف نہیں کیونکہ شیر انسان سے زیادہ بہادر ہے اور زیادہ کھانا وجۂ شرف نہیں کیونکہ بیل زیادہ کھاتا ہے اور زوجیت کا عمل وجۂ شرف نہیں کیونکہ چڑیا میں یہ عمل بہت زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اگر انسان کے شرف اور امتیاز کی کوئی وجہ ہے تو وہ علم ہے اس لئے حضرت عبداللہ نے فرمایا انسان فقط علماء ہی ہیں۔

- حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں: علم لازم پکڑو اس سے پہلے کہ علم اٹھالیا جائے اور علم کا اٹھ جانا علماء کی موت کی وجہ سے ہوگا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری زندگی ہے، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہوگئے جب علماء کی شان اور عظمت دیکھیں گے وہ تمنا کریں گے کاش ہم علماء ہوتے۔ ماں کے پیٹ سے کوئی شخص عالم پیدا نہیں ہوتا۔ علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا علم سیکھو۔

- حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت احمد بن حنبل سے مروی ہے، یہ لوگ فرماتے ہیں: رات کے تھوڑے سے حصہ میں علم کا مذاکرہ ساری رات کی شب بیداری سے ہمیں زیادہ پسند ہے۔

- حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: آیت ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً'' میں دنیا کی حسنہ سے مراد علم اور عبادت ہے اور آخرۃ کی حسنہ سے مراد جنت ہے۔

● حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی: اے بیٹے! علماء کے ساتھ دوزانو بیٹھنے کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ علم کے نور سے دلوں کو زندہ کرتا ہے جس طرح بارش کے ساتھ زمین کو زندہ کرتا ہے۔

علم سیکھنے کی فضیلت:

آیات:

آیت 1: قرآن مجید میں ہے: **فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ.** (۱۲۲ توبہ ۹)

ترجمہ: ''پس کیوں نہیں نکلی ہر فرقہ سے ایک جماعت تا کہ دین میں علم اور فقہ حاصل کریں'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دین میں تفقہ حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اگر دین کا علم حاصل کرنے میں فضیلت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ حکم نہ فرماتا۔

آیت 2: **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.** (۴۳ سورت النحل ۱۶، ۷ انبیاء ۲۱)

ترجمہ: ''پس اہلِ علم سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے'' اس آیت کریمہ میں غیر علماء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اہلِ ذکر اور علم سے مسائل دریافت کریں اور علم حاصل کریں۔

احادیث:

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَّطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ. (مسلم)

ترجمہ: ''جنابِ تاجدارِ حرمین رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص طلبِ علم کے راستہ پر چلا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت عطا کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے''

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رَضَاءً لِّمَا يَصْنَعُ. (ابن حبان)

ترجمہ: ''امام الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک فرشتے علم کے طالب کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اس کے طلبِ علم کے عمل کو پسند کرتے ہوئے''

(۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِأَةَ رَكْعَةٍ. (ابن عبدالبر)

ترجمہ: ''سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو صبح کرے اور علم کا ایک باب سیکھے، بہتر ہے اس سے کہ تو ایک سو رکعت ادا کرے''

(۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَابٌ مِنَ الْعِلْمِ يَتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ خَيْرٌ لَّهُ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا. (ابن حبان)

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علمِ دین کا ایک باب آدمی سیکھ لے اس آدمی کے لئے دنیا اور دنیا میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے''

(۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّيْنِ.

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم طلب کرو اگر چہ چین میں'' (بیہقی)

(۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''

(اس حدیث میں ''مسلم'' کے لفظ سے خواتین اور حضرات سب مراد ہیں)

(۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَلْعِلْمُ خَزَائِنُ مَفَاتِيْحُهَا السُّوَالُ اَ لَا فَاسْئَلُوْا فَاِنَّهُ يُوْجَرُ فِيْهِ اَرْبَعَةٌ اَلسَّائِلُ وَ الْعَالِمُ وَ الْمُسْتَمِعُ وَ

اَلْمُحِبُّ لَهُمْ. (رواہ ابو نعیم)

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کے کئی خزانے ہیں ان کی چابیاں سوال کرنا ہے۔ خبردار! پس سوال کیا کرو کیونکہ سوال کرنے میں چار آدمیوں کو اجر دیا جاتا ہے: سائل اور عالم اور سننے والا اور ان کے ساتھ محبت کرنے والا''

(۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا یَنْبَغِیْ لِلْجَاھِلِ اَنْ یَّسْکُتَ عَلٰی جَھْلِہٖ وَ لَا لِلْعَالِمِ اَنْ یَّسْکُتَ عَلٰی عِلْمِہٖ. (طبرانی)

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاہل کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے جہل پر خاموش رہے اور عالم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے علم پر خاموش رہے''

(۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ جَائَہُ الْمَوْتُ وَ ھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ فِی الْجَنَّۃِ دَرَجَۃٌ وَاحِدَۃٌ. (دارمی)

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہوتا کہ اس علم کے ساتھ اسلام کو زندہ کرے گا پس اس آدمی کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا''

اقوالِ صحابہ:

(۱) قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَاَنْ اَتَعَلَّمُ مَسْئَلَۃً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قِیَامِ لَیْلَۃٍ. (احیاء العلوم)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداؓ نے فرمایا کہ میں صرف ایک مسئلہ سیکھ لوں مجھے زیادہ پسند ہے ساری رات کے قیام اور عبادت کرنے سے''

(۲) قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَ لَا تَکُنِ الْخَامِسُ فَتَھْلِکُ. (احیاء)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: تو عالم بن یا متعلم یا سننے والا یا ان کے ساتھ محبت کرنے والا پس پانچواں شخص نہ ہو پس تو ہلاک ہو جائے گا''

(۳) قَالَ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: مَوْتُ اَلْفِ عَابِدٍ قَائِمِ اللَّیْلِ وَ صَائِمِ النَّھَارِ اَھْوَنُ مِنْ مَوْتِ عَالِمٍ بَصِیْرٍ بِحَلَالِ اللّٰہِ وَ حَرَامِہٖ. (احیاء)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ہزار عابد ساری رات عبادت کرنے والے روزانہ دن میں روزہ رکھنے والے کی موت ایک عالم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال اور حرام کے ساتھ علم رکھنے والے کی موت سے ہلکی اور کم نقصان والی ہے''

(۴) قَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی: طَلْبُ الْعِلْمِ اَفْضَلُ مِنَ النَّافِلَۃِ. (احیاء)

ترجمہ: ''حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا: علم حاصل کرنا نافلہ عبادت سے افضل ہے''

(۵) قَالَ ابْنُ عَبْدِالْحَکَمِ رَحِمَہُ اللّٰہُ: کُنْتُ عِنْدَ مَالِکٍ اَقْرَأُ عَلَیْہِ الْعِلْمَ فَدَخَلَ الظُّھْرُ فَجَمَعْتُ الْکُتُبَ لِاُصَلِّیَ فَقَالَ یَا ھٰذَا مَا الَّذِیْ قُمْتَ اِلَیْہِ بِاَفْضَلَ مِمَّا کُنْتَ فِیْہِ اِذَا صَحَّتِ النِّیَّۃُ.

ترجمہ: ''حضرت ابن عبدالحکیمؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس علم پڑھتا تھا، ظہر کا وقت داخل ہوا، میں نے کتابیں جمع کر کے رکھیں تا کہ میں نماز پڑھوں۔ پس امام مالک نے فرمایا: اے شخص! جس عبادت کے لئے تو جانا چاہتا ہے وہ اس عبادت سے افضل نہیں جس میں تو مشغول تھا جب تیری نیت صحیح ہو''

تعلیم کی فضیلت کا بیان :

آیات:

۱) قرآن مجید میں ہے:

’’وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ‘‘ (التوبۃ:۹۔آیت:۱۲۲)

(ترجمہ)’’اورضروروہ اپنی قوم کوڈرائیں جب ان کی طرف واپس لوٹیں،امید ہے کہ قوم ڈر جائے گی۔‘‘

اس آیت کی ابتداء میں علم حاصل کرنے کا حکم ہےاورآخر میں علم سکھانے کا حکم ہے۔مذکورہ کلمات میں انذار سے مراد تعلیم دینا ہے۔معلوم ہوا تعلّم اور تعلیم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بلند مرتبہ ہے۔

۲)’’وَ اِذَا اَخَذَ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْ الْکِتَابَ لِیُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَ لَا یَکْتُمُوْنَہٗ ‘‘

(آل عمران:۳۔آیت:۱۸۷)

(ترجمہ)’’اور جب ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ تم لوگوں کو کتاب بیان کروگےاوراس کونہیں چھپاؤ گے۔‘‘

اس آیت میں اصحاب علم سے عہد لیا گیا ہے کہ کتاب میں مذکور رسول اکرم ﷺ کی سیرت اور صورت کا کوئی گوشہ مخفی نہیں رکھو گے،ضرور بیان کرو گے۔یہی ہر صاحبِ علم پر فرض ہے۔

۳) ’’وَ اِنَّ فَرِیْقاً مِنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ ‘‘

(البقرۃ:۲۔آیت:۱۴۶)

(ترجمہ)’’بے شک ایک فریق ان میں سے البتہ حق کو چھپاتا ہےحالانکہ وہ جانتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق نہ بیان کرنے کو حرام فرما دیا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے کسی عالم کو علم نہیں دیا مگر اس عالم سے وہ عہد لیا جو نبیوں سے لیا ہے، یہ کہ علماء حق بیان کریں گے اور حق نہیں چھپائیں گے۔ لہٰذا جس عالم نے حق چھپایا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدعہدی کے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا۔

۴) ''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحاً ''

(فصلت:۴۱۔آیت:۳۳)

(ترجمہ) ''اور کس آدمی کا قول احسن ہے اس آدمی کے قول سے جو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔''

اس آیت میں علماء کی دعوت اور تبلیغ کو قولِ احسن فرمایا گیا، مگر داعی کے لئے عمل صالح کی شرط بھی بیان کی گئی ہے۔ داعی کا قول احسن اس وقت ہوگا، جب علم کے ساتھ عمل بھی کرتا ہوگا۔

۵) ''اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ''

(النحل:۱۶۔آیت:۱۲۵)

(ترجمہ) ''اپنے ربّ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔''

۶) ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیَاتِہٖ وَ یُزَکِّیْہِمْ وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ '' (آل عمران:۳۔آیت:۱۶۴)

(ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اکرم ﷺ کی مدح تعلیم اور تزکیہ سے فرمائی۔ معلوم ہوا کہ تعلیم دینا افضل عمل ہے۔

احادیث:

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آپ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپؐ نے فرمایا:

۱) ''لَانْ یَھْدِیَ اللّٰہ بِکَ رَجُلاً وَاحِداً خَیْرٌ لَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا''
(بخاری و مسلم)

(ترجمہ) ''یہ کہ اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک آدمی کو ہدایت عطا فرمادے تو تیرے لئے یہ دنیا اور دنیا میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔''

۲) ''قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ لِیُعَلِّمِ النَّاسَ اُعْطِیَ ثَوَابَ سَبْعِیْنَ صِدِّیْقاً'' (دیلمی)

(ترجمہ) '' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علم سے ایک باب حاصل کرتا ہے، تاکہ لوگوں کو اس کی تعلیم دے، اس کو ستّر صدیقین کا ثواب دیا جائے گا۔''

۳) ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ عَلِمَ وَ عَمِلَ وَ عَلَّمَ فَذَالِکَ یُدْعٰی عَظِیْماً فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ'' (احیاء)

(ترجمہ) ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے علم حاصل کیا اور عمل کیا اور لوگوں کو علم سکھایا، پس وہ شخص آسمانوں کی کائنات میں عظیم (عظمت والا) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔''

۴) ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ

لِلْعَابِدِيْنَ وَ الْمُجَاهِدِيْنَ اُدْخُلُوْا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ الْعُلَمَاءُ بِفَضْلِ عِلْمِنَا تَعَبَّدُوْا وَ جَاهَدُوْا فَيَقُوْلُ اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ اَنْتُمْ عِنْدِىْ كَبَعْضِ مَلاَئِكَتِىْ اِشْفَعُوْا تُشَفَّعُوْا فَيَشْفَعُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ‘‘ (ذہبی)

(ترجمہ) ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اللہ سبحانہ وتعالیٰ عابدین اور مجاہدین سے فرمائے گا جنت میں داخل ہوجاؤ، علماء عرض کریں گے، یا اللہ! عابد اور مجاہد تو ہمارے علم کی فضیلت کے سبب سے عبادت کرتے رہے اور جہاد کرتے رہے، ہمیں کیوں نہیں بلایا جاتا؟۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تم میرے نزدیک ملائکہ کی طرح ہو تم لوگوں کی شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس علماء شفاعت کریں گے پھر خود علماء جنت میں داخل ہوں گے۔‘‘

یعنی علماء کی شان یہ ہے کہ ان کی شفاعت سے ہزاروں لوگ جنت میں جائیں گے۔

- علم کے دو قسم ہیں، لازم اور متعدی۔ یعنی جس علم کا نفع دوسروں کو پہنچے اور دوسروں کو علم حاصل ہو اسی کو علم متعدی کہتے ہیں۔ اور دوم، وہ علم جس سے لوگوں کو نفع نہ پہنچایا جائے، اس کو علم لازم کہتے ہیں۔ یہاں علم متعدی یعنی تعلیم مراد ہے۔ وہ علماء جن کی تعلیم سے لوگ عمل کرتے تھے، ان کو شفاعت کا منصب عطا ہوگا۔

۵) ’’قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ لاَ يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً مِنَ النَّاسِ بَعْدَ اَنْ يُؤْتِيَهُمْ اِيَّاهُ وَلٰكِنْ يَذْهَبُ بِذِهَابِ الْعُلَمَاءِ فَكُلَّمَا ذَهَبَ عَالِمٌ ذَهَبَ بِمَا مَعَهُ مِنَ الْعِلْمِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا رُؤُوْساً جُهَّالاً اِنْ سُئِلُوْا اَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَيَضِلُّوْنَ وَ يُضِلُّوْنَ ‘‘ (بخاری ومسلم)

(ترجمہ) ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل لوگوں سے علم سلب نہیں

کرتا بعد اس کے کہ اس نے وہ علم انہیں عطا فرمایا۔ مگر علم علماء کے انتقال اور وفات سے ختم ہو جائے گا۔ جب بھی کوئی عالم وفات پائے گا تو اس کا علم اس کے ساتھ چلا جائے گا، حتّٰی کہ جب عالم نہیں ہوں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا رئیس بنالیں گے اگر ان سے سوال کیا جائے گا تو بغیر علم کے فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

۶) **"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰه سُبْحَانَه وَ مَا وَالَاهُ اَوْ مُعَلِّماً اَوْ مُتَعَلِّماً "** (ترمذی شریف)

(ترجمہ) "جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا ملعون ہے اور دنیا میں موجود ہر چیز ملعون ہے، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا باعث ہے اور معلم اور متعلم۔"

فائدہ : لعنت کے دو مفہوم ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مطلق رحمت سے دور ہونا، یہ کافروں کے ساتھ خاص ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے سے دوری۔ لعنت اس معنیٰ میں ایمان والوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے، جیسے درج بالا حدیث میں ہے۔

۷) **"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَ مَلٰئِكَتَه وَ اَهْلَ سَمٰوَاتِهٖ وَ اَرْضِهٖ حَتَّی النَّمْلَةِ فِی جُحْرِهَا وَ حَتَّی الْحُوْتِ فِی الْبَحْرِ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ "** (ترمذی)

(ترجمہ) "جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اس کے آسمانوں اور زمینوں میں موجود خلق حتّٰی کے چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں لوگوں کو خیر کا علم سکھانے والے معلم کے لئے استغفار کرتے اور صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔"

۸) ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَةٌ مِنَ الْحِكْمَةِ سَمِعُهَا الْمُؤْمِنُ فَيُعَلِّمُهَا وَ يَعْمَلُ بِهَا خَيْرٌ لَه‘ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ“ (رواہ ابن المبارک)

(ترجمہ) ”جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حکمت کا ایک کلمہ جس کو مومن سنتا ہے پھر وہ لوگوں کو سکھاتا ہے اور خود اس کے ساتھ عمل کرتا ہے اس کے لئے ایک سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔“

۹) ”خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَأَى مَجْلِسَيْنِ اَحَدُهُمَا يَدْعُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ يَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ وَ الثَّانِيْ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ فَقَالَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَ اِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً ثُمَّ عَدَلَ اِلَيْهِمْ وَ جَلَسَ مَعَهُمْ“ (بخاری ومسلم)

(ترجمہ) ”جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے آپ نے دو مجلسیں دیکھیں۔ ایک مجلس والے اللہ عزوجل کو پکار رہے تھے اور اس کی طرف رغبت کر رہے تھے۔ اور دوسری مجلس والے لوگوں کو تعلیم دے رہے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا یہ (ذاکرین کی طرف اشارہ) لوگ اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے تھے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو ان کو عطا نہ فرمائے۔ لیکن یہ معلمین لوگوں کو دین کی تعلیم دے رہے ہیں، میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپؐ ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔“

● اس حدیث شریف سے معلوم ہوا علم پڑھنے اور علم سکھانے کی ذکر اور عبادت پر بہت زیادہ فضیلت ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا

ہے، پھر تعلیمی مجلس والوں کے ساتھ بیٹھنا ذکر پر علم کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔

۱۰) ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہ عَزَّ وَ جَلَّ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضاً فَكَانَتْ مِنْهَا بُقْعَةً قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَ الْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَ كَانَتْ مِنْهَا بُقْعَةً اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَ سَقَوْا وَ زَرَعُوْا وَ كَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَ لَا تُنْبِتُ كَلَاءً'' (بخاری ومسلم)

(ترجمہ) ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ مجھے اللہ عزّ وجلّ نے مبعوث فرمایا ہے، کثیر بارش کی ہے جو زمین پر برسی تو زمین کا ایک حصہ ایسا تھا جس نے بارش کو قبول کیا، پھر کثیر گھاس اور پودے اگائے اور اس زمین کا ایک حصہ ایسا تھا جس نے پانی کو روکے رکھا، اللہ عزوجل نے اس کے ساتھ لوگوں کو نفع پہنچایا، لوگوں نے اس زمین سے پانی پیا اور کھیتی کو پلایا اور زراعت و کاشت کی اور اس زمین کا ایک حصہ ایسا تھا جو ہموار میدان تھا اس نے نہ پانی کو روکا اور نہ گھاس اُگائی۔''

پہلی مثال علم کی برسات سے نفع اٹھانے والے لوگوں (عالم باعمل لوگوں) کی ہے اور دوسری مثال نفع پہنچانے والے کی ہے، یعنی ان علماء کی مثال ہے جو خود علم پر عمل نہیں کرتے مگر دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور تیسری مثال علم سے محروم آدمی کی ہے، جس نے علم سے نہ خود نفع اٹھایا، یعنی علم کے مطابق عمل نہ کیا اور نہ دوسرے کو علم پہنچایا، وہ محروم ہے۔ جس طرح زمین کے تیسرے حصہ نے نہ نفع اٹھایا اور نہ نفع پہنچایا۔

۱۱) ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَاتَ اِبْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ اَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ'' (مسلم)

(ترجمہ)" جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے۔ علم، جس کے ساتھ نفع اٹھایا جائے، اور نیک اولاد جو اپنے آباء واجداد کے لئے دعاء مانگے، اور صدقہ جاریہ۔" اس حدیث سے معلوم ہوا علم عمل ہے اور سب اعمال سے افضل ہے۔

۱۲) "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِىْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَه عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِى الْخَيْرِ" (بخاری و مسلم)

(ترجمہ)" جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حسد نہیں ہے مگر دو آدمیوں پر، ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے علم اور حکمت عطا فرمائی ہے اور وہ اس حکمت کے ساتھ فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس کو خیر کے امور میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔"

فائدہ : اس حدیث شریف میں حسد سے مراد غبطہ اور رشک ہے۔ کیونکہ حسد حرام ہے، حسد کسی شخص سے زوال نعمت کی تمنا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور غبطہ اور رشک یہ ہے کہ دوسرے بھائی کے نعمت جیسی نعمت کے حصول کی خواہش کی جائے۔

۱۳) "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى خُلَفَائِى رَحْمَةُ اللّٰهِ قِيْلَ وَمَنْ خُلُفَائُكَ؟ قَالَ الَّذِيْنَ يُحْيُوْنَ سُنَّتِىْ وَ يُعَلِّمُوْنَهَا عِبَادَ اللّٰهِ" (ابن عبدالبر)

(ترجمہ)" جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے خلفاء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو عرض کیا گیا آپ ﷺ کے خلفاء کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگ میری سنت کو زندہ کریں گے اور میری سنت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو سکھائیں گے۔"

الآثار

- روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ عسقلان تشریف لائے آپ کچھ عرصہ وہاں رہے کسی نے مسئلہ نہ پوچھا، آپ نے اپنے متعلقین سے فرمایا مجھے اس شہر سے نکالو اس شہر میں علم فوت ہو جائے گا۔ آپ کا ارشاد تعلیم کی فضیلت کے لئے تھا۔
- حضرت سعید ابن مسیّب کی خدمت میں عطاء آئے تو حضرت سعید رو رہے تھے آپ سے پوچھا گیا کیوں روتے ہو، انہوں نے فرمایا مجھ سے کوئی سوال کرنے والا نہیں ہے، اس لئے رو رہا ہوں۔
- حضرت یحییٰ ابن معاذ نے کہا علماء رسول اکرم ﷺ کی امت کے ساتھ اُن کے آباء اور امّہات سے بھی زیادہ رحیم اور شفیق ہیں۔ کہا گیا کیسے؟ آپ نے فرمایا کیونکہ آباء اور امہات اپنی اولاد کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں اور علماء لوگوں کو آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں۔

نافع اور غیر نافع علوم کا ذکر :

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ معلومات کے اعتبار سے علم کی دو قسم ہیں۔ علم المعتقد ات اور علم الاعمال۔ اعتقادات کا علم ہر عاقل بالغ مرد اور عورت پر فرض عین ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور انبیاء کرام اور کتب اور ملائکہ اور آخرت کے دن اور جنت اور جہنم اور دیگر بدیہی امورِ دینیہ کا علم ہر عاقل بالغ شخص پر فرض ہے، خواہ مرد ہو یا عورت۔ اعتقادات میں سب سے پہلے بالغ ہوتے ہی کلمۂ شہادت **لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**، کا علم اور اس کا فہم فرض ہے۔ پھر اس کلمہ میں یہ ضروری ہے کہ اس کلمۂ توحید کے اجمالی مفہوم کے ساتھ بغیر تردد کے کامل یقین حاصل ہو، بحث اور دلائل سے توحید و رسالت کا علم حاصل کرنا بہتر ہے مگر ضروری نہیں ہے کیونکہ ہمارے علماء کے نزدیک ایمان تقلیدی اور سماعی بھی

معتبر ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام لانے پر نہایت بدو اور دیہاتی اعراب سے صرف تصدیق اور اقرار پر اکتفاء فرمایا، اور ان کو یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے لئے دلائل سے تصدیق حاصل کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا جب ایک آدمی توحید اور رسالت کے ساتھ ایمان لے آئے گا تو اجمالی طور پر تمام ایمانیات پر اس کا ایمان تسلیم کرلیا جائے گا اور وہ شخص مومن ہوگا۔ اور ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ علىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ'' کی حدیث میں یہی علم مراد ہے، اس کی تفصیلات علم کلام کی کتابوں سے حاصل ہوسکتی ہیں۔

دوم علم الاعمال، اعمال کا علم بھی فرض ہے لیکن اس کے دو قسم ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ اور فرضِ کفایہ کے لئے وقت اور ابتلاء کا ہونا ضروری ہے مثلاً اگر کسی شخص کو کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کا وقت نہیں ملا اور وہ نماز کے ساتھ مبتلا نہیں ہوا بلکہ نماز کا وقت آنے سے پہلے فوت ہوگیا تو اس پر نماز کا علم حاصل کرنا فرض نہیں تھا اور اگر نماز کا وقت اس نے پالیا تو اس پر نماز کا علم حاصل کرنا فرض ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص پر رمضان المبارک کے روزوں سے پہلے موت واقع ہوگئی تو اس پر رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کا علم فرض نہیں ہوگا، اسی طرح زکوٰۃ کے ادا کرنے کے مسائل جاننا اس شخص پر فرض عین ہے جس کے پاس اموال زکاتیہ موجود ہوں اور ان اموال پر سال مکمل ہوگیا ہو اور حج کے ادا کرنے کے مسائل کا جاننا اس آدمی پر فرض عین ہوگا جس کو حج کے لئے سفر کی اللہ تعالیٰ نے استطاعت عطا فرمائی ہے چونکہ نماز اور روزے ادا کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں اس لئے بقدر ضرورت نماز اور روزوں کے مسائل کا جاننا ہر عاقل بالغ پر فرض عین ہیں اور حج اور زکوٰۃ کے بعض مسائل ہر مسلمان کو جاننا فرض ہیں جن سے معلوم ہوسکے کہ اس پر زکوٰۃ اور حج فرض ہے یا نہیں۔ اور اسی اگر کوئی شخص دنیاوی کاروبار کرتا ہے جس کاروبار کو اس شخص نے ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے اس کے مسائل جاننا اس شخص پر فرض عین ہیں۔

مثلاً تاجر کے لئے تجارت اور بیع وشراء کے مسائل اور درزی کے لئے سلائی کے مسائل اور ترکھان اور کارپینٹر کے لئے اپنے کاروبار کے مسائل اور امام کے لئے امامت کے مسائل اور مدرس کے لئے تدریس کے مسائل جاننا فرض عین ہے۔

چونکہ ممنوعات اور منہیات سے احتراز ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے اس لئے ممنوعات اور منہیات اور محرمات کا اتنا علم جس سے آدمی منہیات اور ممنوعات سے احتراز کر سکے، حاصل کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ مثلاً زنا، اور لواطت، اور سرقہ، سود، جوا، ناحق قتل، کذب، بہتان، غیبت، حسد، کینہ، چغلخوری، فحش گوئی، نظرِ بد، شہوت اور دیگر ممنوعات کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ یعنی ہر عاقل بالغ مسلمان کو معلوم ہونا ضروری ہے کہ کینہ کسے کہتے ہیں؟ اور حسد کس چیز کا نام ہے؟ سود کس چیز کو کہتے ہیں؟ غیبت کیا ہے؟ علی ھٰذا القیاس ہر مسلمان عاقل بالغ کو ان ممنوعات کی تعریف معلوم کرنا ضروری ہے۔ شر اور دواعی شر سے اجتناب تب ہی ہوسکتا ہے جب شر کے شر ہونے اور شر کے دواعی کا شر کے دواعی ہونے کا علم ہوگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''ثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَ هَوىً مُتَّبَعٌ وَ اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ'' ۔ ''یعنی تین چیزیں انسان کے لئے مہلک ہیں، انتہائی بخیل ہونا اور ناجائز خواہشات کی اتباع کرنا اور آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا'' تین امور کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ بقیہ قلبی مذمومات کبر، حسد وغیرہ ان تینوں کے تابع ہیں۔ لہٰذا ان تین امور کے علاوہ سارے مہلکات کا علم ضروری ہے۔

چونکہ قلبی احوال رذیلہ کا زائل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لہٰذا احوالِ مذمومہ کی تعریف اور پہچان اور ان کے اسباب اور ان کی علامتیں اور ان کا علاج وغیرہ کا جاننا بھی ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ اور ان امور کا ذکر علم تصوف کی کتابوں میں ہے۔ لہٰذا علمِ تصوف

کی کتابوں کا پڑھنا اور سمجھنا فرض ہے۔

● مگر ہر دَور اور خصوصاً موجودہ دَور کا المیہ یہ ہے کہ مشائخ اور علماء تک کو علم تصوف سے واسطہ نہیں اور انہیں رذیلہ صفات مثلاً یہ کہ حسد اور حقد میں کیا فرق ہے؟ کذب اور بہتان اور غیبت میں کیا فرق ہے؟ کبر اور اعجاب اور ادلال میں کیا فرق ہے؟ رجاء اور تمنی میں کیا فرق ہے؟ کا علم نہیں بلکہ بعض نام نہاد صوفیاء اور علماء ان صفات رذیلہ کو محاسن میں شمار کرتے ہیں۔ واضح ہے جب ان مذموم بنیادی امور کا علم نہیں ہوگا تو ان سے احتراز اور ان کا علاج کوئی کس طرح کرے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ ان امور کا علم حاصل کرے۔ چونکہ ان چیزوں کا صحیح اور تفصیلی علم صوفیاء کی کتابوں سے حاصل ہوسکتا ہے، اس لئے کتب تصوف کا درساً پڑھنا یا کم سے کم مطالعہ کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، تاکہ علم الاخلاق حاصل کرسکے۔ اس سلسلہ میں علم تصوف کی کتب سے کشف المحجوب اور احیاء العلوم اور مکتوباتِ امام ربّانی کا مطالعہ بہت مناسب ہے۔ (رفیق حسنی)

امام غزالی فرماتے ہیں شرعی علوم سارے محمود اور اچھے ہیں لیکن درجات میں فرق ہے۔ آپ فرماتے ہیں، ''شرعی علوم کے چار قسم بیان کئے جاسکتے ہیں:

● پہلی قسم، اصول شرعیہ کا علم ہے اور شرع کے اصول چار ہیں، قرآن اور سنت اور اجماع صحابہؓ اور قیاس۔ اسلام اور شریعت کے لئے یہ امور بنیاد اور اساس ہیں۔

● دوسری قسم، فروع اور احکام کا علم ہے اگر احکام کے علم کا تعلق دنیا کے دینی اور دنیاوی مصالح کے ساتھ ہو تو یہ کتب فقہ میں ملے گا اور اس علوم کے ماہرین کو فقہاء کہا جائے گا۔ مصالح دنیاوی کی وجہ سے فقہاء کرام کو علماء الدنیا کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ فقہ دنیاوی امور مثلاً بیع وشراء وغیرہما کے لحاظ سے ایک فن ہے، اس لئے صرف احکام شرعیہ کا علم بعض غیر مسلم ماہرین کو بھی حاصل ہوتا ہے مگر وہ عمل نہیں کرتے۔ اور دینی مصالح کی وجہ سے فقہاء کو

علماء آخرۃ کہا جائے گا کیونکہ فقہ سے مقصود عمل کرنا ہو تو یہ علمِ دین ہے اور اس علم کو علم الاخلاق اور علم تصوف بھی کہا جاتا ہے۔ اور اگر احکام کے علم سے مقصود آخرت کے مصالح اور سعادت اُخروی مقصود ہو تو اس کا نام علم الاخلاق اور علم تصوف ہے۔ اس علم کے ماہرین کو علماء آخرت کہا جاتا ہے۔ اس علم کو کتب تصوف سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (میں 'رفیق حسنی') کہتا ہوں مگر یہ علم بھی ایک فن ہے اور ہر شخص مسلم اور غیر مسلم حاصل کر سکتا ہے۔ علم الفقہ اور علم الاخلاق دونوں درحقیقت علومِ آخرت بھی ہیں اور علوم دنیا بھی، کیونکہ دونوں علم فقہ اور علم تصوف سے مقصود فقط اصطلاحات اور احکام کا جاننا ہو اور اسٹڈی ہو تو یہ علم زیادہ فضیلت نہیں رکھتے اور اگر دونوں سے مقصود عمل ہو اور عمل آخرت کے لئے ہوں تو دونوں کا عالم جو علم کے مطابق عمل کرتا ہے وہ قابل تحسین اور علماء آخرت سے ہے۔ لہٰذا علم فقہ بھی علوم آخرت سے ہے مگر صرف علوم شرعیہ پڑھ کر ماہر ہو جانے میں کوئی کمال نہیں ہے۔ کمال یہ ہے کہ رضاء الٰہی کے لئے ان پر عمل کیا جائے۔ جس طرح ایک میڈیکل ڈاکٹر علم الابدان کا ماہر ہو لیکن اس علم کو استعمال نہ کرے اور پریکٹس نہ کرے تو یہ کوئی قابل فخر اور کمال نہیں ہے بعض علماء صرف فقہ یا تصوف کے احکامات اور اصطلاحات سے واقف ہوتے ہیں، تحقیقی فتاویٰ پر قدرت رکھتے ہیں اور روحانیت اور اخلاق پر اچھی تقریر اور گفتگو کر لیتے ہیں لیکن اس علم اور گفتگو کے باوجود خود اس پر عمل نہیں کرتے، وہ علماء اور صوفیاء فقیہہ یا صوفی نہیں ہیں مگر وہ بیچارے سمجھتے ہیں کہ صوفیاء اور علماء کی فضیلت کی جُملہ آیات اور احادیث کا ہم ہی مصداق ہیں۔ ایسے علماء حضرات کو اپنے ذہن سے اپنی فضیلت کا زعم نکال دینا چاہیئے، وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کیونکہ نفس الامر میں ایسا نہیں ہے۔ علم عمل کے بعد نتائج پیدا کرتا ہے۔

- تیسری قسم، علم المقدمات ہے، مثلاً علم النحو، علم الفقہ اور علم البلاغہ وغیرہا۔
- چوتھی، علم المتممات ہے مثلاً علم القرأت اور علم التفسیر۔ (احیاء)

اس تقسیم سے معلوم ہوا کہ علماء کے دو قسم ہیں، فقہاء اور صوفیاء۔ فقہاء کی نظر ظاہر افعال پر ہوتی ہے اور صوفیاء کی نظر باطنی اور قلبی احوال پر ہوتی ہے۔ مثلاً فقیہہ کا کلام عموماً اسلام اور نماز اور زکوٰۃ اور حلال حرام اور حج وغیرہ کے ظاہری افعال پر ہوگی۔ فقیہہ اسلام کی صحت اور فساد کے اعتبار سے زبان پر انحصار کرے گا۔ اگر کسی شخص نے **لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہہ دیا وہ مسلمان ہے اور اگر کسی نے انکار کر دیا تو وہ کافر ہے۔ فقیہہ کی ولایت اور حکومت سے متکلم کا قلب خارج ہے وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ متکلم کے دل میں کیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سلطنت کے امراء اور فقہ کے علماء کو دل کے احوال پر نظر کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''**هلا شَقَقْتَ قَلْبَه**'' (ترجمہ: تو نے اس کے دل کو کیوں نہیں پھاڑا) ، حضرت اُسامہ بن زید نے جنگ کی حالت میں ایک کلمہ پڑھنے والے شخص کو قتل کر دیا تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ شخص دل سے کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا؟'' معلوم ہوا کہ فقیہہ صرف ظاہر پر حکم لگانے کا پابند ہے اور وہ ظاہر اقوال اور اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ مگر صوفیاء کی دل کے انوار اور اسرار پر بھی نظر ہوتی ہے۔

فقیہہ نماز میں تمام ارکان اور واجبات کی ادائیگی اور شروط کو دیکھ کر صحت اور فساد کا حکم کرے گا مگر صوفی نماز میں خشوع اور خضوع اور توجہ الی اللہ کو دیکھ کر نماز کی صحت اور فساد کا حکم لگائے گا۔ فقیہہ اس شخص کی نماز کی صحت کا بھی حکم کرے گا جو تکبیر تحریمہ سے سلام تک نماز کے اعمال سے غافل رہا، لیکن صوفی اس کی نماز کے فساد کا حکم کرے گا۔ کیونکہ غفلت کی نماز آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ یہی حال روزوں اور حج اور زکوٰۃ اور حلال اور حرام کا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کا مال چھ ماہ کے بعد بیوی کو ہبہ کر دیا اور پھر چھ ماہ کے بعد بیوی نے شوہر کو ہبہ کر دیا تا کہ زکوٰۃ واجب نہ ہو، کیونکہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے

ایک شخص کے مِلک میں سال بھر مال کا ہونا ضروری ہے، تو فقیہہ زکوٰۃ کے عدم وجوب کا فتویٰ دے گا۔مگر یہ فقیہہ الدنیا ہے، اس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ ایسا عمل آخرت میں ضرر پہنچائے گا۔اور صوفیاء فرمائیں گے اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔لہٰذا ایسے شخص کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

● میں (رفیق حسنی) کہتا ہوں، امام غزالی کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ فقیہہ کو صرف فقیہہ نہیں ہونا چاہئیے بلکہ صوفی بھی ہونا چاہئیے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت وابصہؓ سے فرمایا،"اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَ اِنْ اَفْتَوْکَ وَاَنْ اَفْتَوْکَ وَاِنْ اَفْتَوْکَ"۔ 'اپنے دل سے فتویٰ لو اگر چہ علماء تجھے فتویٰ دیں اگر چہ وہ تمہیں فتویٰ دیں اگر چہ وہ تمہیں فتویٰ دیں'۔

◄ **فائدہ** : علم الفقہ میں علم تصوف بھی موجود ہے اور اسی طرح علم التصوف میں علم الفقہ موجود ہے، مگر علم الفقہ میں فقہ کے احکام زیادہ اور مقصود بالذات ہیں اور تصوف کے مسائل کم اور بالتبع ہیں۔اسی طرح علم تصوف میں فقہ کے مسائل کم اور بالتبع ہیں اور علم تصوف کے مسائل زیادہ اور مفصل ہیں۔اس لئے صرف فقہ پڑھنے سے بھی انسان صوفی بن سکتا ہے اور صرف تصوف پڑھنے سے بھی فقیہہ بن سکتا ہے۔فقہ اور تصوف ظاہری اور باطنی احکام کے جامع ہیں۔

علم الباطن کی اقسام:

● پھر علم الباطن اور تصوف کے دو قسم ہیں، علم المکاشفہ اور علم المعاملہ۔

علم المکاشفہ:

علم ایسے قلبی نور کا نام ہے جس کے ساتھ غیبی امور کا کشف ہو جاتا ہے اور غیبی امور کا ادراک

اور علم اس طرح ہوتا ہے جس طرح حواس خمسہ کے مدرکات کا ادراک اور مشاہدہ ہوتا ہے بلکہ کشفی اور ذوقی علوم میں اشیاء کی معرفت دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے جس کے ساتھ یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے مگر اس کا بیان کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً کسی آدمی کا غائبانہ تعارف تھا مگر ایک دن وہ سامنے آ گیا اور اس کا مشاہدہ ہوگیا، تو مشاہدہ سے معرفت بڑھ گئی۔ اسی طرح احکام کا علم جب کشفی ہوجاتا ہے تو احکام کی معرفت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح کسی خوش نصیب کو رسول اکرم ﷺ کے شمائل اور صفات اور شکل مبارک کا کتابوں سے علم حاصل تھا مگر کسی دن اس کا نصیب بیدار ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی اپنی آنکھوں سے زیارت کر لی تو آپ کی صفات اور شکل کی معرفت بڑھ جائے گی۔ (یہ علم وہبی اور اللہ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے کتابوں میں نہیں ہوتا اور یہ علم اور کشف انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلہ سے علماء ربّانی اور صوفیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔ **اللّٰھم ارزقنی منہ**)

علم المکاشفہ سے محروم ہر خیر سے محروم ہے:

- علم المکاشفہ کے متعلق بعض عارفین نے فرمایا کہ علم المکاشفہ سے اگر کوئی عالم بالکل محروم ہو تو مجھے اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے کم از کم علم المکاشفہ کی تصدیق اور تسلیم بھی علم المکاشفہ سے ایک حصہ پالینا ہے۔
- بعض عارفین نے فرمایا کہ جس شخص میں دو صفتیں موجود ہوں، بدعت اور کبر، وہ علم المکاشفہ سے بالکل محروم رہے گا۔
- بعض عارفین نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت یا نفسانی خواہش پر اصرار ہوگا وہ علم المکاشفہ سے محروم رہے گا۔ (احیاء)

اور علم المکاشفہ کے منکر کے لئے کم از کم عذاب یہ ہوگا کہ وہ اس پاک علم سے کچھ

نہیں چکھے گا۔علم المکاشفہ صدیقین اور نبیوں کا علم ہے۔علم المکاشفہ ایک نور ہے جو دل کی تطہیر اور تزکیہ کے وقت دل میں ظاہر ہوتا ہے اور اس نور سے امور کثیرہ واضح اور منکشف ہو جاتے ہیں۔ان امور کا کشف اس طرح نورانی ہوتا ہے جیسے مشاہدہ ہوتا ہے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ اور اِس کی صفات اور افعال کی معرفت مشاہدہ اور آنکھوں کے ادراک جیسی بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی حاصل ہو جاتی ہے۔اس نور سے نبوت اور نبی اور وحی کا ذوقی اور کشفی معنی اور شیطان اور ملائکہ کا ذوقی معنی اور شیاطین کی انسان سے عداوت کی کیفیت اور ملائکہ کا انبیاء کے لئے ظہور کی کیفیت اور قلب کی معرفت اور ملائکہ اور شیاطین کا قلب میں تصادم اور ''لَمَّۃُ الشَّیطَان اور لَمَّۃُ المَلَکُ'' کے فرق کی معرفت اور آخرت اور جنت اور عذابِ قبر اور میزان اور حساب کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

اور آیت ''اِقْرَءْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْباً'' (سورہ اسراء: آیت: ۱۴) (ترجمہ: اپنا اعمال نامہ پڑھ تیرا نفس تیرے اوپر حساب لینے کے لئے کافی ہے) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور آیت ''وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ'' (سورہ عنکبوت: آیت:۶۴) (ترجمہ: بے شک دار آخرۃ ہی حیات ہے اگر وہ جانتے) کا مفہوم حقیقی نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔اس لئے اس علم المکاشفہ کا دوسرا نام علم المشاہدہ بھی ہے۔اگر انسان کے دل کا آئینہ معاصی اور حُبِّ دنیا کے ساتھ زنگ آلود نہ ہو تو حقائق کا مشاہدہ ممکن ہے۔اور علم المکاشفہ سے مقصود دل کے آئینہ کو خبائث اور معاصی سے صاف رکھنا ہے تا کہ حق کا مشاہدہ ہو سکے اور دل کا تصفیہ اور تزکیہ انبیاء عظام علیہم السلام کی اقتداء اور معاصی کے اجتناب سے حاصل ہوتا ہے، جسے تقویٰ کہا جاتا ہے اور تقویٰ کے چار قسم ذکر کئے جا چکے ہیں۔

علم المعاملہ:

● اور علم المعاملہ اس علم کو کہا جاتا ہے جس میں دل کے اعمال حسنہ اور سیئہ کا ذکر ہو اور اعمال حسنہ کے کرنے اور سیئہ سے باز رہنے کے طریقوں کا بیان ہو۔ اس علم کو علم تصوف بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم، علم المعاملہ ہے، یعنی علم الاعمال ہے اور یہاں اعمال سے مراد دل کے احوال اور صفات ہیں دل کے احوال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ محمودہ اور مذمومہ۔ محمودہ جیسے صبر اور شکر اور خوف اور رجاء اور رضا اور زہد اور تقویٰ اور قناعت اور سخاوت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احسان کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر حسن ظن اور حسن خلق اور حسن معاشرہ اور صدق اور اخلاص دل کے مذکورہ احوال اور صفات کی پہچان اور تعریف اور ان احوال کے حاصل کرنے کے اسباب اور پھر حاصل کرنے کے بعد ان کے حاصل کردہ نتائج اور اگر ان احوال میں ضعف آ جائے یا حاصل نہ ہوں تو ان کے علاج کی معرفت ہر مسلمان کے لئے عموماً اور علماء کے لئے خصوصاً جاننا ضروری ہے۔

اور مذمومہ احوال جیسے خوف الفقر اور مقدور اور مقسم پر اللہ تعالیٰ پر ناراضگی اور حسد اور حقد (کینہ) اور غش یعنی دھوکہ اور فریب اور حب الثناء یعنی اپنی تعریف کا پسند کرنا کبر اور عجب اور غضب اور بغض اور لالچ اور حرص اور بخل اور مداہنت یعنی دینی غیرت کا نہ ہونا اور مباہات یعنی فخر کرنا اور دنیا میں تنافس اور رغبت اور اغنیاء کی تعظیم اور فقراء کی تحقیر اور کثرت کلام سے محبت اور اپنے عیبوں سے چشم پوشی اور لوگوں کی عیب جوئی اور زوال الحزن اور عدم خشیت اور عطا کردہ نعمتوں کے سلب ہو جانے سے بے خوفی اور طاعات پر اعتماد اور مکر اور خیانت اور عُجلت جلد بازی اور قلت حیاء اور قلت رحمت اور شفقت اور قسوت اور غفلت اور ان جیسی دیگر صفات دل کے مذمومہ احوال اور صفات ہیں۔ ان مذمومہ صفات کا

جاننا اور پھر ان کا علاج کرنا اور ان کے اسباب کا جاننا ہر مسلم کے لئے عموماً اور علماء کے لئے خصوصاً فرض عین ہے۔ کیونکہ یہ صفات اور احوال اس طرح ممنوعہ اعمال کے منابت اور مصادر ہیں جس طرح صفاتِ محمودہ طاعات اور عبادات کے منابت اور مصادر ہیں۔ علماء آخرت کے فتویٰ کے مطابق مذکورہ احوال محمودہ اور مذمومہ کی تفاصیل جاننا فرض عین ہے۔ لیکن اکثر علماء اس سے غافل ہیں چنانچہ آج کے کسی مفتی اور عالم سے طلاق اور نکاح کے مسائل پوچھے جائیں تو وہ فوراً بتا دے گا مگر مذکورہ الفاظ اور قلبی صفات کے متعلق پوچھا جائے تو فوراً تو درکنار مطالعہ کے بعد بھی بتانے سے عاجز ہوگا۔ مثلاً اخلاص اور توکل اور حسد اور حقد وغیرہا کا معنی پوچھا جائے تو آج کل کے علماء کو بتانے میں مشکل ہو جائے گی مگر علماء باطن ان صفات کا صحیح ادراک رکھتے تھے۔ افسوس کہ آج علماء ربّانی نہیں رہے اور بدکردار علماء تلبیس ابلیس کی وجہ سے غرور اور دھوکہ میں ہیں جن سے شیطان خوش ہو رہا ہے۔

آئمہ اربعہ کی سیرت علمِ ظاہر اور علمِ باطن سے مرکب تھی:

● سابقہ ادوار کے علماء ظاہر، علماء باطن کی صفات سے بھی متصف ہوتے تھے۔ مثلاً ائمہ اربعہ کی سیرت کو دیکھ لیں وہ علمِ ظاہر اور شریعت کے امام تھے مگر علم الباطن حاصل کرنے کے لئے علماء باطن کے پاس حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعیؒ، حضرت شیبان راعی کے پاس جایا کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں ایسے بیٹھتے جیسے ایک بچہ اپنے استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے اور آپ سے روحانیت کے مسائل پوچھتے تھے۔ آپ کو کہا جاتا تھا، ''مِثْلُکَ یَسْأَلُ ھٰذَا الْبَدْوِیَ ؟ ''۔ کیا آپ جیسا آدمی ایسے دیہاتی سے مسائل پوچھتا ہے؟۔ آپ جواب دیتے، ''اِنَّ ھٰذَا وُفِّقَ لِمَا اَغْفَلْنَاہُ ''۔ شیبان راعی کو ان امور کی توفیق دی گئی ہے جس سے ہم غافل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت معروف

کرخیؒ کی بارگاہ میں جایا کرتے تھے۔اور امام ابو حنیفہؒ بہلول دانا کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔حالانکہ حضرت شیبان راعی اور حضرت معروف کرخی اور حضرت بہلول دانا ظاہری علم میں ائمہ اربعہ کے برابر نہیں تھے۔لہٰذا علماء ظاہر کو علماء باطن سے استفادہ کرنا چاہیئے۔اور کسی شیخ طریقت کی بیعت کرنی چاہیئے۔طبرانی میں ہے جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جب کسی ایک امر کا حکم قرآن اور سنت میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا، ''**سَلُوْا الصَّالِحِیْنَ وَ اجْعَلُوْا شُوْرىٰ بَیْنَهُمْ**''(صالحین سے پوچھو اور اس میں باہم مشورہ کرو۔)

● حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے شیخ حضرت سری سقطی نے ایک دن پوچھا جب تم میری مجلس سے چلے جاتے ہو تو کس آدمی کی مجلس میں جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا محاسبی کی مجلس میں جاتا ہوں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ان کے قریب ہو کر علم حاصل کرو مگر متکلمین کے خلاف کلام کرنے سے احتراز کرو۔حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں میں جب واپس لوٹنے لگا تو آپ دعاء کر رہے تھے،''**جَعَلَکَ اللّٰهُ صَاحِبَ حَدِیْثٍ صُوْفِیاً وَلَا جَعَلَکَ اللّٰهُ صُوْفِیاً صَاحِبَ حَدِیْثٍ**''(اللہ تعالیٰ تجھے صاحبِ حدیث صوفی بنائے اور اللہ تعالیٰ تجھے صوفی صاحبِ حدیث نہ بنائے۔)اس میں اشارہ فرمایا کہ جو شخص پہلے علم حدیث حاصل کرتا ہے پھر صوفی بنتا ہے تو وہ فلاح پا جاتا ہے اور جو شخص پہلے صوفی بنتا ہے پھر حدیث کا علم حاصل کرتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔

◄ فائدہ : تعلیم کی ابتدا میں علم کلام اور منطق اور دیگر علوم آلیہ بقدر ضرورت پڑھنا ضروری ہیں،اس کے بعد پھر علم تفسیر اور حدیث اور فقہ پڑھنا ضروری ہے۔اس کے بعد علم تصوف کی کتابیں پڑھی جائیں۔لیکن اصل علم اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت ہے جو

علم مکاشفہ میں پائی جاتی ہے اور علم مکاشفہ ریاضت اور مجاہدات سے حاصل ہوتا ہے کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ" (سورہ عنکبوت: آیت: ٦٩)

(ترجمہ) "وہ لوگ جو ہماری معرفت کے لئے مجاہدے کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ضرور ہدایت عطا کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

لہٰذا علوم شرعیہ بقدر ضرورت پڑھ کر ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہونا ضروری ہے۔ علم کلام اور فقہ اور دیگر علوم میں تبحر اور کمال حاصل کرنا ضروری نہیں بلکہ تبحر اور گہری بحثیں علم مکاشفہ میں حجاب بنتی ہیں۔ (احیاء)

وہ متکلمین علماء اور فقہاء جن کو فضیلت حاصل ہے وہ علم کلام اور علم فقہ کی وجہ سے حاصل نہیں بلکہ علوم آخرت اور اعمال صالحہ کی وجہ سے حاصل ہے ورنہ علم کلام اور فقہ تو فقہی اور کلامی اصولوں اور قوانین کا نام ہے اور یہ غیر مسلم آدمی بھی حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی فضیلت صرف علم الاحکام اور فقہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ علم آخرت اور مجاہدات کی وجہ سے فضیلت حاصل تھی۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوبکر مزنیؒ سے روایت ہے:

"مَا فَضَّلَ اَبُوْبَكْرٍ النَّاسَ بِكَثْرَةِ صِيَامٍ وَ لَا صَلَاةٍ وَ لَا بِكَثْرَةِ رِوَايَةٍ وَ لَا فَتْوٰى وَ لَا كَلَامٍ وَلٰكِنْ بِشَيْءٍ وُقِّرَ فِيْ صَدْرِهٖ"

(ترجمہ) "ابوبکر کو لوگوں پر کثرتِ صیام اور صلوٰۃ کی وجہ سے اور کثرت روایت اور فتویٰ اور کلام کی وجہ سے فضیلت نہیں دی گئی تھی بلکہ اس چیز کی وجہ سے فضیلت دی گئی تھی جو ان کے دل میں رکھی گئی تھی۔" (احیاء)

- علماء کو چاہیئے کہ وہ نفیس جوہر اور سرّ تلاش کریں جو صحابہ کرامؓ کے دل میں موجود تھا۔ وہ

جو ہر عبادت اور ریاضت سے حاصل ہوسکتا ہے صرف پڑھنے پڑھانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین عارف باللہ تھے ان میں سے صرف بارہ تیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اصحاب فتویٰ تھے، باقی صحابہؓ ریاضت اور مجاہدات میں ہر وقت لگے رہتے تھے جس کی برکت سے انہیں علم مکاشفہ حاصل تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا، ''**مات تسعةُ اعشار العلم**'' (علم کے نو حصے فوت ہو گئے) یعنی علم کے دس حصوں میں سے نو حصے اٹھا لئے گئے اور نو حصے فوت ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ اکابر صحابہ کرامؓ زندہ ہیں تو آپ نے فرمایا، ''**لَمْ اردُ عِلْمَ الْفُتْيَا وَ الْاَحْكَامِ اِنَّمَا اُرِيْدُالْعِلْمَ بِاللّٰهِ تَعَالىٰ** '' یعنی 'میں نے فتووں اور احکام کے علم کے فوت ہونے کی بات نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علم کی بات کی ہے۔'

اگر چہ حضرت ابوبکرؓ کی شہرت خلافت کے ساتھ تھی لیکن فضیلت اس روحانیت کی وجہ سے تھی جو ان کے دل میں موجود تھی اسی طرح حضرت عمرؓ کی شہرت سیاست کی وجہ سے تھی لیکن فضیلت اس روحانی علم کی وجہ سے تھی جس کے نو حصے آپ کے وصال سے فوت ہو گئے وہ روحانی علم قربِ الٰہی تھا۔ حضرت عمرؓ کو قرب الٰہی صحبتِ رسول ﷺ اور لوگوں پر شفقت اور لوگوں میں عدل کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔

علماء شریعت کی مثال خلفاء اور قضاۃ اور مفتیوں کی طرح کی ہے، اگر علماء شریعت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فتویٰ اور قضا کا عمل کریں گے تو ثواب اور اجر پائیں گے ورنہ دنیا حاصل کریں گے۔ پھر علماء شریعت کی کئی قسمیں ہیں۔ اگر ایک گروہ اپنے علم اور فتوؤں سے قرآن وسنت پر اعتراضات کا دفاع اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے، ریاء اور طلب دنیا کے لئے نہیں کرتا ایسے علماء بھی اصحاب فضیلت ہیں مگر اس وجہ سے کہ یہ علماء علم کے مطابق

عمل کرتے ہیں اور علم اور عمل سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے بلکہ علم بھی ایک عمل ہے کیونکہ علم کسبی فعل ہے اور محنت سے حاصل ہوتا ہے۔ نظر وفکر اور محنت سے علم ایک عمل ہے لیکن ہر عمل علم نہیں ہے۔ اور ایسے علماء شریعت علم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو علم حاصل کرنے کا بھی ثواب عطا ہوگا۔ معالج اور ڈاکٹر بھی طبی علم 'علم الاجسام' کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ جب ان کا علم سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے لوگوں کا علاج کرنا ہو یعنی اپنے علم پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرنا مقصود ہو۔ اسی طرح ہر وہ علم جس سے مقصود خلقِ خدا کی خدمت ہو اگرچہ وہ علم دنیاوی امور کا علم ہو اس سے تقرب حاصل ہوسکتا ہے لہٰذا علماء شریعت بھی جب علم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عمل کریں گے تو انہیں بھی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے ذرائع تین ہیں فقط علم جیسے علم المکاشفہ ہے اور فقط عمل جیسے حاکم کا عدل ہے اور علم اور عمل دونوں جیسے اخروی سعادت حاصل کرنے کے طریقوں کا علم ہے۔ علماء شریعت کو تینوں ذرائع سے تقرب حاصل کرنا چاہیئے۔

الحمدللہ رب العالمین! ہمارے ائمہ فقہ عالم بھی تھے اور عابد بھی اور اصحاب تقویٰ بھی۔ انہوں نے صرف علم پر اکتفاء نہیں کیا تھا، ہر امام عابد اور زاہد اور فقیہہ آخرت اور فقیہہ دنیا تھا اور ان کی قدم قدم پر ہر علم میں رضاء الٰہی مقصود تھی۔

ائمہ اربعہ کے فضائل

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فضائل

آپ کی عبادت کا حال:

● سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی۔ روایت ہے کہ امام اعظم آدھی رات تک عبادت کرتے تھے ایک دن راستہ پر جاتے ہوئے ایک آدمی نے دوسرے کو بتایا کہ یہ شخص ساری رات عبادت کرتا ہے۔ آپ نے اس کے بعد ساری رات عبادت کرنا شروع کردی اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایسی صفت کے ساتھ یاد کیا جاؤں جو میرے اندر نہ ہو۔

ہر انسان کو چاہیئے کہ ایسی صفات جن سے وہ مشہور ہے اس کو اپنے اندر پیدا کرے۔

● مکتوبات شریف میں ہے کہ آپ کو چالیس سال کے بعد التفات ہوا کہ آج تک میرے وضو میں ایک مستحب متروک ہوتا رہا، تو آپ نے چالیس سال کی نمازوں کا کامل وضو کے ساتھ اعادہ فرمایا۔

آپ کا زہد:

● آپ نے کسی شخص کو مارکیٹ جا کر کپڑا فروخت کرنے کا وکیل بنایا اور فرمایا اس کپڑے میں فُلاں عیب ہے، خریدار کو عیب بتا کر سودا کرنا لیکن وکیل فروخت کے وقت وکیل کو عیب بتانا بھول گیا۔ چالیس ہزار درہم کا کپڑا فروخت کرکے وکیل نے آپ کو رقم دی تو آپ نے پوچھا، خریدار کو کپڑے کا عیب بتایا تھا؟ اس نے کہا میں بتانا بھول گیا تھا، آپ نے پوچھا کیا ان کے پاس دوبارہ جا کر بتا سکتے ہو؟ وکیل نے عرض کیا مجھے اس شخص کا اتہ پتہ نہیں ہے، تو آپ نے چالیس ہزار درہم صدقہ کردیئے۔

● ربیع بن ہمام کہتے ہیں کہ مجھے کوفہ کے گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ نے بھیجا کہ ابوحنیفہ کو بلا کے لے آؤ۔ آپ تشریف لائے تو یزید نے کہا کہ آپ کو بیت المال کا نگراں حاکم (بیت المال کا چیئر مین) بنانا چاہتا ہوں۔ آپ نے انکار کردیا گورنر نے آپ کو بیس کوڑے سزادی۔

● حضرت امام اعظمؒ کو اطلاع ملی کہ خلیفہ ابوجعفر منصور آپ کے لئے دس ہزار درہم بھیج رہا ہے آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا جس دن مال پہنچنا تھا اس دن آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور کپڑا اوڑھ کر سو گئے۔ دس ہزار درہم لانے والا شخص حسن بن قحطبہ ایلچی (سیکریٹری خزانہ) مال لے کر پہنچا تو آپ نے اس سے بات نہیں کی لوگوں نے کہا امام ابوحنیفہ کی یہ عادت ہے کہ ہمارے ساتھ بھی بات نہیں کرتے۔ اس ایلچی نے کہا کہ یہ مال لے کر اس کے گھر بھیج دو۔ انہوں نے مال رکھ لیا اور امام صاحب کے گھر بھیج دیا۔ وہ شخص واپس ہوگیا، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ میرے دفن کرنے کے بعد دس ہزار درہم کا تھیلا حسن بن قحطبہ کے پاس لے جانا اور کہنا یہ آپ کی امانت ہے واپس لے لو۔ یہ تقویٰ کی اعلیٰ مثال تھی۔

● خلیفہ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ کو قضا کا منصب قبول کرنا ہے اور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا سربراہ بننا ہے۔ آپ نے کہا میں قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، خلیفہ نے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں، کیونکہ آپ بہت بڑے عالم ہیں بلکہ علماء کے استاذ ہیں۔ آپ نے جواب دیا اگر میں صادق ہوں تو قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر میں کاذب ہوں اور آپ صادق ہیں تو کاذب قاضی نہیں بن سکتا۔ خلیفہ لاجواب ہوگیا اور آپ کو جیل بھجوادیا۔

علم آخرت:

● ابن جریج سے روایت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے نہایت خوف رکھتے تھے۔ شریک نخعی

کہتے ہیں امام ابو حنیفہ خاموش رہا کرتے تھے دائم الفکر تھے جو کہ علوم آخرت کی علامت ہیں۔

(۲) امام شافعیؒ کے فضائل:

عبادت:

امام شافعیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ رات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے، ایک تہائی علم کے لئے اور ایک تہائی عبادت کے لئے اور ایک تہائی نیند کے لئے۔

- ربیع فرماتے ہیں امام شافعی رمضان المبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن نماز فرائض اور نوافل میں ختم کرتے تھے۔
- حسن کرابیسی فرماتے ہیں امام شافعیؒ کے پاس میں نے کئی راتیں گذاریں آپ نماز میں ہر رکعت میں پچاس پچاس آیتیں پڑھتے تھے جب زیادہ کرتے تو سو سو آیات تلاوت کرتے جب بھی رحمت کی آیت تلاوت فرماتے تو اپنے لئے اور جمیع مسلمین کے لئے رحمت کی دعاء طلب کرتے اور جب عذاب کی آیت تلاوت فرماتے تو اپنے اور جمیع مسلمین کے لئے نجات کی دعاء کرتے۔اس سے معلوم ہوا آپ خوف اور رجاء دونوں کو جمع کرتے تھے۔
- امام شافعیؒ نے ایک دن فرمایا میں نے سولہ دن سے پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا کیونکہ زیادہ کھانے سے بدن ثقیل ہو جاتا ہے اور دل سخت ہو جاتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے۔
- امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے کبھی سچی یا جھوٹی قسم نہیں کھائی۔

آپ کا زہد:

- آپ کے زہد کی حالت یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں جس شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے دل میں دنیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت جمع ہے تو اس نے جھوٹ بولا۔
- آپ یمن سے واپس آئے تو آپ کے پاس دس ہزار درہم تھے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے

سے پہلے آپ نے سارے درہم تقسیم کر دیئے۔

● ایک مرتبہ غسل کر کے حمام سے نکلے تو آپ نے حمام والے کو اتنا مال کثیر عطا فرمایا کہ وہ حیران ہو گیا۔ایک دفعہ آپ کا عصا گر گیا،عصا اٹھا کر آپ کے ہاتھ میں دینے والے شخص کو آپ نے پچاس دینار عطا فرمائے۔آپ نہایت سخی آدمی تھے اور سخاوت زہد اور ترکِ دنیا کی اساس ہے۔

علمِ آخرت:

● ایک مرتبہ صفاء کی طرف جاتے ہوئے ایک قاری نے خوش آوازی سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی،جب وہ اس آیت پر پہنچا"هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَ لَا يُؤْذَنُ فَيَعْتَذِرُوْنَ "(سورہ مرسلات: آیت:۳۵) (ترجمہ:یہ ایسا دن ہے جس میں وہ نہیں بولیں گے اور انہیں اذن دیا جائے گا کہ وہ معذرت کریں) تو امام شافعی کا رنگ متغیر ہو گیا اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔

واضح ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ خوف اور رجاء صرف بیع سلم اور اجارہ اور فقہی مسائل کی وجہ سے سے حاصل نہیں ہوئے تھے بلکہ قرآن و حدیث سے حاصل کردہ علومِ آخرت سے حاصل ہوئے تھے۔(احیاء)

● اسرار قلب اور علوم آخرت کے حامل اور عالم ہونے پر وہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ سے ریاء کاری کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے بغیر توقف کے فرمایا،ریاء ایک ایسا فتنہ ہے جو ہوئ اور خواہشات نفسانی نے علماء کے قلبی آنکھوں کے سامنے باندھ دیا ہے۔اُن خواہشات نفسانی سے علماء اپنے اعمال کی نمائش کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔

● امام شافعیؒ نے فرمایا اگر تجھے اپنے کسی نیک عمل پر عجب کا خوف ہو تو غور کر تو کس کی رضا

طلب کرتا ہے؟ اور کس ثواب میں تیری رغبت ہے اور کس عِقاب سے تجھے خوف ہے اور کس عافیت کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کون سی مصیبت تو یاد کرتا ہے؟۔ جب ان خصال سے کسی ایک میں غور کرے گا تو تیرا عمل تیری آنکھوں میں حقیر ہو جائے گا۔

آپ نے ریاء اور عجب کے متعلق جو کچھ فرمایا یہ علوم آخرت پر دلالت کرتا ہے۔

● روایت ہے کہ عبدالقاہر بن عبدالعزیز ایک متقی اور صالح آدمی آپ سے مسائل پوچھا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے پوچھا صبر افضل ہے یا محنت اور ابتلاء افضل ہے یا تمکین؟ آپ نے فرمایا تمکین انبیاء کرام کا درجہ ہے اور تمکین افضل ہے اور تمکین صبر اور محنت کے بعد ہوتی ہے اور صبر محنت پر ہوتا ہے جب انسان محنت میں پڑتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب صبر کرتا ہے تو تمکین حاصل ہوتی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محنت اور ابتلاء میں ڈالا گیا انہوں نے صبر کیا پھر انہیں تمکین حاصل ہوئی، حضرت موسیٰ کو محنت میں ڈالا گیا انہوں نے صبر کیا پھر انہیں تمکین حاصل ہوئی، حضرت ایوب علیہ السلام پر امتحان آیا پھر انہیں تمکین حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''**وَاٰتَیْنَاهُ اَھْلَه' وَ مِثْلَھُمْ مَعَھُمْ**'' (ترجمہ: اور ہم نے حضرت ایوب کو گھر والے اور ان کے اہل کے برابر (مزید) عطا کئے)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان ہوا آپ نے صبر کیا پھر تمکین حاصل ہوئی، حضرت یوسف علیہ السلام امتحان میں رہے پھر تمکین حاصل ہوئی۔ قرآن مجید میں ہے، ''**وَ کَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ**'' (ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے یوسف کے لئے زمین میں تمکین پیدا فرمائی)۔

امام شافعی کے اس جواب سے معلوم ہوا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو قرآن و سنت سے علوم آخرت اور اسرار پر تبحر حاصل تھا اور آپ بیک وقت عالم اور صوفی تھے۔

● امام شافعی نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ لوگ میرے علم سے فائدہ اٹھائیں مگر نفع

اٹھانے کی نسبت میری طرف نہ ہو۔آپ نے فرمایا میں نے کبھی مناظرہ اس لئے نہیں کیا کہ مخالف کی خطا ظاہر ہو اور میں نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر میں نے پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو صواب کی توفیق دے اور میں نے جب بھی کسی سے مناظرہ کیا تو میں نے چاہا کہ حق ظاہر ہو جائے میری زبان پر یا دوسرے کی زبان پر۔

معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ فقہ اور مناظرہ کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے۔اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں نے چالیس سال سے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر ہر نماز کے بعد میں امام شافعیؒ کے لئے دعاء کرتا ہوں۔ایک دن امام احمد کے بیٹے نے عرض کیا امام شافعی میں کیا چیز تھی جس کے لئے آپ اتنی دعاء کرتے ہیں آپ نے فرمایا بیٹے امام شافعی دنیا کے لئے سورج کی طرح تھے اور لوگوں کے لئے عافیت تھے۔ (احیاء)

◄ فقہ کے اماموں کے فضائل سے ہمارا مقصد یہ پیغام دینا ہے کہ علماء شریعت کو علومِ آخرت میں بھی اپنے ائمہ کی تقلید اور اتباع کرنی چاہیئے ۔تفقہ اور تصوف کو جمع کرنا چاہیئے ۔ یہ واقعات علوم آخرت اور باطن کے سلسلہ میں نقل کئے اور علومِ دنیا اور شریعت کے تو آپ امام ہی تھے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) امام مالک رضی اللہ عنہ :

علماء آخرت میں خصوصاً پانچ صفات نمایاں ہوتی ہیں،عبادت،زہد،علمِ آخرت، فقہ اور رضاء الٰہی ۔امام مالک بھی علماء آخرت کی ان پانچ صفات کے ساتھ متصف تھے،یعنی عابد،زاہد،علومِ آخرت کے عالم،فقیہہِ دنیا اور آپ کی فقہ اور عمل سے مقصود بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی تھی۔

عبادت:

● آپ سے پوچھا گیا آپ طلب علم کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا بہت اچھا عمل ہے لیکن اس عمل کو لازم پکڑو جس نے صبح سے شام تک تمہیں لازم پکڑا ہوا ہے یعنی

تقویٰ اور عبادت:

● آپ ہمیشہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے صرف ایک دفعہ حج فرض کے ادا کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا۔سیّد الرسول ﷺ کے ریاض الجنۃ میں آپ کا مسند لگا ہوتا تھا ہمیشہ وہیں نماز ادا فرماتے اور نوافل ادا فرماتے اور تلاوت اور دیگر عبادتیں وہیں کرتے رہتے۔لوگ مسائل میں رجوع کرتے آپ ان کو جواب مرحمت فرماتے۔

● آپ علم دین اور قرآن وسنت کی تعظیم بہت زیادہ کرتے تھے۔جب آپ کو حدیث بیان کرنے کی ضرورت ہوتی تو تازہ وضو کرتے اور بستر پر آرام سے بیٹھتے اور خوشبو لگاتے ، کنگھا کرتے اور وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث بیان فرماتے آپ سے کہا گیا کہ آپ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں پسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں۔ (احیاء)

علم آخرت:

● آپ فرمایا کرتے علم نور ہے اللہ تعالیٰ جہاں چاہے اس کو رکھ دے علم کثرتِ روایت کا نام نہیں۔حدیث کا احترام اور علم کو نور کہنا آپ کی معرفت اور روحانیت پر دال ہے۔آپ کی عمل اور علم سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا دین میں جدال کوئی چیز نہیں۔امام شافعی فرماتے ہیں ایک دن میں امام مالک کے پاس حاضر ہوا آپ سے اڑتالیس (۴۸) مسئلے پوچھے گئے آپ نے بتیس (۳۲) مسئلوں میں فرمایا ''لا ادری'' یعنی مجھے ان کا علم نہیں ہے۔اگر آپ کی علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہوتی تو آپ کبھی

"لا ادری" نہ کہتے۔ (احیاء)

آپ مکرہ اور مجبور کی طلاق کے عدم وقوع میں ایک حدیث روایت کرتے تھے وقت کے خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کو اس حدیث کی روایت سے سخت منع کیا اور پھر ایک سائل کو بھیج دیا کہ جا کر مُکرَہ کی طلاق کے متعلق آپ سے پوچھو جب پوچھا گیا تو آپ نے وہی حدیث روایت فرمائی جب خلیفہ کو سائل نے جا کر بتایا تو خلیفہ نے آپ کو کوڑوں اور ڈنڈوں سے سزا دی لیکن آپ نے پھر بھی اس حدیث کی روایت ترک نہ فرمائی۔ (احیاء)

● آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص احادیث میں جھوٹ نہیں بولتا اُسے اللہ تعالیٰ ذہنی امراض سے محفوظ رکھے گا۔

آپ کا زہد:

● خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے پوچھا آپ کا ذاتی مکان ہے آپ نے فرمایا نہیں ہارون نے آپ کو تین ہزار دینار دیئے اور کہا اس رقم سے مکان خرید لو آپ نے دینار لے لئے لیکن خرچ نہیں فرمائے۔ ہارون رشید جب مدینہ منورہ سے واپس جانے لگا تو اس نے عرض کیا آپ ہمارے ساتھ شام چلیں ہم آپ کی تصنیف مؤطا لوگوں میں اس طرح پھیلائیں گے اور تقسیم کریں گے جس طرح حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید پھیلایا اور تقسیم فرمایا تھا۔ آپ نے جواب دیا مؤطا کے پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر شہر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ پہنچے ہیں اور لوگوں کو احادیث سنائی ہیں اس لئے ہر شہر میں حدیث کا علم موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ" ۔ میری اُمّت کا اختلاف رحمت ہے۔ لہٰذا ہر شہر میں اگر لوگوں میں علمی اختلاف موجود ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور فرمایا آپ کے ساتھ بھی نہیں جا سکتا، کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اَلْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ لَّهُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ" ۔ (بخاری اور مسلم) مدینہ

لوگوں کے لئے بہتر تھا اگر وہ جانتے۔'اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اَلْـمَـدِیْـنَـۃُ تَـنْفِیْ خُبْثَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِبْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ ''۔(بخاری اور مسلم) 'یعنی مدینہ منورہ اپنے اندر رہنے والوں سے خبیثوں کو یا ان کے خبث کو نکال دیتا ہے، جیسے بھٹی لوہے کے خبث کو نکال دیتی ہے۔اس لئے مدینہ منورہ سے باہر جانے سے معذرت چاہتا ہوں۔آپ نے خلیفہ سے فرمایا آپ کے عطا کردہ تین ہزار دینار یہ ہیں آپ واپس لے لیں یا نہ لیں لیکن میں مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔

● آپ کے پاس دنیا بھر سے ہدایا اور اموال بھیجے جاتے تھے آپ ان کو امور خیر میں خرچ فرمادیتے تھے۔آپ کا سخی ہونا زہد کی وجہ سے تھا کیونکہ زہد کا مفہوم یہ نہیں کہ مال نہ ہو بلکہ زہد یہ ہے کہ دل میں مال کی محبت اور حرص نہ ہو، دل مال سے فارغ ہو کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام رئیس الزہاد تھے اگر چہ دنیا بھر کے خزانے آپ کے مِلک میں تھے،اسی طرح حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما زاہد تھے باوجودیکہ اپنے دَور کے غنی ترین لوگ تھے۔زاہد ہونے کی وجہ یہی ہے کہ مال اور دولت کی دل میں محبت نہ ہو۔

● حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے امام مالک کے دروازہ پر خراسان سے ہدایا میں پہنچنے والے کافی تعداد میں بہترین گھوڑے بندھے دیکھے میں نے عرض کیا یہ گھوڑے کتنے خوبصورت ہیں آپ نے فرمایا اے ابوعبداللہ شافعی میری طرف سے یہ سارے گھوڑے آپ کے لئے ہدیہ ہیں لے جائیں امام شافعی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ایک گھوڑا آپ اپنی سواری کے لئے رکھ لیں آپ نے فرمایا نہیں مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ میں اس شہر میں گھوڑے پر سواری کروں اور وہ گھوڑا اپنے سُموں سے اس تربت کو روندے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں۔

● ایک مرتبہ ہارون الرشید نے عرض کیا حضرت آپ اگر کبھی کبھی ہمارے پاس تشریف لائیں تو ہمارے بچے آپ سے مؤطا سنیں اور پڑھیں گے۔ امام مالک نے جواب دیا، ”اَعَزَّکَ اللّٰہُ مَولَانَا الْاَمِیْرُ“ ۔اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے اے ہمارے امیر یہ علم آپ سے یعنی سادات سے نکلا ہے اگر آپ علم کو عزت دیں گے تو عزت ملے گی اگر آپ علم کو ذلیل کریں گے تو آپ کو ذلت ملے گی علم کے پاس آنا ہوتا ہے علم کسی کے پاس جاتا نہیں۔ ہارون نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا ہے آپ نے بچوں سے کہا تم لوگ مسجد میں جاؤ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر مؤطا سنو۔

چونکہ ہارون رشید مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے، ہارون نے مدینہ منورہ میں قیام کے ایام میں امام مالک سے عرض کیا کہ آپ ہماری قیام گاہ پر آ کر مؤطا سنایا کریں، تو امام مالک نے مذکورہ جواب دیا۔ مذکورہ واقعات بیان کرنے سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ امام مالک فقہ مالکی کے امام تھے مگر علوم آخرت کی وجہ سے علمِ باطن کے بھی عالم تھے۔

(۴) فضیلت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور آپ کا نسب احمد ابن محمد ابن حنبل ابن ہلال بغدادی ہے۔ شہرۃ احمد ابن حنبل کے نام کو حاصل ہے۔ آپ کی ولادت ۱۶۴ھ ربیع الاوّل میں ہے اور وفات ۲۴۱ھ میں ہے۔

● مہنی ابن یحییٰ فرماتے ہیں میں نے ابن عینیہ اور وکیع اور عبدالرزاق اور ضمرۃ اور دیگر علماء کو دیکھا مگر احمد ابن حنبل جیسا علم اور زہد اور تقویٰ اور دیگر صفاتِ کمال کا جامع میں نے نہیں دیکھا۔

● آپ فقہ کے امام تھے آپ کا طویل قد گندم نما رنگ نہایت خوبصورت چہرہ تھا۔ ابن

ذریع کہتے ہیں میں نے جب دیکھا تو وہ شیخ تھے اور داڑھی پر خضاب لگاتے تھے۔

آپ کا علم :

● حضرت ابو ذرعہ سے روایت ہے جس دن امام احمد بن حنبل کی وفات ہوئی آپ کی تصفیف شدہ کتب بارہ اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں۔

● حضرت ابراہیم حربی فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل کے لئے اللہ تعالیٰ نے اوّلین اور آخرین کا علم جمع فرمادیا تھا۔

عزت نفس:

● ایک بزرگ بیان کرتے ہیں میرے پاس امام احمد بن حنبل کے ہاتھ سے لکھی ایک کتاب تھی میں اُن سے ملنا چاہتا تھا میں نے انہیں مکہ مکرمہ میں کچھ دنوں سے نہیں دیکھا تھا مجھے بتایا گیا آپ محلّہ جیاد کے غار میں بنائے گئے ایک مکان میں قیام رکھتے ہیں۔ میں حاضر ہوا میں نے کہا سَلامٌ عَلَیک ، کیا اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، مگر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا اندر آجاؤ۔ میں داخل ہوا تو آپ نے پرانے چمڑے کے ٹکڑے سے اپنا ستر چھپایا ہوا تھا آپ کے بدن پر کپڑے نہیں تھے میں نے عرض کا آپ نے مجھے داخل ہونے سے کیوں روکا تھا، آپ نے فرمایا تاکہ ستر پوشی کرلوں، کیونکہ میرے کپڑے چوری ہوگئے ہیں میں بے لباس تھا اس چمڑا سے میں نے ستر پوشی کی ہے۔ شیخ کہتے ہیں میں اپنے گھر سے سو درہم لے آیا اور ہدیہ پیش کیا آپ نے قبول نہیں فرمایا، بطور قرض قبول کرنے کے لئے کہا گیا مگر انہوں نے بیس درہم تک بھی قبول نہیں کئے۔ میں نے عرض کیا حضور خودکشی جائز نہیں ہے، آپ نے فرمایا تم واپس جاؤ مگر تجھے معلوم ہے میرے پاس ابن عینیہ کی مرویات ہیں میں نے کہا جی ہاں آپ نے کہا آپ ایک ورقہ چند درہموں میں خرید لو میں نے ایک ورقہ خریدا اور آپ کو چند درہم دیئے آپ نے ان چند درہموں کے ساتھ دو

کپڑے خریدے اور اپنا لباس بنا کر پہنا۔

● آپ کی حیات میں خلق قرآن کا مسئلہ سلطنت عباسی کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ سلطانی اور درباری علماء میں سے احمد ابن ابی داؤد اور ابن سماعہ وغیرہا مامون عباسی خلیفہ پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کا قول یہ تھا کہ قرآن کلام اللہ اور مخلوق ہے اور حضرت احمد بن حنبل اور علماء حقہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن کلام اللہ غیر مخلوق اور قدیم ہے۔ درحقیقت یہ نزاع لفظی تھا، اگرچہ اس تنازع میں علماء سوء کے فتنہ کی وجہ سے علماء حق کو سخت تکالیف پہنچیں اور کافی جانیں چلی گئیں۔ جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں تحریر فرمایا ہے، یعنی کلام اللہ کی دو قسمیں ہیں، کلام نفسی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور اس کی ذات کی صفت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ متکلم ہے، اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یہ غیر مخلوق اور قدیم ہے۔ دوم کلام لفظی جو ہماری زبانوں پر جاری ہے اور قاری کا تلفظ ہے یہ کلام قاری کی صفت اور عمل ہے اور مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''**خلقکم وما تعملون**''۔

● خلق قرآن کے مسئلہ میں مامون اور معتصم باللہ معتزلی نے علماء پر تشدد کر کے اپنے قول کے مطابق قول کرنے پر علماء کو مجبور کیا اور خلق قرآن کے منکر کو بے شمار تکلیفیں دیں، حتّٰی کہ علماء کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس امتحان میں وقت کے بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے خلق قرآن کے فتویٰ کی تصدیق کر دی تھی، مگر دل سے وہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔ ان کا مؤقف یہ تھا کہ اکراہ کے وقت جب کفر کے اظہار کی رخصت ہے تو خلق قرآن کے مسئلہ میں بھی ہلاکت اور شدائد سے بچنے کے لئے معتزلہ کے فتویٰ کی تصدیق جائز ہے۔ مگر امام احمد بن حنبل اور تین دوسرے علماء حسن بن حماد محمد ابن نوح اور قواریری عزیمت پر قائم رہے اور تکلیفیں برداشت کیں۔ مگر بعد میں قواریری اور حسن بن حماد نے بھی خلق قرآن کے قول کی تائید کر دی۔ حضرت یحییٰ بن معین اور حضرت بشر حافی جیسے علماء اور صوفیاء نے بھی دستخط

کر دیئے تھے۔ (اعلام النبلاء۔ص:۴۴۷)

● محمود ابن مصعب عابد کہا کرتے تھے، ''لَسَوطُ ضَرْبَةِ اَحْمد ابن حنبل فی اللّٰہ اکبر من ایام بشر ابن الحارث حافی'' ۔ 'حضرت احمد ابن حنبل کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں، ایک کوڑے کی ایک ضرب کا ثواب حضرت بشر بن حارث حافی کی ساری زندگی کی عبادات سے زیادہ ہے۔' (اعلام النبلاء۔ص:۴۴۹)

امام احمد بن حنبل کا زہد:

● صالح بن احمد آپ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ واثق باللہ کی حکومت کے زمانہ میں میں اپنے والد کے پاس حاضر ہوا ان دنوں تنگدستی اتنی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ آپ عصر کی نماز کے لئے چلے گئے، آپ کے پاس ایک پُرانی گودڑی تھی جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے، اس کے نیچے ایک خط پڑا ملا میں نے پڑھا تو اس میں خلیفہ واثق کی طرف سے لکھا گیا تھا کہ، 'اے احمد بن حنبل مجھے آپ کی تنگدستی اور آپ کے اوپر دیون کا علم ہوا میں فُلاں آدمی کے ہاتھ چار ہزار درہم بھیج رہا ہوں یہ پیسے صدقہ اور زکوٰۃ کے نہیں ہیں بلکہ یہ مجھے وراثت میں ملے تھے آپ قبول فرمالیں۔ حضرت صالح کہتے ہیں جب آپ نماز سے واپس آئے تو میں نے عرض کیا حضرت یہ خط کیسا ہے؟ آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور فرمانے لگے میں نے یہ خط تجھ سے چھپا رکھا تھا پھر فرمایا اس کا جواب لکھو۔ آپ نے جواب لکھوایا، 'اے واثق آپ کا خط مل گیا ہم عافیت میں ہیں مگر دین ایک ایسے آدمی کا ہے جو جلدی مطالبہ نہیں کرے گا اور میرے گھر والے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ہیں، آپ کی رقم کی ضرورت نہیں ہے۔' آپ نے خط کے جواب کے ساتھ پیسے واپس کر دیئے۔

● احمد ابن سنان کہتے ہیں کہ حضرت امام احمد اپنی جوتی خباز کے پاس رہن رکھ کر روٹیاں لیتے تھے اور جب یمن سے واپس آنے لگے تو زادِ سفر کے لئے آپ نے اونٹ بانوں کے

پاس اجرت پر کام کیا اور زادِ سفر بنایا۔

● آپ کے بیٹے صالح فرماتے ہیں میں نے آپ سے عرض کیا احمد دورقی نے ایک ہزار دینار بھیجے ہیں۔آپ نے فرمایا،"وَ رِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی" ۔(تیرے ربّ کا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔)

● حضرت صالح کہتے ہیں میں نے آپ کو بارہا دیکھا آپ روٹی کے خشک ٹکڑے اٹھا کر ان سے غبار صاف کرتے تھے ان کو پیالے میں ڈالتے تھے اور ان پر پانی ڈال کر نمک کے ساتھ کھا لیتے تھے۔

● آپ کے بیٹے صالح فرماتے ہیں آپ وضو کے لئے خود پانی لے لیتے تھے کسی کو بلا کر نہیں منگواتے تھے۔ جب میں بیمار ہو جاتا آپ پیالے میں پانی پر کچھ پڑھتے اور مجھے فرماتے اسے پی لو اور اس سے ہاتھ اور چہرہ دھولو۔

● آپ اپنی ٹوپی خود سی لیتے تھے کبھی کبھی کلہاڑا لے کر لکڑیاں کاٹ کر لے آتے تھے، سبزی فروش سے سبزی وغیرہ لے کر خود اٹھا کر لے آتے تھے۔

● آپ کے صاحبزادے حضرت صالح بیان کرتے ہیں آپ گھر کی صفائی خود فرما لیتے تھے صفائی کے دوران آپ کا وظیفہ "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ" ہوتا تھا۔

آپ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربت:

● حضرت مَرْوَزِیْ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے عرض کیا آپ کو دعوت دینے اور دعاء کرنے والوں کی کثرت نہایت تعجب انگیز ہے آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ یہ استدراج نہ ہو میں نے عرض کیا ایک آدمی طرطوس سے یہاں پہنچا ہے اس نے کہا ہم رومی بلاد کے جہاد میں مشغول تھے جب رات ہوگئی لوگ بآواز بلند دعاؤں میں مصروف ہوئے اور میں ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو مدد کے لئے پکارتا تھا اور ان کی طرف سے منجنیق سے

کافروں پر پتھر پھینکتا تھا ایک کافر فوجی قلعہ کے اوپر لوہے کی ڈھال بنا کر بیٹھا ہوا تھا میں نے ابی عبداللہ کا نام لے کر اس فوجی کو نشانہ بنایا تو اس کی ڈھال اور سر دور جا گرا اس بات پر احمد بن حنبل کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمانے لگے کاش یہ استدراج نہ ہو میں نے عرض کیا ہر گز نہیں ۔

● حضرت عباس دُوَرِیُ بیان کرتے ہیں علی بن ابی فزارۃ ہمارا پڑوسی تھا اس کی ماں بیس سال سے ٹانگوں سے معذور تھی ، وہ کہتے ہیں ایک دن میری ماں نے مجھے کہا بیٹے احمد بن حنبل کے پاس جاؤ اور میرے لئے دعاء کراؤ۔ میں آپ کے پاس حاضر ہوا آپ اپنے دروازہ کی گیلری میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے مجھ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا میں ایک مریض ماں کا بیٹا ہوں مجھے ٹانگوں سے معذور ماں نے آپ سے دعاء کرانے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ ناراض ہو کر فرمانے لگے ہم آپ کی ماں کی دعاء کے زیادہ محتاج ہیں۔ علی کہتا ہے آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور میں واپس لوٹنے لگا تو آپ کے گھر سے ایک بوڑھی عورت نکلی اور مجھے کہنے لگی ، انہوں نے گھر آ کر آپ کی ماں کے لئے دعاء شروع کر دی ہے۔ علی بن فزارہ کہتے ہیں میں جب اپنے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو میری ماں دروازہ کھولنے کے لئے چل کر آئی۔ آپ کی دعاء سے میری ماں کو اللہ تعالیٰ نے شِفاء عطا فرمائی۔

آپ کے بعض آداب کا ذکر:

● آپ کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں سے ایک بال مبارک لے کر اپنے ہونٹوں پر رکھ کر اسے بار بار چومتے تھے اور میں نے دیکھا کبھی کبھی بال مبارک اپنی آنکھوں پر رکھ لیتے تھے اور کبھی بال مبارک پانی میں ڈال کر اس پانی کو شِفاء حاصل کرنے کے لئے پیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا جناب رسول اللہ ﷺ کے پیالہ میں پانی پیا کرتے تھے اور آپ آبِ زم زم کے

ساتھ بھی شفاء حاصل کرتے تھے اور آبِ زم زم کے پانی سے ہاتھ بھگو کر چہرہ اور ہاتھوں پر مَل لیتے تھے۔ (اعلام النبلاء)

● آپ کی صاحبزادے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو جناب رسول اللہ ﷺ کے منبر اور حجرہ مبارک کو مَس کر کے تبرک حاصل کرتا ہے کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا، ''لَااَرٰی بِذَالِکَ بَأْساً اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکُمْ مِنْ رَأیِ الْخَوَارِجِ وَ مِنَ الْبِدَعِ''۔(اعلام النبلاء ص:۴۵۷)۔(ترجمہ)''میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بدع اور خوارج کی رائے سے پناہ عطا فرمائے۔''

● حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں میں نے کوئی حدیث نہیں لکھی مگر میں نے اس پر عمل کیا ہے حتّٰی کہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابوطیبہ حجام کو ایک دینار عطا فرمایا تھا تو میں نے بھی اپنے حجام کو ایک دینار عطا کیا۔

● حضرت یحیٰ بن معین کہتے ہیں امام احمد بن حنبل کے ساتھ پچاس سال میری صحبت رہی مگر انہوں نے ہمارے اوپر کسی اپنی صفت کمال اور خیر کا فخر نہیں کیا۔

● آپ روزانہ قرآن مجید کا ساتواں حصہ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے آپ کے مصائب کا ذکر:

● مامون رشید کے دَور میں خلق قرآن کا مسئلہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) احمد بن ابی داؤد معتزلی اور ان کے ساتھی علماء کی تحریک سے سلطنت رشیدیہ کا اہم ترین مسئلہ بن گیا تھا۔ مامون الرشید کے بعد معتصم باللہ اور معتصم کے بعد واثق باللہ تک یہ مسئلہ قائم رہا اور واثق کے بعد متوکل کے دورِ سلطنت میں یہ مسئلہ ختم ہو گیا اور امام احمد بن حنبلؒ کی تعظیم اور توقیر بحال ہو گئی۔

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دَورِ خلافت میں لوگ ایک امت اور

جماعت تھے۔ جب حضرت عمرؓ کی شہادت سے امن کے دروازے کا تالا توڑ کر دروازہ توڑ دیا گیا تو باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا پھر جمل کی جنگ اور صفین کی جنگ کا صدمہ پہنچا پھر خوارج کا ظہور ہوا جنھوں نے صحابہ کرام کو کافر کہنا شروع کیا پھر رافضی اور ناصبی ظاہر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ کے آخری زمانہ میں قدریہ پھر بصرہ میں معتزلہ ظاہر ہو گئے اور تابعین کے زمانہ میں جہمیہ اور مجسمہ خراسان میں ظاہر ہوئے۔ تاہم پھر بھی ۲۰۰ھ کے بعد تک اہل سنت والجماعت کے لوگ غالب تھے اور انہی کی اکثریت رہی پھر خلافت مامون رشید تک پہنچی مامون نہایت ذہین اور متکلم تھا اس نے یونانی حکمت کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا مگر اسی کے دور میں جہمیہ اور معتزلہ اور شیعوں کو تقویت ملی حتیٰ کہ اس نے خلق قرآن کے مسئلہ پر لوگوں کو امتحان میں ڈالا۔ اس وقت کے علماء اور صوفیاء نے اکراہ میں رخصت کا سہارہ لیتے ہوئے اس کی تائید کر دی مگر چار آدمی حضرت امام احمد بن حنبل اور محمد ابن نوح اور قواریری اور حسن بن حماد نے خلق قرآن میں خلیفہ کی تائید نہیں کی۔ پھر قواریری اور حسن نے بھی تائید کر دی، صرف امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔

مامون رشید رومیوں کے ساتھ جنگ کی وجہ سے طرطوس چلا گیا اور بغداد کے گورنر کو خط لکھا کہ تمام علماء کو اکٹھا کر کے سب سے خلق قرآن کے قول کی تائید کرائی جائے جو علماء تائید کر دیں انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے وظائف جاری رکھے جائیں اور جو علماء انکار کریں اُن سے سختی سے نمٹا جائے۔ چنانچہ بغداد کے گورنر اسحاق بن ابراہیم نے تمام علماء کو جمع کیا سب نے اکراہ کی وجہ سے تائید کر دی مگر امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نے تائید سے انکار کر دیا۔ مامون کے حکم سے ان دونوں کو زنجیروں میں باندھ کر ایک اونٹ پر سوار کر کے خلیفہ مامون کے پاس طرطوس روانہ کر دیا گیا۔ امام احمد بن حنبل نے

بیان فرمایا کہ مجھے راستہ میں رات کی تاریکی میں ایک آدمی ملا اس نے پوچھا احمد کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں، اس نے مجھے کہا آپ فکر نہ کریں اگر آپ کو قتل کیا گیا تو آپ کو جنت ملے گی، پھر اسی شخص نے کہا میں تجھے اللہ تعالیٰ کی امان میں دیتا ہوں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آدمی بنام جابر بن عامر عرب سے تعلق رکھتے ہیں اور نہایت صالح آدمی ہیں۔

(اعلام النبلاء۔ص:۴۷۳)

● امام احمد بن حنبل کے بیٹے بیان فرماتے ہیں جب ہم مامون کے لشکر کے قریب پہنچے اور ایک جگہ قیام کیا، تو مامون کا ایک خادم آنسو کپڑے سے صاف کرتے ہوئے ہمارے پاس پہنچا اور کہنے لگا مامون نے تلوار ننگی کر رکھی ہے جبکہ پہلے کبھی ایسا نہیں کیا تھا اور اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی قسم کھالی ہے کہ اگر آپ نے خلق قرآن کے قول میں اس کی تائید نہ کی تو وہ اس تلوار سے آپ کا سر اُڑا دے گا۔ آپ کا بیٹا بیان کرتا ہے کہ امام احمد اسی وقت اپنے گھٹنوں پر دوزانو گر گئے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ عرض کیا:

”يَا سَيِّدِیْ غَرَّ حِلْمُکَ هٰذَا الْفَاجِرَ حَتّٰى تَجْرَءَ عَلٰى اَوْلِيَاءِ کَ بِالضَّرْبِ وَ الْقَتْلِ اَللّٰهُمَّ فَاِنْ يَكُنِ الْقُرْاٰنُ كَلَامَکَ غَيْرَ مَخْلُوْقٍ فَاكْفِنَا مَؤُنَتَه‘ قَالَ فَجَاءَ الصَّرِيْخُ بِمَوْتِ الْمَامُوْنِ فِى الثُّلُثِ الْاٰخِيْرِ مِنَ اللَّيْلِ“

● اور ایک روایت میں ہے، آپ نے یہ دعاء فرمائی:

”اَللّٰهُمَّ لَا يَرَانِیْ وَلَا اَرَاهُ“

(ترجمہ) ”اے میرے سردار الٰہی تیرے حلم اور حوصلہ نے اس فاجر مامون کو غرور میں ڈال دیا ہے حتّٰی کہ وہ تیرے اولیاء کے ضرب اور قتل کرنے کی جرأت پر اُتر آیا ہے۔ اے اللہ اگر قرآن تیری کلام غیر مخلوق ہے تو اس مامون کی مؤنت اور ظلم سے ہماری کفایت فرما۔“

راوی کہتا ہے، آپ نے یہ لفظ بھی کہے، ''یا اللہ مجھے وہ نہ دیکھے اور میں اُسے نہ دیکھوں''۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا رات کے آخری تہائی میں اچانک اس کی چیخ نکلی اور وہ مر گیا۔''
اس طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی دعاء قبول ہوئی۔

● آپ فرمایا کرتے تھے میری دو دعائیں واضح طور پر قبول ہوئیں۔ میں نے دعاء کی اللہ تعالیٰ مجھے اور مامون کو جمع نہ کرے اور میں نے دعاء کی کہ اللہ کرے میں متوکل کو نہ دیکھوں۔ مامون طرطوس کے قریب بذندون شہر میں میرے پہنچنے سے پہلے مر گیا اور متوکل نے تو مجھے دیکھا لیکن میں نے متوکل کو نہیں دیکھا۔ وہ اس طرح کہ مامون کی موت کی وجہ سے امام احمد واپس بغداد پہنچائے گئے تھے اور مامون کے بعد معتصم اور معتصم کے بعد واثق فوت ہو گیا اور متوکل امیر المؤمنین مقرر ہوا اور متوکل نے معتزلی علماء اور خلق قرآن کے قائلین کو نہایت بے دردی سے ختم کیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ متوکل امام احمد کا معتقد ہو گیا۔ متوکل کی ماں نے خواہش کی کہ میں امام احمد کو دیکھنا چاہتی ہوں متوکل نے اپنے بیٹے معتز باللہ کی تعلیم اور تبرک حاصل کرنے کے بہانہ سے امام احمد کو مکتب میں بلایا، آپ تشریف لائے تو برآمدہ کی چھت پر بیٹھ کر متوکل اور اس کی ماں حضرت امام احمد کو دیکھتے رہے مگر امام احمد نے ان کو نہ دیکھا اور آپ کی یہ دعاء بھی قبول ہوئی۔

● مامون کی موت کے بعد معتصم باللہ خلیفہ مقرر ہوا اور یہ اپنے آباء کے قول کے مطابق خلق قرآن کا قائل تھا اور اس نے بھی علماء کو اس قول پر مجبور کیا جب امام احمد اور محمد بن نوح کو مامون کی موت کے بعد واپس لایا جا رہا تھا تو محمد بن نوح راستہ میں فوت ہو گئے اب صرف قرآن غیر مخلوق کے قول پر اعلانیہ قائم رہنے والا ایک ہی شخص امام احمد بن حنبل رہ گیا تھا۔

● امام احمد بن حنبل کے مخالفین کا رئیس اور معتزلہ کا امام احمد بن ابی داؤد اُس وقت قاضی القضاۃ کے منصب پر متمکن تھا جب احمد بن حنبل کے ساتھ مناظرہ ہوتا تھا تو معتصم خود

مناظرہ میں موجود ہوتا تھا مگر جب معتزلی علماء جواب نہ دے سکتے تو معتصم بجائے اس کے کہ حق کا اعتراف کرتا، سختی پر اتر آتا تھا۔

● امام احمد بن حنبل بیان فرماتے ہیں مجھے زنجیروں میں باندھ کر ایک وقت زمین پر گھسیٹا گیا، میری قمیص سے جناب رسول اکرم ﷺ کا بال مبارک چھین لینے کی کوشش کی گئی مگر اس وقت معتصم نے منع کر دیا۔ امام احمد فرماتے ہیں معتصم دھوپ میں کرسی پر بیٹھ گیا اور عُقابین اور کوڑے منگوا لئے۔ عُقابین دو لکڑیاں تھیں جن سے معتوب آدمی کے چمڑہ کو چیرا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں جب میرے اوپر عقابین باندھی گئیں اور ان کو کسا گیا تو مجھے ہوش نہ رہی پھر ہوش آئی تو معتصم نے جلادوں کو بلایا اور کوڑے مروائے ایک ایک جلاد کے ذمہ تھا کہ پوری قوت سے دو، دو کوڑے سختی کے ساتھ لگائیں۔ اس دن سترہ کوڑے لگائے گئے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے کوڑوں کے دوران معتصم کے لوگ بار بار کہتے اے امام احمد سلطان دھوپ میں بیٹھا ہوا ہے تم سلطان کی بات مان لو مگر میں کہتا تھا قرآن اور سنت سے مجھے قائل کرو ورنہ میری جان بھی چلی جائے تو میں اپنے قول سے انحراف نہیں کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کوڑے مارتے وقت بعض مرتبہ میری عقل چلی جاتی تو جلاد رک جاتے جب ہوش آتا تو دوبارہ مارنا شروع کر دیتے۔ مجھے اسی دوران پینے کے لئے ستو پیش کئے گئے، میں نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ پھر مجھے بغداد کے گورنر اسحاق بن ابراہیم کے گھر لایا گیا ظہر کا وقت ہو گیا، ابن سماعۃ معتزلی نے نماز پڑھائی میں نے زنجیروں میں اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ ابن سماعۃ نے کہا تو نے نماز پڑھ لی حالانکہ تیرا خون تیرے کپڑوں میں بہہ رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے جواب دیا، ''صَلّٰی عُمَرُ وَ جُرْحُہٗ یَثْعَبُ دَماً''۔ عمرؓ نے نماز پڑھی اور اُن کے زخم سے خون اُبل رہا تھا۔ آپ فرماتے ہیں تقریباً اٹھائیس ماہ جیل میں رہا اور میرے اوپر گاہے گاہے تشدد ہوتا رہتا تھا، اور کوڑے لگتے رہتے تھے۔

● میمون ابن اصبغ بیان کرتے ہیں کہ میں بغداد میں امام احمد کے امتحان کے ایام میں ایک دن موجود تھا میں رشوت دے کر اس مجلس تک پہنچ گیا جس میں امام احمد کو کوڑے لگائے جانے تھے ہر طرف سے ننگی تلواریں لہرا رہی تھیں اور نیزے اٹھائے گئے تھے میں سیاہ جُبّہ اور منطقہ اور تلوار کے ساتھ وہاں جا پہنچا جہاں سے امام کی آواز سنائی دے سکتی تھی۔ امیر المؤمنین معتصم کرسی پر بیٹھ گیا امام احمد کو زنجیروں میں جکڑ کرلایا گیا معتصم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیکر امام احمد سے کہا میں تجھے ضرور کوڑے لگواؤں گا یا تو وہ قول کر جو میں کرتا ہوں، امام احمد نے انکار کر دیا۔ پھر جلاد سے کہا اسے پکڑ و اور اسے کوڑے مارو جب جلاد نے پہلا کوڑا مارا تو امام احمد نے کہا **بسم اللّٰہ**، جب اس نے دوسرا کوڑا مارا تو آپ نے فرمایا **لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ**، جب جلاد نے تیسرا کوڑا مارا تو آپ نے فرمایا، '**القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق**' اور جب چوتھا کوڑا مارا تو آپ نے پڑھا، ''**قُلْ لَنْ یُصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا**'' (التوبہ۔۵۱) اسی طرح آپ کو اس دن انتیس کوڑے مارے گئے، آپ کا ازار بند اسی دوران ٹوٹ گیا اور آپ کی شلوار نیچے ہونے لگی، میں نے سمجھا ابھی آپ کا ستر ننگا ہو جائے گا اسی لمحے آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ہونٹوں کو حرکت دی تو اچانک آپ کی شلوار اپنی جگہ پر آ کے رک گئی اور ستر نہیں کھلا میں سات دن کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچا میں نے عرض کیا حضور آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کچھ پڑھا تو شلوار اوپر ہو کر رک گئی وہ کیا تھا آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا **اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الَّذِیْ مَلَاءْتَ بِہِ الْعَرْشَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الصَّوَابِ فَلَا تَھْتَکْ لِیْ سِتْرًا**''۔ ''اے اللہ میں تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ تو نے

عرش کو بھر دیا اگر تیرے علم میں میں حق پر ہوں تو میرے ستر پر پردہ کو نہ پھاڑ اور مجھے رسوا نہ کر' اور ایک روایت میں ہے آپ نے یہ الفاظ ادا کئے تھے، ''اِلٰھِی وَ سَیِّدِیُ وَ قَفُتَنِیُ ھٰذَا الُمَوُقِفَ فَتَھُتَکُنِیُ عَلٰی رُؤُوُسِ الُخَلَائِقِ''۔(اعلام النبلاء۔۴۸۴) 'اے میرے اللہ اور سید تو نے مجھے اس جگہ کھڑا کیا ہے پس تو خلق کے سامنے میرے ستر کو ننگا نہ فرما' اور ایک روایت میں ہے آپ نے ان الفاظ کے ساتھ دعاء فرمائی، ''یَا مَنُ لَا یَعُلَمُ الُعَرُشَ مِنُہُ اَیُنَ ھُوَ اِلَّا ھُوَ اِنُ کُنُتُ عَلَی الُحَقِّ فَلَا تُبُدِ عَوُرَتِیُ'' ۔'اے وہ ذات جس کی طرف سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کا عرش کہاں ہے مگر وہ خود جانتا ہے اگر میں حق پر ہوں تو میرا ستر ظاہر نہ فرما'

● امام احمد کی تین دعاؤں کا ذکر کر دیا ہے اور قارئین اور نہایت پریشانی کی حالت میں دعاء کرنے والوں کے لئے لکھ دی ہیں مناسب ہے کہ آدمی تینوں روایات کے الفاظ سے دعاء کرے انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔

● جب آپ جیل سے گھر واپس بھیج دیئے گئے معالج لایا گیا تو اس نے اندازہ لگایا کہ آپ کے جسم پر ایک ہزار کوڑوں کے نشانات ہیں اور اتنے سخت مارے گئے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی آپ کے زخموں میں طویل گہرے سوراخ ہو گئے تھے بعض جگہ چھری سے گوشت کے لوتھڑوں کو کاٹا گیا اور آپ کا علاج کیا گیا مگر آپ کے دونوں انگوٹھے ہمیشہ درد کرتے رہتے تھے۔

● حضرت امام علیہ الرحمۃ کے بیٹے ذکر کرتے ہیں آپ کی اعانت اور مدد نہ کرنے والوں میں سے ایک آدمی نے آپ سے معافی طلب کی تو آپ نے تبسّم فرمایا اور فرمایا میں نے کوڑے مارنے والوں کو معاف کر دیا ہے پھر فرمایا میں جب تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچا، ''فَمَنُ عَفَا وَ اَصُلَحَ فَاَجُرُہٗ عَلَی اللّٰہِ''(سورۃ شوریٰ۔آیت:۴۰)۔'پس

جس شخص نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔' تو اس کی تفسیر میں درج ذیل حدیث دیکھی۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تمام اُمتیں اللہ ربّ العالمین کے سامنے دوزانوں بیٹھی جمع ہوں گی، آواز دی جائے گی وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اس وقت کوئی شخص کھڑا نہیں ہوگا مگر وہ جس نے کسی کو معاف کر دیا تھا۔ حضرت امام علیہ الرحمۃ نے فرمایا اسی لئے میں نے تجھے اور فوت ہو جانے والے لوگوں کو معاف کر دیا ہے پھر فرمایا آدمی کے لے کیا فائدہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک پر عذاب کرے۔

● احمد ابن سنان سے روایت ہے کہ آپ نے معتصم کو بھی عموریہ کی فتح کے دن معاف فرما دیا تھا۔

● ایک روایت میں ہے آپ فرمایا کرتے تھے میں نے سب کو معاف کر دیا مگر خلق قرآن کے قائل بدعتی علماء کو معاف نہیں کیا۔ اور فرمایا میں نے معتصم کو بھی معاف کر دیا کیونکہ میں نے قرآن مجید میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ''وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ''(سورۃ نور۔۲۲) 'اور ضرور یہ وہ معاف کریں اور ضرور درگذر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔'

جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے الزام اور تہمت میں ملوث مسطح بن اثاثہ کے متعلق حکم دیا تھا کہ وہ مسطح کو معاف کر دیں تو ابو بکر نے معاف کر دیا تھا۔ امام احمد فرمانے لگے میں نے بھی سب کو معاف کر دیا ہے۔

● معتصم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ خلیفہ مقرر ہوا تو واثق بھی احمد ابن ابی داؤد اور اس کے ساتھی مُعتزلی علماء کی گرفت میں رہا مگر زیادہ سختی نہ رہی۔ امام احمد بن حنبل جمعہ کی نماز معتزلی امام کے پیچھے پڑھا کرتے مگر نماز کا اعادہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے نماز جمعہ کی

فضیلت کی وجہ سے ان کے پیچھے جمعہ پڑھ لیتا ہوں مگر ایسے بدعتی کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ کرتا ہوں۔

● واثق باللہ کی وفات کے بعد متوکل علی اللہ امیر المؤمنین اور سلطان مقرر ہوا۔ اس نے متروکہ سنتوں کو زندہ کیا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں معتزلی علماء کی حوصلہ شکنی کی۔ الحمدللہ۔ متوکل کے زمانہ میں امام احمد نے دوبارہ درس وتدریس کا کام شروع کر دیا۔ متوکل آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔

لطیفہ:

محمد بن وہب بیان کرتے ہیں میں متوکل کا استاذ تھا۔ جب متوکل والی سلطنت بنا مجھے اپنے قریب رکھا اور مجھ سے مسائل پوچھا کرتا تھا۔ ایک دن خواص کی مجلس میں شیشہ اور گلاس سے بنائے گئے کمرہ میں اجلاس بلایا اس کمرہ کی دیواریں اور چھت اور فرش اور زمین شیشہ کی تھی اور اس کے نیچے پانی بہتا تھا۔ اس کمرے میں بیٹھنے والا شخص ایسا محسوس کرتا تھا جس طرح وہ پانی میں بیٹھا ہوا ہے۔ متوکل کے خاص وزراء فتح ابن خاقان اور عبید اللہ ابن یحییٰ اور بنا الکبیر اور ایک خادم موجود تھا اور میں محمد ابن وہب اس کے ساتھ کھڑا تھا، متوکل زور سے ہنس کر کہنے لگا مجھ سے ہنسنے کا سبب کیوں نہیں پوچھتے؟ ہم نے سبب پوچھا، متوکل کہنے لگا ایک دن واثق کے زمانہ میں اسی کمرہ میں خواص بیٹھے تھے اور میں اسی جگہ کھڑا تھا جس جگہ محمد ابن وہب کھڑا ہے۔ واثق کے پاس احمد ابن ابی داؤد قاضی القضاۃ معتزلی اور ابن الزیات وزیر اور اسحاق بن ابراہیم بغداد کا امیر موجود تھے۔

واثق نے بات شروع کی کہ میں نے خلق قرآن کے مسئلہ میں غور کیا کہ ہم نے جب لوگوں کو خلق قرآن کے قول کرنے کی دعوت دی، تو جن علماء اور خواص نے ہماری بات کو قبول کیا وہ لوگ ہیں جو دولت اور حکومت کے عہدوں کے طالب اور لالچی ہیں اور جن

لوگوں نے انکار کیا انہیں تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے خوف نے اس کے قول سے روکا ہوا ہے۔ اس لئے مجھے خلق قرآن کے مسئلہ میں شک پڑ گیا اس لئے میں نے اس مسئلہ کے ترک کا ارادہ کرلیا ہے۔ احمد ابن ابی داؤد فوراً بولا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس دین کو زندہ کیا گیا اور جس سنت کا احیاء ہوا تو اس کو ختم کرنا چاہتا ہے؟ تھوڑی دیر خاموشی چھا گئی، واثق نے کہا اگر تم لوگ سچ کہتے ہو تو میرے ساتھ مباہلہ کرو اور قسمیں اٹھاؤ۔ چنانچہ سب نے کہا ٹھیک ہے۔ اس پر احمد ابن ابی داؤد نے کہا اگر خلق قرآن کا قول حق نہ ہو تو مجھے فالج ہو جائے۔ ابن الزیات نے کہا اگر یہ قول حق نہ ہو تو میرے جسم کو لوہے کی میخوں سے چھلنی کیا جائے۔ اسحاق بن ابراہیم نے کہا اگر یہ قول حق نہ ہو تو میرا جسم بدبودار ہو جائے اور نجاح نے کہا اگر یہ قول حق نہ ہو تو نہایت تنگ جگہ اللہ تعالیٰ مجھے قتل کرادے اور ایتاخ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ غرق کردے اگر یہ قول حق نہ ہو اور واثق نے کہا اگر خلق قرآن کا قول حق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو آگ میں جلائے۔ متوکل کہنے لگا میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ اسی کمرہ میں ان لوگوں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا وہ ان کو مل گیا۔ اور خلق قرآن کے مسئلہ میں ان کا کذب ظاہر ہو گیا۔ احمد بن ابی داؤد کو فالج ہوا تھا، چار سال نہایت اذیت میں رہ کر اس دنیا سے چل بسا۔ اور ابن زیات وزیر کو میں نے لوہے کے تنور میں بٹھایا اور اس کے جسم میں لوہے کی میخیں پیوست کرائیں اور اسحاق بن ابراہیم کو بیماری میں ایسا بدبودار پسینہ شروع ہوا کہ اس کے دوست بھی اس سے دور بھاگ گئے اور نجاح کو میں نے اس طرح سزا دی کہ میں نے ایک گز X دو گز کا کمرہ بنایا اور اس میں اُسے بند کر دیا حتّٰی کہ اسی میں وہ مر گیا۔ اور ایتاخ کو اسحاق بن ابراہیم نے میرے حکم سے غرق کرادیا۔ اور واثق عورتوں سے مباشرت کو بہت پسند کرتا تھا۔ اُس نے اپنے معالج مخائیل سے کہا مجھے قوت باہ کی دوا بنا کر دو۔ مخائیل نے کہا آپ کے جسم کے لئے دوا مناسب نہیں ہے۔ واثق نے کہا مجھے ضرور چاہیئے، اس

وقت وہ ایک خوبصورت کنیز کی دو ٹانگوں میں بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا کون شخص ایسی حسینہ سے صبر کر سکتا ہے؟۔تب معالج نے کہا، شیر کا گوشت ایک رطل پرانے شراب کے سرکہ میں سات مرتبہ جوش دے کر رکھ لیا جائے، جب تو مباشرت شروع کرنا چاہے اس گوشت سے تین درہم کے وزن کے برابر کھالے، تمہیں اپنی خواہش کے مطابق مطلوب حاصل ہوگا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کرالیا اور مجامعت کے وقت تین درہم کے وزن (تقریباً دس ماشہ) کے برابر دوا کھالی، مگر اس دوا سے اسے شدید پیاس لگی، حد سے زیادہ پانی پی لیا، مگر دواء کے امساک کی وجہ سے اس کے پیٹ میں پانی بھر گیا، اور پیشاب کی نالی سے خارج نہ ہوسکا، پیٹ پھٹ جانے کا اندیشہ ہوا تو پانی خارج کرنے کے لئے اطباء نے تجویز کیا کہ زیتون کی لکڑی سے تنور میں آگ جلا کر تنور کو انگاروں سے بھر دیا جائے پھر انگاروں کو نکال کر اس تنور کو تازہ گھاس سے بھر دیا جائے اور اس گھاس میں واثق کو تین ساعت تک بٹھایا جائے اگر پانی طلب کرے تو پانی نہ دیا جائے، پھر اسے نکالا جائے اسے شدید درد محسوس ہوگا، پھر دو ساعت کے بعد دوبارہ یہ عمل کیا جائے تو پیٹ کا پانی پیشاب کے راستوں سے خارج ہو جائے گا۔ چنانچہ واثق کو حسبِ ترکیب تنور میں بٹھایا گیا وہ چیختا چلاّ تا رہا اور پانی مانگتا رہا مگر اسے پانی نہ دیا گیا اس کے بدن پر بڑے بڑے چھالے پڑ گئے۔ پھر اُسے نکالا گیا جب اُسے باہر کی ہوا لگتی تھی اسے درد زیادہ ہو جاتا تھا پیاس اور شدتِ درد کی وجہ سے بیل کی طرح خراٹے لیتا تھا پھر کہتا تھا مجھے تنور میں بٹھاؤ، پھر اُسے تنور میں بٹھایا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کے چھالے بہہ پڑے اور اس کی چیخیں کم ہو گئیں مگر اس کا جسم جل کر سیاہ ہو گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ (اعلام النبلاء)

● حارث بن مسکین بیان کرتا ہے ہم امام احمد کے پاس ایک دن گئے تو امام احمد نے فرمایا جب مجھے مارا جاتا تھا اور میں گر جاتا تھا تو احمد بن ابی داؤد کہتا تھا اے امیر المؤمنین یہ گمراہ

ہے اور گمراہ کرنے والا ہے، کبھی کہتا یہ مشرک اور کافر ہے اس کو قتل کرنا جائز ہے اس پر حارث نے امام احمد سے عرض کیا مجھے یوسف نے امام مالک سے روایت کیا ہے امام زہری کے خلاف چغلخوری کی گئی اسے کوڑوں سے مارا گیا اور اس کی ساری کتابیں گٹھڑی میں ڈال کر اس کے گلے میں لٹکا دی گئیں اور حضرت سعید ابن مسیّب کو مارا گیا ان کا سر اور ڈاڑھی مونڈ وا دی گئی اور ابوالزناد کو مارا گیا اور محمد ابن منکدر کو اور ان کے ساتھیوں کو حمام میں مارا گیا اور امام مالک نے اپنی ضرب کا ذکر کیا آپ کو جعفر بن سلیمان نے نوے کوڑے ۱۴۷ھ میں مارے تھے، ان باتوں کو سن کر امام احمد کو تعجب ہوا اور حوصلہ ملا۔

◀ لطیفہ : امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی۔ایک واعظ، وعظ کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔واعظ نے کہا ہمیں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے اور عبدالرزاق کو معمر نے اور اس کو قتادہ نے اور قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ، **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ كَلْمَةٍ طَيْراً مِنْقَارُه، مِنْ ذَهَبٍ وَ رِيْشُه، مِنْ مَرْجَانٍ .الخ** " (ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا فرماتا ہے جس کی چونچ سونے کی اور پَر مرجان کے ہوتے ہیں) واعظ نے اس سند کے ساتھ تقریباً بیس ورق کا قصہ بیان کیا۔امام احمد نے حضرت یحییٰ بن معین کی طرف اور یحییٰ بن معین نے امام احمد کی طرف دیکھا اور ایک دوسرے سے پوچھا کیا یہ روایت آپ نے روایت کی ہے۔دونوں نے انکار کیا اور واعظ سے کہا ہم احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں ہم نے یہ روایت تو آج ہی سنی ہے آپ نے سند میں ہمارا نام لیا اگر آپ جھوٹ بولیں تو کسی دوسرے کا ذکر کیا کریں ہمارا ذکر نہ کیا کریں۔واعظ نے جواب دیا

میں نے آپ لوگوں سے زیادہ احمق آدمی نہیں دیکھا۔ کیا دنیا میں صرف ایک یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہے؟ میں نے سترہ آدمی ان ناموں کے لکھے ہوئے ہیں دونوں حضرات حیران ہوکر واپس آ گئے۔

● اکثر واعظین اور قصہ خواں علماء موصوف واعظ کی طرح من گھڑت اور موضوع روایات ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

وفات کا ذکر:

● آپ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں ۲۴۱ھ ربیع الاوّل کی ابتداء میں بدھ کی رات آپ کو بخار شروع ہوا اور دسویں روز جمعہ کے دن بارہ ربیع الاوّل کو صبح آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

● آپ کو فضل ابن ربیع سے جناب رسول اللہ ﷺ کے تین بال مبارک تحفہ میں ملے تھے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ ایک بال میرے منہ میں اور ایک ایک آنکھوں پر رکھ کر مجھے دفن کر دینا۔

● آپ کی نماز جنازہ جمعہ کی نماز کے بعد پڑھی گئی اور بغداد کے گورنر محمد بن عبداللہ بن طاہر نے نماز پڑھائی آپ کی نماز میں تقریباً پچیس لاکھ آدمیوں نے شرکت کی اور تقریباً ساٹھ ہزار عورتوں نے شرکت کی۔ (اعلام النبلاء، اور البدایہ والنہایہ) اور آپ کی نماز جنازہ کے وقت بیس ہزار غیر مسلم لوگ مسلمان ہو گئے۔

● آپ کے بیٹے صالح بیان کرتے ہیں امام احمد بن حنبل نے ایام مرض میں وصیت لکھوانے کے بعد اپنے وارثوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بلایا اور انہیں پیار کیا۔ آپ کا ایک بیٹا صرف پچاس دن پہلے پیدا ہوا تھا آپ نے اس کا نام سعید رکھا اور ایک بیٹا محمد جو ابھی چلنا سیکھ رہا تھا آپ نے اُسے گلے لگایا اور اس کے بوسے لئے۔

● آپ کے بیٹے صالح بیان کرتے ہیں جب آپ پر سکرات طاری ہوئی تو آپ فرماتے، ’’لَا بَعْد لَا بَعْد ‘‘ میں نے عرض کیا ابو آپ یہ الفاظ کیوں بول رہے ہیں آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے میرے سامنے ابلیس کمرہ کے کونہ میں اپنی انگلی منہ میں دبا کر کھڑا ہے اور وہ کہتا ہے ’’فَفَتَّنَنِیْ یَا اَحْمَدُ ‘‘ اے احمد مجھے تو نے فتنہ اور امتحان اور رسوائی میں ڈالا ہے۔ اور میں اُسے کہتا ہوں، ابھی نہیں، بعد میں، یعنی جب میری روح توحید اور ایمان پر خارج ہوگی اس وقت تجھے رُسوائی ہوگی۔ کیونکہ بعض احادیث میں آتا ہے، ابلیس نے کہا تھا:

’’یَارَبِّ وَ عِزَّتِکَ وَ جَلَالِکَ مَا اَزَالُ اُغْوِیْهِمْ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِی اَجْسَادِهِمْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ وَ لَااَزَالُ اَغْفِرُلَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ ‘‘

(ترجمہ) ’’اے میرے رب تیری عزت اور جلال کی قسم جب تک لوگوں کی روحیں ان کے اجسام میں رہیں گی میں انہیں اغواء اور گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا۔‘‘

(البدایہ والنہایہ)

● آپ نے سکرات کے وقت وضو فرمایا اور ڈاڑھی کا خلال کرانے کا اشارہ فرمایا تاکہ وضو مکمل ہو۔

● آپ کے بیٹے عبداللہ بیان کرتے ہیں میرے والد نے فرمایا اہل بدع کو کہہ دو فیصلہ جنازے کریں گے۔ عبداللہ کہتے ہیں امام احمد کا قول صادق تھا آپ کے مخالفین کا رئیس احمد ابن ابی داوٗد قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھا مگر جب فوت ہوا تو چند سرکاری لوگ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اسی طرح حارث محاسبی جو صاحبِ زہد اور تقویٰ مشہور تھے، ان کے جنازہ میں تین یا چار لوگ شریک ہوئے۔ یہی حال بشر ابن غیاث کا تھا، مگر امام احمد

بن حنبل کے جنازہ میں پچیس لاکھ لوگ شریک ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ)

● بغوی فرماتے ہیں میں نے احمد سے سنا وہ دعاء کرتے تھے، ''اَللّٰھُمَّ ارْضِنَا '' ۔اے اللہ مجھے رضا عطا فرما۔امام بیہقی نے روایت کیا کہ ربیع کہتے ہیں مجھے مصر سے امام شافعیؒ نے ایک خط دے کر امام احمد کے پاس بغداد بھیجا میں جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ فجر کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے آپ نے خط لے کر پڑھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ربیع کہتے ہیں میں نے عرض کیا اس میں کیا لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا، امام شافعی نے لکھا ہے میں خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا احمد بن حنبل کو خط لکھو اور اُسے میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور اُسے کہو بے شک عنقریب تیرا امتحان لیا جائے گا اور خلق قرآن کے قول کی طرف بلایا جائے گا ان کی بات نہ ماننا اللہ تعالیٰ قیامت تک تیرے لئے علم کو بلند فرمائے گا۔

ربیع کہتے ہیں میں نے آپ سے عرض کیا بشارت کی مٹھائی؟ تو آپ نے وہ قمیص عطا فرمائی جو آپ کے جسم پر تھی۔قمیص اتار کر مجھے دے دی جب میں واپس امام شافعی کے پاس مصر پہنچا اور آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا ہم قمیص میں آپ کو پریشان نہیں کرتے، یہ تمہارے پاس ہی رہے مگر اسے پانی سے تر کر کے مجھے دو تا کہ میں اس کے ساتھ تبرک حاصل کروں۔شاید آپ نے تر قمیص کو اپنے چہرہ اور جسم پر مَل لیا یا اس کا پانی استعمال فرما کر تبرک حاصل کیا۔

◄ معلوم ہوا کہ صالحین کی اشیاء سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

منامات (خواب):

● عبداللہ بن حسین بیان کرتے ہیں میں نے ایک محدث عالم کو خواب میں دیکھا جو وفات

پا گئے تھے میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ (اعلام)

● ابی عقیل بیان کرتے ہیں میں نے قزوین میں وفات پانے والے نوجوان کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی ہے مگر نوجوان جلدی میں تھے۔ میں نے پوچھا کیا جلدی ہے؟ اس نے کہا آسمانوں میں فرشتے امام احمد کے استقبال کے لئے لکڑیوں پر جھنڈے باندھنے میں مشغول ہیں، میں بھی ان کے استقبال کے لئے جانا چاہتا ہوں۔

● عبیداللہ ابن عمر قواریری بیان کرتے ہیں میرے پاس ایک شیخ تشریف لائے انہوں نے مجھے خلوت میں بیان کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا خواب میں دیدار کیا آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ احمد بن نصر بھی بیٹھے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ٗفلاں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، تین مرتبہ فرمایا، پھر ارشاد فرمایا فلاں فلاں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کیونکہ انہوں نے دین اور اہل دین کے ساتھ اور احمد بن حنبل اور قواریری کے ساتھ فریب کیا۔ پھر ارشاد فرمایا انشاء اللہ مکر کرنے والے کسی شئی کو ان دو اماموں سے نہیں پائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا احمد اور قواریری کو میری طرف سے سلام کہنا اور کہنا اللہ تعالیٰ تمہیں میری طرف سے اور میری امت کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے۔

● آپ کے بیٹے بیان کرتے ہیں امام احمد نے بیان فرمایا میں خواب میں ربّ العزت جل جلالہٗ کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! تیرا قرب حاصل کرنے والے لوگ جن اعمال سے تیرا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سے افضل کون سا عمل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری کلام یعنی کلام کی تلاوت۔ امام کہتے ہیں میں نے عرض کیا فہم کے ساتھ یا بغیر فہم کے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فہم اور بغیر فہم دونوں کے ساتھ۔ (اعلام)

● امام بیہقی نے روایت کیا کہ سلمہ ابن شبیب نے بیان کیا کہ ہم احمد بن حنبل کے پاس موجود تھے، ایک شیخ پہنچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، پھر اس نے پوچھا تم میں سے احمد بن حنبل کون ہے؟ امام احمد نے فرمایا میں ہوں، کیا کام ہے؟ شیخ نے کہا میں بارہ میل سے آپ کے پاس پہنچا ہوں میں نے خواب میں خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے مجھے انہوں نے فرمایا جاؤ احمد بن حنبل سے کہو عرش کے ساکن اور ملائکہ آپ پر خوش ہیں کیونکہ تو نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تکلیفیں برداشت کیں ہیں۔

● محمد بن عبداللہ اسکندرانی بیان کرتے ہیں کہ مجھے امام احمد کی موت پر شدید غم ہوا میں نے خواب میں دیکھا امام احمد اکڑ اکڑ کر فخریہ چل رہے ہیں میں نے عرض کیا یہ چلنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا دارالسلام میں خدّام کے چلنے کی یہی کیفیت ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے تاج پہنایا ہے اور سونے کے جوتے پہنائے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمد یہ انعام تیرے قول کہ قرآن کلام اللہ غیر مخلوق کی وجہ سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا احمد! وہ دعاء سناؤ جو سفیان ثوری سے تجھے پہنچی تھی اور دنیا میں وہ دعاء کیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کیا، دعاء یہ ہے:

"یَارَبَّ کُلَّ شَیْءٍ بِقُدْرَتِکَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ اِغْفِرْلِیْ کُلَّ شَیْءٍ حَتّٰی لَا تَسْئَلنِیْ عَنْ شَیْءٍ"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا احمد یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔ میں جنت میں داخل ہوا تو سفیان ثوری موجود تھے ان کو سبز رنگ کے دو پَر ملے ہوئے تھے وہ ان کے پَروں کے ساتھ اُڑ کر ایک کھجور سے دوسری اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر چلے جاتے تھے۔ وہ بار بار پڑھتے تھے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہ' وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّءُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ '' (الزمر۔۷۴)

(ترجمہ) ''سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچا فرمادیا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا ہم جنت میں سے جہاں چاہیں رہائش بناتے ہیں پس عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔''

میں نے پوچھا بشر حافی کا کیا ہوا، فرمایا 'بَخٍ بَخٍ' بشر حافی کے برابر کون ہوسکتا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اس کے آگے کھانوں کے دستر خوان لگے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہے اور فرماتا ہے کھاؤ اے وہ جس نے دنیا میں نہیں کھایا تھا، پیو اے وہ جس نے دنیا میں نہیں پیا تھا، نعمتوں سے نفع اٹھاؤ جس نے دنیا میں نعمتوں سے نفع نہیں اٹھایا تھا۔

(البدایہ والنہایہ)

● اسحاق بن ابراہیم لؤلؤ بیان کرتے ہیں میں نے احمد بن حنبل کو نیند میں دیکھا میں نے عرض کیا اے ابوعبداللہ کیا آپ فوت نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، میں فوت ہوگیا ہوں۔ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور ہر اس شخص کو بخش دیا ہے جس نے میری نماز جنازہ پڑھی۔ میں نے عرض کیا اس میں تو اہل بدع معتزلی بھی تھے۔ آپ نے فرمایا ان کی مغفرت مؤخر کردی گئی ہے۔ (اعلام)

● حضرت بندار کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل کو سخت غصہ میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا، غصہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے غصہ کیوں نہ آئے میرے پاس منکر اور نکیر آئے اور کہنے لگے مَن ربک، میں نے کہا میرے جیسے آدمی سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ فرشتوں نے کہا اے ابوعبداللہ آپ سچ کہتے ہیں، لیکن ہمیں اس کا حکم دیا گیا تھا۔

● حضرت احمد بن محمد کندی بیان کرتے ہیں میں نے نیند میں احمد بن حنبل کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور فرمایا، ''یَا اَحْمَدُ ضُرِبْتَ فِیَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هٰذَا وَجْهِیْ فَانْظُرْ اِلَیْهِ قَدْ اَبَحْتُکَ النَّظْرَ اِلَیْهِ''۔ اے احمد تجھے میری وجہ سے مارا گیا؟ میں نے عرض کی ہاں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا چہرہ ہے اس کی طرف نظر کرو میں نے تیرے اس چہرہ کی طرف دیکھنے کو مباح کر دیا ہے۔ (اعلام)

● حبیش بن ابی الورد بیان کرتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نیند میں دیکھا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ، احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟ آپؐ نے فرمایا عنقریب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، ان سے سوال کرنا۔ اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے میں نے سوال کیا، آپؑ نے فرمایا احمد کا سرّ اء اور ضراء میں امتحان لیا گیا اسے صادق پایا گیا اُسے صدیقین کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ (اعلام فہارس)

● سیدنا امام احمد بن حنبل کے سلسلہ میں تحریر کی طوالت آپ کے متعلق قارئین کو معلومات پہنچانا اور محبت کا اظہار کرنا ہے۔ کیونکہ آپ پر قرآن مجید کی وجہ سے سخت امتحانات آئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کامیاب رہے۔

اللھم اَفِضْ عَلَیْنَا مِنْ بَرکاتہٖ و برکات اولیاء ک . اٰمین (محمد رفیق حسنی)

● نوٹ: ائمہ اربعہ کی سیرت کے بعض واقعات لکھنے سے مقصد یہ ہے کہ ہمارے امام علماء شریعت اور علماء طریقت تھے۔ اسی طرح ہم کو ائمہ کرام کی طرح طریقت اور شریعت کو جمع کرنا چاہئے۔

بعض غیر نافع علوم کا ذکر:

علم کی تعریف 'ھو معرفۃ الشئ علی ما ھو بہ' ہے۔یعنی جو شئے نفس الامر میں جس طرح اور جس حالت پر ہے اس کی معرفت کا نام علم ہے۔اور ہر چیز کی معرفت اور علم اچھی چیز ہے۔اسی لئے دعا مسنون ہے ''اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ'' (ترجمہ:اے اللہ! جس طرح اشیاء نفس الامر میں ہیں اسی طرح ہمیں دکھا اور ان کا علم عطا فرما)۔لہٰذا کوئی بھی علم فی ذاتہٖ مذموم نہیں ہے۔کیونکہ حقائق کا علم مفید ہوتا ہے۔مگر تین خارجی اسباب کی وجہ سے علم مذموم ہو جاتا ہے۔

پہلا سبب: یہ کہ وہ علم ایسا ہو کہ اس علم سے کسی کو نقصان اور ضرر پہنچایا جا سکے جس طرح سحر اور جادو کا علم ہے۔یہ علم نفس الامری اور حق ہے۔کیونکہ قرآن نے اس کی شہادت دی ہے لیکن اس علم سے زوجین کے درمیان تفرقہ ڈالا جا سکتا ہے اور جانی اور مالی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔خود سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا، آٹھ ماہ تک آپ کی طبیعت ناساز رہی۔آپ کو جبرائیل علیہ السلام نے آکر خبر دی۔اور دو سورتیں معوذتین نازل ہوئیں جن سے جادو کا اثر زائل ہوا۔

● جادو یا سحر بعض مادی اشیاء اور کلمات کے خواص کے مجموعہ کا علم ہوتا ہے۔مادی اشیاء اور کلمات کو ملا کر مخصوص طریق کے ساتھ عمل کرنے سے مطلوبہ نتائج دیتا ہے۔جس طرح فرعون کے جادوگروں نے لکڑیوں اور رسیوں پر کلماتِ سحر پڑھے اور لکڑیاں اور رسیاں سانپ نظر آنے لگیں لہٰذا مادی اشیاء اور کلمات مخصوصہ کا علم جادو کہلاتا ہے۔جس پر عمل کرنے سے دوسرے آدمی پر اثر جاتا ہے اور یہ اثر بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی رکھا ہے۔اس علم سے مسحور کے اندر عجیب وغریب حالات پیدا کئے جا سکتے ہیں۔اگر مادی امور اور کلمات

ِ مؤثرہ کا نفس علم حاصل کیا جائے تو یہ مذموم نہیں ہے بلکہ اس کا استعمال ضرر اور نقصان پہنچانے کا سبب بنتا ہے اور یہ استعمال علم کے شر اور ضرر ہونے کا باعث بنتا ہے اس لئے علم بھی مذموم ہو جاتا ہے۔ جس طرح ظالم کسی ولی اللہ کو یا کسی مسلمان کو ظلماً قتل کرنے کے لئے تلاش کر رہا ہے اور مظلوم کہیں چھپا ہوا ہے اور دوسرے کو اس کا علم ہے، ظالم کے پوچھنے پر وہ شخص جھوٹ بولتا ہے اور کہتا ہے مجھے علم نہیں تو یہ جائز ہے بلکہ مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے، مگر ظالم کو بتا دینا اگر چہ نفس الامر اور حقیقت کا انکشاف ہے پھر بھی مذموم ہے کیونکہ بتانے سے ایک مسلمان کو ضرر پہنچ سکتا ہے اسی طرح جادو کا علم بھی استعمال کی وجہ سے مذموم ہو جاتا ہے۔

دوسرا سبب: وہ علم خود صاحبِ علم کو ضرر پہنچانے کا سبب بن سکتا ہو۔ جس طرح علم نجوم، کیونکہ اس کی دو قسمیں ہیں، حسابی اور احکامی۔ دونوں حق ہیں کیونکہ حسابی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ**" (والنجم)۔ (ترجمہ: اور سورج اور چاند کی چال ایک حساب کے ساتھ ہے۔) دوسری جگہ فرمایا "**وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ**" (القرآن)۔ 'اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کیں ہیں حتّٰی کہ وہ کھجور کی قدیم پتلی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔'

● ان آیات سے معلوم ہوا چاند اور سورج کی سیر اور چال سے حساب لگانا جائز ہے۔

دوسری قسم احکامی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند اور سورج کی سیر کی نفس الامر میں مقدار متعین ہے۔ ان کی رفتار سے مختلف امور پر استدلال کیا جا سکتا ہے جس طرح نباض نبض سے امراض کی تشخیص کرتا ہے اور یہ معرفت اور علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت ہے کہ مخلوق کی رہنمائی کے لئے اس نے اسباب پیدا فرمائے ہیں جن

سے احکام اور مسببات پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور یہ جائز ہے۔مگر ستاروں اور سورج اور چاند کی سیر سے نجومی جب آنے والے حادثات اور واقعات پر استدلال کرتا ہے تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ ستارے اور سیارے اور سورج اور چاند حوادث میں مؤثرِ حقیقی ہیں، گویا ستارے اشیاء کے لئے خالق ہیں۔عوام خیر اور شر کا صدور ستاروں سے سمجھنے لگتے ہیں، جو کہ کفر ہے اس لئے طبرانی میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِذَا ذُكِرَ الْقَدْرُ فَامْسِكُوْا وَ اِذَا ذُكِرِ النُّجُوْمُ فَامْسِكُوْا وَ اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِیْ فَامْسِكُوْا ''۔

یعنی جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ اور جب ستاروں کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو رک جاؤ۔(یعنی ان کی عیب جُوئی نہ کرو)۔

ایک جگہ فرمایا:

''اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ بَعْدِیْ ثَلَاثاً حَیْفُ الْاَئِمَّةِ وَالْاِیْمَانُ بِالنُّجُوْمِ وَالتَّكْذِیْبُ بِالْقَدْرِ '' (احیاء)

(ترجمہ)''میں اپنی امت پر اپنے بعد تین چیزوں کا خوف رکھتا ہوں۔ائمہ اور حکمرانوں کا ظلم اور ستاروں کے ساتھ ایمان اور تقدیر کی تکذیب۔''

● حضرت عمرؓ نے فرمایا، **''تَعَلَّمُوْا مِنَ النُّجُوْمِ مَا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ثُمَّ اَمْسِكُوْا ''** (ترجمہ) نجوم کا اتنا علم سیکھو جس کے ساتھ برّ اور بحر میں ہدایت حاصل کر سکو پھر رُک جاؤ۔یعنی حوادث کے صدور کے حوالہ سے نجوم کا علم نہ سیکھو۔

حوادث کا علم نجوم سے حضرت ادریس علیہ السلام کا معجزہ تھا لیکن یہ منسوخ اور ختم ہو گیا۔لہٰذا نجوم کا علم حادثات کے حوالہ سے ظنی اور تخمینی ہے مگر عوام اس کو قطعی سمجھنے لگتے ہیں

اس لئے اس سے منع کیا گیا۔عوام کے ذہن کی مثال اس چیونٹی کے ذہن سے دی جاسکتی ہے کہ چیونٹی سفید کاغذ پر قلم کو چلتا ہوا دیکھے تو وہ سمجھے گی حروف اور نقوش یہ قلم کا فعل ہے چیونٹی کی نظر اور فکر انگلیوں کے خالق اور پھر ہاتھ کی طرف جائے گی اور ارادہ جو کہ ہاتھ کی حرکت کا باعث ہے اور پھر کاتب کی ذات اور ہاتھ اور قدرت کے خالق کی طرف نہیں جائے گی۔اسی طرح عوام کی نظر قریبی اسباب پر ہوتی ہے مسبب الاسباب تک ان کی عقل ترقی نہیں کرتی۔اس لئے حوادث کے لحاظ سے نجوم کا علم حاصل کرنا مذموم ہے۔نیز حوادث جاننے کے لحاظ سے اس علم میں کوئی فائدہ نہیں لہٰذا علم نجوم میں عمر صرف کرنا اپنی زندگی کو ضائع کرنا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں غور وفکر کے لئے نجوم کا علم حاصل کرنا مستحسن ہے۔

● چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے نزدیک گذرے لوگ اس پر جمع تھے آپ ﷺ نے پوچھا تو بتایا گیا یہ آدمی علامہ ہے،آپ ﷺ نے فرمایا کس چیز کا علامہ ہے؟ عرض کی گئی اشعارِ عرب اور انساب العرب کا،تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''**هٰذَا عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ وَ جَهْلٌ لَا يَضُرُّ**'' یہ علم غیر نافع ہے اور اس سے جاہل رہنا مضر نہیں ہے۔دوسری جگہ فرمایا''**اِنَّمَا الْعِلْمُ اٰيَةٌ مُحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ**''۔(ترجمہ) آیات محکمات کا علم یا سنتِ قائمہ کا علم یا فرائضِ عادلہ کا علم ہی علم ہے۔

گویا آپ نے باقی علوم کے نافع ہونے کی نفی فرمادی۔لہٰذا نجوم کے علم سے جاہل رہنا ہی مفید ہے کیونکہ بعض اشخاص کے لئے بعض علوم سے جہل مفید ہوتا ہے۔

● حکایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے بانجھ ہونے اور اولاد نہ ہونے کی معالج سے شکایت کی۔اس معالج نے عورت کے نبض پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اسے دواء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس کی نبض سے پتہ چل رہا ہے کہ عورت چالیس دن تک مر جائے گی،عورت ڈر گئی

اس کا کھانا پینا بند ہوگیا، مال وغیرہ وارثوں میں تقسیم کر دیا، نہایت غمگین رہنے کی وجہ سے عیش وعشرت ختم ہوگئی۔ چالیس دن گذر گئے لیکن وہ نہیں مری، اس کا شوہر معالج کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی فوت نہیں ہوئی لیکن نہایت لاغر اور پتلی ہوگئی ہے، معالج نے کہا جاؤ اس کے ساتھ مباشرت کرو، اب اولاد پیدا ہوگی آپ کی بیوی بہت موٹی ہوگئی تھی، اور اس کے رحم پر چربی چڑھ گئی تھی، جس کی وجہ سے اس کی اولاد نہیں ہوسکتی تھی اب ہوگی میں نے سوچا اس کا موٹاپا موت کے خوف کی وجہ سے ختم ہوسکتا ہے اس لئے میں نے چالیس دن کا ذکر کر دیا تھا۔ بیمار عورت کو یہ علم نہیں تھا کہ موت کے وقت کا علم معالج بیچارے کو حاصل نہیں ہوسکتا، اس علم کے نہ ہونے نے اس کو فائدہ دیا۔

معلوم ہوا بعض علوم آدمی کے لئے مفید نہیں ہوتے اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**نَعُوذُبِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ**"۔ (ترجمہ) ہم ایسے علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے۔ لہٰذا علم نجوم اگر حاصل نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلاً وَ اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عَيًّا**" (ترجمہ: بعض علم جہل ہوتے ہیں کیونکہ جہالت کی طرح ضرر پہنچاتے ہیں۔ ورنہ علم جہل نہیں ہوتا اور بعض قول کلام سے عجز یعنی گونگا پن ہوتے ہیں۔ یعنی بعض اقوال نہ کہنا بہتر ہوتے ہیں کہنے سے۔)

● ایک حدیث میں فرمایا "**قَلِيْلٌ مِنَ التَّوْفِيْقِ خَيْرٌ مِنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْعِلْمِ**" (ترجمہ: تھوڑی توفیق کثیر علم سے بہتر ہے۔) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، درخت کثیر ہیں مگر سارے درخت پھل نہیں دیتے اور سارے پھل طیب نہیں ہوتے اور علوم کثیر ہیں مگر سارے علوم نافع نہیں ہوتے۔ (احیاء)

لہٰذا وہ علوم جن سے کسی آدمی کو ضرر پہنچایا جاسکے جس طرح جادو یا جس علم کا کوئی

فائدہ نہ ہو اس کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہمارے علماء کو ایسے علوم میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے البتہ جادو کا توڑ کرنے کے لئے جادو سیکھنا جائز ہے۔

ہمارے دَور کا المیہ

پہلے زمانہ میں لفظ فقہ کا اطلاق تقویٰ اور خشیتِ الٰہی اور مفسداتِ اعمال اور نفسانی آفات کی معرفت پر ہوتا تھا۔ اور یہ اطلاق حقیقی تھا کیونکہ فقیہہ وہی ہوتا ہے جس کو اپنی عافیت اور آخرت کے لئے ضرر رساں اور نفع بخش اشیاء کا علم ہو اور وہ صاحبِ تقویٰ ہو۔ کتب فقہ میں لکھے گئے مسائل اور کتب تصوف میں مذکور اصلاحی مسائل کا علم اور عمل دونوں علمِ فقہ میں شامل تھے۔ یعنی فقہ علم اور عمل دونوں کا نام تھا، اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعریف فرمائی، '**علم الفقه معرفة النفس مالها وما عليها**' (ترجمہ) نفس کے نفع اور ضرر کی اشیاء کی معرفت علم فقہ ہے۔ لیکن موجودہ دور میں فقیہہ بلکہ فقیہہ اعظم اس آدمی کو سمجھا جاتا ہے جس کو صرف فقہی فروعات اور جزئیات پر دسترس اور کمال حاصل ہو، اگرچہ وہ فقیہہ صاحبِ تقویٰ نہ ہو اور اس کے دل پر خوف کا غلبہ نہ ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

"**لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ**"

(ترجمہ) 'تاکہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب قوم کی طرف واپس لوٹیں تو انہیں ڈرائیں۔'

قوم کو ڈرانا اور ان کے دلوں میں خشیت پیدا کرنے کو فقہ کہا گیا ہے۔ صرف طلاق اور عتاق اور لعان اور بیع سلم اور اجارہ کے مسائل اور جزئیات کو فقہ نہیں کہا گیا، بلکہ ان مسائلِ فقہ میں توغّل دل کی قساوت اور کبر کا باعث بنتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**اَلْعُلُمَاءُ**

اَلْحُکَمَاءُ فُقَهَاءٌ "۔عالم اور حکیم ہی فقیہہ ہوتا ہے۔سعد بن ابراہیم زہری سے پوچھا گیا،"اَیُّ اَهَلُ الْمَدِیْنَةِ اَفْقَه'؟ " ۔مدینہ والے لوگوں سے کون زیادہ فقیہہ ہے؟ آپ نے فرمایا،"اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ تَعَالٰی " ۔یعنی ان میں سے صاحبِ تقویٰ فقیہہ اعظم ہے۔ چونکہ تقویٰ علم باطن کے ثمرات سے ہوتا ہے۔لہٰذا فقہ علم باطن کا نام ہے۔(احیاء)

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،"اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِالْفَقِیْهِ؟ " ۔کیا میں فقیہہ حقیقی کی خبر نہ دوں،صحابہؓ نے عرض کیا'بلٰی'۔کیوں نہیں،آپ ﷺ نے فرمایا،

"مَنْ لَمْ یَقْنَطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَ لَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَکْرِ اللّٰهِ وَ لَمْ یُؤْسِیْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ وَ لَمْ یَدَعِ الْقُرْاٰنَ رَغْبَةً عَنْهُ اِلٰی مَا سِوَاهُ " (احیاء)

(ترجمہ)"حقیقی فقیہہ وہ شخص ہے جولوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے مکر سے بے خوف نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور قرآن کے ماسواء کی رغبت کرتے ہوئے قرآن سے اعراض نہ کرے۔"

● حضرت انس سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

"لَاَنْ اَقْعَدَ مَعَ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اللّٰه تَعَالٰی مِنْ غَدْوَةٍ اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتِقَ اَرْبَعَ رِقَابٍ " (احیاء)

(ترجمہ)"یہ کہ میں ایسی قوم کے ساتھ طلوع صبح سے طلوع شمس تک بیٹھوں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے ہوں مجھے زیادہ عجب ہے اس بات سے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔"

● اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

"لَایَفْقَهُ الْعَبْدُ کُلُّ الْفِقْهِ حَتّٰی یَمْقُتَ النَّاسَ فِی ذَاتِ اللّٰهِ وَ حَتّٰی یَرٰی لِلْقُرْاٰنِ وُجُوهاً کَثِیْرَةً "

(ترجمہ) ’’آدمی کامل فقیہہ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی وجہ سے ناپسند نہ کرتا ہو اور جب تک قرآن کے معانی کثیرہ کا علم نہ رکھتا ہو۔‘‘

● حضرت حسن بصری نے فرمایا:

’’اِنَّمَا الْفَقِيْهُ الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبُ فِي الْاٰخِرَةِ الْبَصِيْرُ بِدِيْنِهٖ الْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ الْوَرْعِ الْكَافِّ نَفْسَه، عَنْ اَعْرَاضِ الْمُسْلِمِيْنَ الْعَفِيْفِ عَنْ اَمْوَالِهِمْ النَّاصِحِ لِجَمَاعَتِهِمْ‘‘

(ترجمہ) ’’فقیہہ وہ شخص ہے جو دنیا سے زاہد اور تارک الدنیا ہو آخرت میں راغب ہو اپنے دین سے باخبر ہو اپنے رب کی عبادت پر دوام ہو صاحب تقویٰ ہو مسلمانوں کی اعراض اور عزتوں سے اپنے نفس کو روکنے والا ہو، ان کے مالوں سے عفت والا ہو مسلمانوں کی جماعت کے لئے ناصح ہو۔‘‘

◀ تنبیہ : مذکورہ روایات نقل کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ احکام شرعیہ اور جزئیات کا علم فقہ نہیں ہے بلکہ میرا مقصد بعض ماہرین فقہ علماء شریعت کی غلط فہمی دور کرنا ہے کہ وہ آخرت کے لئے اعمال حسنہ اور تقویٰ اور زہد کو فقہ کا حصہ نہیں سمجھتے اور صوفیاء عاملین پر جاہل ہونے کا طعن کرتے ہیں اور انہیں حقیر سمجھتے ہیں اور فقہ کی فنی مہارت پر عجب اور کبر میں گرفتار ہیں۔ اور خود صرف احکام شرعیہ کے علم پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ حقوق اور فرائض پر بھی عمل کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ (رفیق حسنی)

علم دین کا مفہوم :

اسی طرح بعض علماء علم دین کا مفہوم بھی صرف مناظرانہ بحثیں اور فنی علوم کی مہارت کو سمجھتے ہیں حالانکہ علم دین کا جزو اعظم علم الباطن ہے جو اولیاء کرام کی تحریر شدہ

کتابوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے اگر علمِ باطن کو علم کہنا صحیح نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عمرؓ کے وصال پر یہ نہ فرماتے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات سے علم کے بھی نو حصے فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ علم الظاہر اور علم الباطن کے ماہرین صحابہ کرامؓ تو زندہ تھے مگر حضرت عمر کے مرتبہ کا کوئی نہ تھا۔

توحید کا مفہوم :

اسی طرح توحید صرف علم کلام کی کتب میں مذکور اعتقادات کو سمجھا جاتا ہے حالانکہ توحید اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور افعال کی معرفت کا نام ہے جو سوائے علم الباطن کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ علم کلام کی کتابوں میں فلسفیانہ بحثیں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت کا فائدہ نہیں دیتیں۔

کیونکہ اصل توحید یہ ہے کہ آدمی تمام امور کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے محسوس کرے اور آدمی کی توجہ اسباب کی طرف نہ جائے۔ مثلاً پانی پئے تو اس کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ پانی سے پیاس بجھی ہے بلکہ اس کے ذہن پر یہ خیال مُسلط ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پیاس بُجھائی ہے اسی طرح تمام اسباب سے توجہ ہٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جائے تو اس کا نام توحید ہے۔

● چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بیمار ہو گئے تو انہیں عرض کی گئی، ''اَ نَطْلُبُ لَکَ طَبِیْباً ؟ کیا آپ کے لئے کوئی معالج طلب کریں؟ آپ نے جواب دیا، ''اَلطَّبِیْبُ اَمْرَضَنِیْ '' ۔ مجھے طبیب اور معالج نے ہی بیمار کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے، آپ سے کہا گیا آپ کو طبیب نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا، طبیب نے کہا، ''اِنِّی فَعَّالٌ لِمَا اُرِیْدُ '' ۔ بے شک میں جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں اس کے کرنے پر قدرت رکھتا ہوں اور کر

لیتا ہوں۔

● حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی توجہ مسبب الاسباب پر تھی اور اسباب کا واسطہ آپ کی توجہ میں نہیں تھا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کہا جاتا ہے۔ اور یہی توحید حقیقی ہے۔ ظاہری توحید تو یہ ہے کہ کہا جائے "**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**"۔ اسلام اور کفر اور ظاہری احکام کے لئے یہی توحید بنیاد ہے اور یہ نصاریٰ کے تثلیثی عقیدہ کے مناقض ہے، مگر اس توحید کا تو منافقوں سے صدور بھی ہوتا ہے اس لئے بعض صوفیاء اس توحید کو بمنزلہ قشر اور چھلکا کے سمجھتے ہیں۔ توحید کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ قلب اور ذہن اس کلمہ توحید کے مفہوم کے منافی نہ ہو۔ قلب اور زبان دونوں میں تصدیق اور اقرار میں موافقت ہو یہ توحید بھی بمنزلہ قشر اور چھلکا کے ہے۔

سوم توحید حقیقی جس کو صوفیاء لب اور مغز کہتے ہیں وہ یہ کہ آدمی پر ایسی کیفیت طاری ہو کہ وہ سارے امور کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اس آدمی کی اسباب اور وسائط کی طرف التفات نہ رہے۔ صرف اسی ربّ کی عبادت کرے اور اس کے غیر کی عبادت نہ کرے اور ہویٰ اور خواہش کی اتباع سے خارج ہو جائے کیونکہ جس آدمی نے ہویٰ اور ناجائز خواہش کی اتباع کی گویا اس نے ہویٰ کو معبود بنا لیا، جس طرح قرآن مجید میں ہے: "**اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ**"۔ (القرآن) 'کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو معبود اور الٰہ بنایا ہوا ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "**اَبْـغَـضُ اِلٰـهٍ عُبِـدَ فِـی الْاَرْضِ عِـنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی هُوَ الْهَوٰی**"۔ (احیاء) 'اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین الٰہ جس کی زمین میں عبادت کی جاتی ہے وہ ہویٰ ہے۔'

غور کریں تو عابدِ صنم دراصل صنم کی عبادت نہیں کر رہا ہوتا بلکہ اپنی ہویٰ اور خواہش کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل اپنے آباء واجداد کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس

کے بعد آباءاوراجداد بتوں کی پوجا کرتے تھےاس لئے صنم کے پجاری درحقیقت ہویٰ کے پجاری ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ہویٰ نفس کی اتباع اور شریعت کی اتباع کو باہم متناقض فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”فَکَمَا اَنَّ مَرْضَ الظَّاهِرِ مُوْجِبٌ لِعُسْرِ اَدَاءِ الْاَحْکَامِ کَذَالِکَ مَرْضُ الْبَاطِنِ اَیْضًا مُوْجِبٌ لِذَالِکَ الْعُسْرِ فَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ الشَّرِیْفُ لِاِبْطَالِ رُسُوْمِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ وَ رَفْعِ هَوَاجِسِهَا فَهَوَی النَّفْسِ وَ مُتَابَعَةُ الشَّرِیْعَةِ عَلیٰ طَرْفَیْ نَقِیْضٍ فَلَا جُرْمَ یَکُوْنُ وُجُوْدُ ذَالِکَ الْعُسْرِ دَلِیْلُ وُجُوْدِ هَوَی النَّفْسِ فَیُقَدَّرُ وُجُوْدُ الهویٰ بِقَدْرِ الْعُسْرِ فَاِذَا انْتَفٰی الْهَویٰ کُلِّیَةً اِنْتَفٰی الْعُسْرَ رَأْسًا“ (مکتوب۔۲۸۹/۸۸/۵)

(ترجمہ)”پس جس طرح جسمانی مرض احکام کے ادا کرنے کے عسر اور مشقت کی موجب اور باعث ہوتی ہے اسی طرح باطنی مرض بھی احکام کے ادا کرنے کے عسر ثقل کا موجب اور باعث ہوتی ہے۔ بے شک شرع شریف نفس امارہ کے رسوم کے باطل کرنے کے لئے اور نفس کی خواہشات کے رفع کرنے کے لئے وارد ہے۔ لہٰذا ہویٰ النفس اور شریعت کی متابعت ایک نقیض کی دوطرفین ہیں لامحالہ احکام کے ادا کرنے میں عسر اور مشقت محسوس کرنا ہویٰ النفس کے وجود کی علامت ہے۔لہٰذا ہویٰ اور خواہش نفسانی کا وجود احکام کے عسر اور بوجھ کی مناسبت سے ہوگا۔ جب ہویٰ اور نفسانی خواہش بالکل منتفی ہوجائے گی تو عسر اور عمل کرنے کا بوجھ بھی بالکل منتفی ہوجائے گا۔“

اور جب بندہ توحید حقیقی پر فائز کیا جاتا ہے تو اس کی خلق خدا پر ناراضگی اور خلق کی

طرف التفات نہیں رہتی کیونکہ جب آدمی سمجھتا ہے کہ سارے امور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو وہ آدمی مخلوق پر ناراض نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ اور یہ توحید صدیقین کا مقام و مرتبہ ہے۔

معلوم ہوا قابل تعریف اور قابل مدح توحید حقیقی ہے اور جو لوگ توحید کے پہلے مرتبوں پر اکتفاء کرتے ہیں اور توحید کا مغز اور لب حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے وہ اصحابِ کمال نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحیدِ حقیقی کی توفیق عطاء فرمائے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھیں کہ ایک شخص نماز میں داخل ہونے سے پہلے کعبہ کی طرف چہرہ کر کے کہتا ہے، ''اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ''۔ (ترجمہ) ''بے شک میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔'' اگر یہ کلمات کہنے والے شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اس وقت اپنی حاجات اور مشکلات میں متردد ہو تو وہ شخص روزانہ دن کی ابتداء بہت بڑے جھوٹ سے کرتا ہے اور وہ کاذب ہے۔ کیونکہ اس شخص کی وَجْھِی مراد اگر ظاہری چہرہ ہے تو اس کا ظاہری چہرہ تو کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور کعبہ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنی: اللہ تعالیٰ کی جہت نہیں، اللہ تعالیٰ تمام جہات سے پاک ہے اور اگر اس شخص کی مراد دل کا چہرہ ہے اور مطلوب بھی دل کے چہرہ کو متوجہ کرنا ہے۔ یہ تب صادق ہوگا کہ مذکورہ کلمات کہتے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا تصور ہو اور کسی غیر کا تصور نہ ہو۔ لہٰذا حقیقی موحد وہی ہے جس کی نظر ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے، قُلِ اللّٰہَ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ '' ۔ (القرآن)۔ (ترجمہ) ''آپ ﷺ لوگوں سے فرمائیں! اللہ۔ پھر ان کو چھوڑ دیں انہی گہرائیوں اور کھائیوں میں لعب ولہو میں مشغول رہیں۔'' یہاں قل سے قول لسانی مراد نہیں بلکہ قلبی قول مراد ہے کیونکہ زبان پر کبھی سچ جاری

ہوتا ہے اور کبھی جھوٹ، اور اللہ تعالیٰ کی نظر قلب پر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے، ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔'' الحمد للہ اس توحیدِ حقیقی کے حامل صوفی علماء ہوتے ہیں۔ اور غیر صوفی علماء پہلے مرتبہ کی توحید کے حامل ہوتے ہیں۔ اور جاہل صوفی نہایت کم درجہ کی توحید کے حامل ہوتے ہیں ان کی توحید اور عوام کی توحید میں فرق نہیں ہوتا۔ لہٰذا علماء غیر صوفی کی توحید صوفی علماء کے برابر نہیں ہوتی بلکہ کم درجہ کی ہوتی ہے۔

● ہمارے دور کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ذکر اور وعظ سے مراد آج کل فنی اور رسمی ذکر اور تقریر اور وعظ اور اشعار اور حکایت بیان کرنا لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر سامعین صرف لذتِ سمع کے طالب ہوتے ہیں اور مبلغ اور مُقرر خود بے عمل فنکار ہوتے ہیں، ان کی تقریر اور بیان صرف لوگوں کو خوش کرنا اور لذتِ سماع پہنچانا ہوتا ہے۔

● مگر ذکر اور وعظ اور تبلیغ جس کا قرآن و حدیث میں حکم ہے اور وہ باعث اجر و ثواب ہے وہ یہ ہے کہ مبلغ فنی اور رسمی تقریر نہ کرے۔ لوگوں کو آخرت کی پونجی کے لئے اعمالِ صالحہ کرنے کی دل سے تبلیغ کرے، نفس کے عیب اور اس کے ازالہ کے طریقے ذکر کرے اور موت اور محشر سے خوف زدہ کرنے والے واقعات ذکر کرے جس سے دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت کا عقیدہ پیدا ہو۔ کیونکہ احادیث اور قرآن مجید میں ایسے ذکر کا حکم ہے۔ فنی اور رسمی ذکر منع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' (ترجمہ: اور ذکر فرما کیونکہ ذکر ایمان والوں کو نفع دیتا ہے) اور نفع فنی اور رسمی تبلیغ اور تقریر سے نہیں ہوتا۔

کسی حاجت مند کی حاجت پوری کرنا ذکر سے افضل ہے:

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ذکر کے سلسلہ میں جاہل صوفیاء کی غلط فہمی کی نشان دہی

فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفی صرف اسماء الٰہی کے تکرار لسانی کو ذکر سمجھتے ہیں اور لسانی ذکر کو ہر عمل سے افضل سمجھتے ہیں، حالانکہ نفس الامر میں شریعت کے جُملہ اخلاق حسنہ کا مرتبہ ذکر جیسا ہے بلکہ بعض اوقات دیگر اعمال کا ادا کرنا ذکر سے افضل ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''شخصے بذکر الٰہی جل سلطانہ اشتغال دارو درین اثناء نابینائے پیدا شد کہ پیش راہ او چاہ است کہ اگر قدم دیگر بردارد در چاہ رود دریں صورت آں شخص راذکر گفتن بہتر است یا نابینا را از چاہ خلاص کردن بہتر؟ شک نیست کہ تخلیص نابینا بہتر است از ذکر گفتن او چہ او تعالیٰ غنی است از وواز ذکر او و نابینا بندہ ایست محتاج کہ دفع ضرر از وے ضروری است علی الخصوص کہ بایں تخلیص مامور شو وایں زمان تخلیص او ہم ذکر است کہ امتثال امر است در ذکر او یک حق است کہ حق مولا باشد جل شانہ و در تخلیص کہ بامر واقع شود ادائے دو حق است حق بندہ و حق مولی تعالیٰ بلکہ نزدیک است کہ ذکر گفتن وران وقت داخل ذنب نمود آید چہ ہمہ وقت ذکر گفتن مستحسن نیست (تا) باید دانست کہ ذکر عبارت از طرد غفلت است بہر وجہ کہ میسر شود نہ آنکہ ذکر مقصور بر تکرار کلمہ نفی و اثبات است یا تکرار اسم ذات تعالیٰ چنانچہ گمان بردہ مے شود آنچہ از امتثال اوامر و انتقاء نواہی شرعیہ نمودہ آید ہمہ داخل شریعت است بیع و شراء با حدود شرع ذکر است و ہم چنین نکاح و طلاق بآن مراعات ذکر چہ درحین مباشرت ایں امور با مراعات مذکورہ آمر و ناہی جل سلطانہ نصب العین مباشر ایں امور است پس غفلت را گنجائش نباشد لیکن ذکرے باسم وصفت مذکور واقع شود سریع التاثیر است و محبت بخش مذکور است و قریب الایصال است بمذکور بخلاف ذکرے با تمثال اوامر و انتہاء از نواہی واقع شود کہ ازیں صفات قلیل النصیب است (تا) حضرت خواجہ نقشبند مے فرمودند قدس سرہ کہ حضرت مولانا زین الدین تائبادی قدس سرہ از راہ علم بخدا رسیدہ است جل سلطانہ (تا) و معاملہ عنایت دیگر است آنجا نہ ہیچ شرط است و نہ ہیچ وسیلہ اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ (تا)

پس شریعت امّ جمیع کمالات آمد واصل جمیع مقامات گشت نتائج وثمرات شریعت مقصور بریں نشاء دنیوی نیست کمالات نشاء اخروی وتنعمّات سرمدی نیز ازثمرات ونتائج شریعت است پس شریعت شجرہ طیبہ آمد کہ دریں نشاء ودراں نشاء وازثمرات وفواکہ آں عالم منتفع است وجہاں فوائدازآنجاماخوذ ایست'' (ص:۱۲۸/۶۔مکتوب:۴۶،دفتر:دوم)

ترجمہ: ایک شخص اللہ جل سلطانہ کے ذکر میں مشغول تھا اسی دوران ایک نابینا آدمی ظاہر ہوا اس کے راستہ پر کنواں ہے اگر دوسرا قدم اٹھاتا ہے تو کنویں میں گر جائے گا اس صورت میں اس شخص کا ذکر کرنا بہتر ہے یا نابینا کو کنویں میں گرنے سے بچانا بہتر ہے؟ اس میں شک نہیں کہ نابینا کو کنویں میں گر جانے سے بچالینا اس کے ذکر سے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ذاکر اور اس کے ذکر سے غنی ہے اور نابینا بندہ محتاج ہے جو کہ اس سے ضرر دور کرنا ضروری اور فرض ہے، خصوصاً ذاکر اس نابینا کو گرنے سے بچانے کے لئے مامور ہے اور اسے بچانے کا حکم دیا گیا ہے اس وقت نابینا کو بچانا بھی ذکر ہے کیونکہ اس میں امرِ الٰہی کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ایک حق ہے جو کہ مولا جل شانہ کا حق ہے اور نابینا کی تخلیص میں اس کا امر ہے دو حق ادا کرنا ہے بندے کا حق اور مولیٰ تعالیٰ کا حق بلکہ قریب ہے کہ اس وقت ذکر کرنا گناہوں میں داخل ہو کیونکہ ہر وقت ذکر کرنا مستحسن نہیں۔

جاننا چاہئے کہ ذکر کا مفہوم دل سے غفلت کو دور کرنا ہے جس طریقہ سے غفلت دور کرنا میسر ہو۔ ذکر کا مفہوم اس بات میں منحصر نہیں کہ کلمہ نفی اور اثبات کا تکرار ہو یا ذات باری تعالیٰ کے اسم مبارک کا تکرار ہو جس طرح کہ گمان کیا جاتا ہے وہ جو اوامر پر عمل کرنا اور منہیاتِ شرعیہ سے باز رہنا ہے، سب شریعت میں داخل ہیں۔ خرید وفروخت حدود شرعیہ کے ساتھ بھی ذکر ہے اور اسی طرح نکاح اور طلاق مراعاتِ شرعیہ کے ساتھ ذکر ہیں کیونکہ ان امور مذکورہ کو حدود شرعیہ کی رعایت کر کے ادا کرتے وقت آمر وناہی جل جلالہ ان امور

کے ادا کرنے والے کا نصب العین ہوتا ہے۔ پس غفلت کی گنجائش نہیں ہے لیکن جب ذکر اسم ذات اور صفات کے ساتھ ہو جلد اثر کرنے والا ہوتا ہے اور جس ذات باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے اس کے لئے محبت پیدا کرنے والا ہے اور ایصال کو قریب کرنے والا ہے اس ذات کے ساتھ جس کا ذکر کیا گیا ہے بخلاف اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کا ذکر، وہ مذکورہ صفات سے کم حصہ پانے والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا زین الدین تائبادی قدس سرہ وہ علم کی راہ ہی سے خدا تعالیٰ تک پہنچے ہوئے تھے۔ (ریاضت اور مجاہدات سے نہیں) اور معاملہ عنایت اور عطا کا دوسری چیز ہے اُس جگہ نہ کوئی شرط ہے نہ کوئی وسیلہ، اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ پس شریعت جمیع کمالات کی ماں ہے اور تمام مقامات روحانیت کے لئے اصل بنادی گئی ہے۔ شریعت کے نتائج اور ثمرات صرف دنیوی زندگی میں منحصر نہیں ہیں اُخروی زندگی کے کمالات اور دائمی نعمتیں بھی شریعت کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ پس شریعت شجرۃ طیبۃ ہے اِس زندگی اور اُس زندگی کے لئے اور شریعت کے ثمرات اور تلذذات سے کل جہاں نفع اٹھانے والا ہے اور عالم کے فوائد اسی شریعت سے ماخوذ ہیں۔

● قارئین! آپ اس مکتوب سے پہلے امام غزالی رحمہ اللہ الباری کا مقالہ پڑھ چکے ہیں انہوں نے علمِ فقہ کو علم دنیا قرار دیا اور فرمایا کہ کوئی شخص بیع اور اجارہ وغیرھما ابواب پڑھنے اور پڑھانے سے اللہ تک واصل نہیں ہوا۔ ان کے مقالہ کا امام ربانی مجدد الف ثانی کے اس مکتوب میں جواب ملاحظہ فرمالیں اور جواب وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں کہ دین اور دنیا میں نیت کا فرق ہے۔ اگر صوفی علمِ تصوف اور ریاضات اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہ کرے تو وہ بھی واصل نہیں ہوسکتا اور اگر فقیہہ بیع سلم اور اجارہ اور دیگر ابوابِ فقہ اللہ کی رضا کے لئے

پڑھے اور پڑھائے تو واصل ہوسکتا ہے۔ جو کچھ مجدد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے وہ قرینِ قیاس ہے مگر امام غزالی کا فقہاء سے تعصب نظر آتا ہے۔

مکتوبات امام ربانی سے شریعت اور طریقت کے سلسلہ میں مفید اقتسابات:

● بالجملہ علم وعمل مستفاد از شرع است وتحصیل اخلاص کہ ہمچو روح است مر علم وعمل را وابستہ بسلوک طریق صوفیہ است۔ (ص:۲/۳۶-۲ـ مکتوب:۵۹)

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ علم اور عمل شریعت مطہرہ سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حاصل کرنا جو کہ علم اور عمل کے لئے بمنزلہ روح کے ہے، صوفیہ کے طریقہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

● پھر مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: گفتہ نہ شود کہ چوں اخلاص از جملہ ماموراتِ واجب الامتثال باشد وحقیقت آں بے فنا متحقق نمیشود پس علماء ابرار وصلحاء اخیار کہ بحقیقت فنا مشرف نشدہ اند بہ ترک اخلاص عاصی باشند زیرا کہ گویم کہ نفس اخلاص ایشاں را حاصل است اگر چہ در ضمن بعض افراد اخلاص باشد و بعد از فنا کمال اخلاص متحقق مے شود وجمیع افراد اورا شامل مے باشد و لہٰذا گفتہ شود حقیقت اخلاص بے فنا صورت نمے بندد و نہ گفت کہ نفس اخلاص بے فنا متحقق نمے شود۔ (مکتوب ۳۸،ص:۱۰۳، حصہ از دفتر اول)

ترجمہ: یہ نہ کہا جائے کہ جب اخلاص ان مامورات سے ہے جن کا حاصل کرنا واجب ہے اور اخلاص کی حقیقت بغیر فنا کے متحقق نہیں ہوسکتی پس علماء ابرار اور صلحاء اخیار جو کہ فنا فی اللہ کی حقیقت کے ساتھ مشرف نہیں ہوسکے، اخلاص کے ترک کی وجہ سے عاصی ہوں گے۔ اس لئے کہ میں کہوں گا کہ نفس اخلاص صالح علماء کو بھی حاصل ہے اگر چہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں حاصل ہے اور فناء کے بعد کامل اخلاص متحقق ہوتا ہے اور وہ اخلاص کے سارے افراد کو شامل ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اخلاص کی حقیقت فنا فی اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ نہیں کہا جاتا کہ نفس اخلاص بغیر فنا کے متحقق نہیں ہوتا۔

● مجدد علیہ الرحمۃ نہایت انصاف کی راہ چلتے ہیں امام غزالی کی طرح علماء شریعت سے نفرت نہیں کرتے اس لئے امام ربانی نے علماء ابرار اور صلحاء اخیار کے عنوان سے علماء شریعت کا ذکر فرمایا اور فرمایا: علماء شریعت اگرچہ تدریسی اور تعلیمی اور تبلیغی ڈیوٹی کی وجہ سے فنا کے مرتبہ تک پہنچ کر کامل اخلاص اور حقیقت اخلاص نہیں پا سکتے مگر نفسِ اخلاص سے خالی نہیں ہوتے۔ ہر عالم شریعت لوجہ اللہ تعلیم اور تعلّم کی مناسبت سے اخلاص کا حامل ہوتا ہے۔ اگر زندگی بھر شریعت کے علوم لوجہ اللہ پڑھے اور پڑھائے تو اسے بھی فنا کا مرتبہ اور اخلاص کامل حاصل ہوسکتا ہے لہٰذا جاہل صوفیوں یا متعصب صوفیوں کو علماء شریعت پر طعن نہیں کرنا چاہئے۔ (رفیق حسنی)

● درویشی از مخلصاں ایں سلسلہ علیہ بحکم وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ از حال خود چنیں خبرے دہد کہ خواطر از قلب بحدی منتفی میگردد کہ اگر فرضا عمر حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بصاحب آں قلب بدہند ہرگز خاطری بر قلب عبور نکند نہ آنکہ او دریں متکلف باشد چہ ہرچہ بتکلف است موقت است دوام نمے پذیرد بلکہ دراتیاں خاطر اگر سالہا تکلّف نماید ہم میسر نشود تعین اربعین از تعمل وتکلف خبر میدہد وتعمل در مرتبہ طریقت است حقیقت آنست کہ از تعمل وتکلف وارہاند۔ یاد کرد در طریقت است و یادداشت در حقیقت (ص: ۲/۳۷۔ مکتوب ۶۰) بدانکہ یاد کرد عبارت از ذکر لسانی وقلبی است یعنی دور کردن غفلت راہذکر حق تعالیٰ (حاشیہ)

یادداشت عبارت از متوجہ بودن بحق تعالیٰ است بہر دم و بہر حال بر سبیل ذوق وبعض گفتہ اند حضور بے غیبت است ونزد اہل تحقیق استیلاء شہود حق بر دل بتوسط حب ذاتی کفایت از حصول یادداشت است وایں را مشاہدہ گویند وحق ایں است کہ مقام مذکور کہ توجہ تمام بحق است بدوں فناء تمام وبقاء کامل حاصل نمے شود ۱۲ (بحوالہ ضیاء القلوب)

ترجمہ: سلسلہ نقشبندیہ کے مخلص درویشوں سے ایک درویش نے قرآنی آیت ''وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ'' (ترجمہ: اور لیکن اپنے رب کی نعمتوں کے ساتھ پس بیان کرو) کے حکم کے مطابق اپنے حال سے اس طرح بیان کیا کہ قلب اور دل سے خطرے اور وسوسے اس حد تک منتفی ہوگئے ہیں کہ اگر بالفرض حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک صاحبِ قلب کو دے دیں ہرگز ایک خطرہ بھی اس کے دل پر نہیں گزرے گا نہ یہ کہ صاحبِ قلب اس میں تکلف کرنے والا ہے کیونکہ ہروہ چیز جو تکلف کے ساتھ ہے وہ موقت ہوتی ہے دوام قبول نہیں کرتی بلکہ اگر دل پر خطرہ لانے میں کئی سال تک تکلف اور کوشش کرے تب بھی خطرہ میسر نہیں ہوگا۔ چالیس روز کی تعیین تکلف اور بزور عمل کرنے سے خبر دیتی ہے اور بارادہ اور تکلف کے ساتھ عمل کرنا طریقت کے مرتبہ میں ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تکلف اور بزورو بمشقت عمل کرنے سے آزاد فرمادیں یاد کرنا طریقت میں ہوتا ہے اور یاد رہنا حقیقت میں ہوتا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے یاد کرد کا مفہوم ذکر لسانی اور قلبی ہے یعنی غفلت کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے دور کرنا ہے۔ اور یادداشت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہر دم اور ہر حال میں متوجہ ہونا۔ ذوقی طریقہ پر (علمی اور مذاکراتی طریقہ پر نہ ہو) بعض مشائخ نے فرمایا کہ یادداشت کا مفہوم حضور بغیر غیبت ہے اور اہلِ تحقیق کے نزدیک آدمی کے دل کے اوپر اللہ تعالیٰ کے شہود کا غلبہ ذاتی محبت کے واسطہ سے یادداشت کے حصول سے کفایت کرتی ہے اور اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ مشاہدہ کا مقام یہ ہے کہ ہر وقت پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے بغیر فناء تام اور فناء کامل حاصل نہیں ہوسکتا۔

● **توضیح:** حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی عبارت اگرچہ واضح ہے مگر بعض سالکین کی تفہیم کے لئے عرض ہے کہ آدمی کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کسی انعام اور اکرام یا مصائب سے نجات وغیرہا کی وجہ سے ہو تو اس محبت میں واسطہ حائل ہونے کی وجہ سے زوال اور انقطاع کا

امکان ہوتا ہے جب نعمت زائل ہوگی تو محبت بھی زائل ہوسکتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے کسی انعام وغیرہ کی وجہ سے نہیں جسکو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ حب ذاتی فرمارہے ہیں تو محبت کے انقطاع اور زوال کا اندیشہ نہیں ہوتا اور ذاتی محبت میں محبوب کی طرف سے ایلام اور مصائب بھی الفاظ کی طرح اچھے لگتے ہیں جس طرح آدمی کو اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ محبت ہوتی ہے اگر غیر عاقل بچہ گھر کے برتن توڑ دے پھر بھی پیارا لگتا ہے اور اس کی ہر ادا اچھی لگتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ ذاتی محبت ہے۔ اس بچے کی طرف سے انعام واکرام کی وجہ سے محبت نہیں۔ اسی طرح اگر بندے کی اپنے رب اور خالق کے ساتھ ذاتی محبت ہوجائے تو فناء اور بقاء حاصل ہوجاتا ہے اور بندے کے دل پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد چھائی رہتی ہے۔ ''**اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ حَبِیْبِکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ اَوْلَادِیْ وَ مَالِیْ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اجْعَلْہُ حُبًّا ذَاتِیًّا لِاَنَّ الْحُبَّ الذَّاتِیَ وَھْبِیٌّ لَا مُکْرِمَ بِہٖ اِلَّا اَنْتَ**. آمین (رفیق حسنی)

بدانکہ سالک تا زمانیکہ در طریقت و تصنع است و حقیقت و ملکہ حضور نہ پیوستہ در مقام یاد کرد است (بیت) دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار۔ میدار نہفتہ چشم دل جانب یار۔ دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال۔ در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال۔

ترجمہ: آپ جان لیں کہ سالک اس زمانے میں جب تک طریقت اور تصنع اور تکلف میں ہے اور حقیقت اور ملکۃ اور دائمی بلا تکلف حضور تک نہیں پہنچا وہ مقام ''یاد کرد'' میں ہے۔

مصرعہ: ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں آنکھیں بند رکھتا ہے دل یار اور محبوب کی طرف ہوتا ہے میں رکھتا ہوں ہر جگہ ساتھ ہر شخص کے ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھوں میں تیرا خیال۔

● چہ طلب بشر حصول مطلوب است و درد مقدمہ وصول بمقصود عزیز میفر ماید اگر نخواستی داد نداد ی خواست۔ (ص:۲/۳۸۔ مکتوب:۶۱)

ترجمہ: کیونکہ بشر کی طلب مطلوب کا حصول ہے اور درد اور تکلیف مقصود تک وصول کا مقدمہ اور وسیلہ ہے۔ عزیز فرماتا ہے: اگر دینا نہیں چاہتا تو چاہت ہی نہیں دیتا یعنی اللہ تعالیٰ مطلوب دینا نہ چاہے تو اسے طلب اور چاہت کی توفیق بھی نہیں عطا فرماتا۔ جب مطلوب کی چاہت دی ہے تو اس میں اشارہ ہے وہ دینا چاہتا ہے۔

● احکام شرعیہ را از علماء آخرت باید استفسار نمود سخن ایشاں را تاثیرے ہست شاید بہ برکت انفاس ایشاں بعمل آں موفق شود و از علماء دنیا کہ علم را وسیلہ مال و جاہ ساختہ اند دور باید بود مگر آنکہ علماء متقی پیدا نشوند بضرورت بقدر ضرورت بایشاں باید پرداخت۔

(ص:۲/۵۹۔ مکتوب:۷۳)

ترجمہ: شرعی احکام علماء آخرت سے پوچھے جائیں ان علماء آخرت کی بات میں تاثیر ہوتی ہے شاید ان کے نفسوں کی برکت سے اس حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا کی جائے علماء دنیا سے جو علم کو مال اور منصب حاصل کرنے کا وسیلہ بناتے ہیں، دُور رہنا چاہئے مگر یہ کہ صاحب تقویٰ علماء ظاہر نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت علماء دنیا کے ساتھ بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

● میدانم کہ اکثر ایں نصائح و مسائل بگوش آں فرزند رسیدہ باشد اما مقصود عمل است نہ مجرد علم بیمارے کہ علم بداروئے مرض خود دارد تا آں دارو نخورد صحت نمے یابد علم بدارو فائدہ نمیکند۔

(ص:۲/۶۰۔ مکتوب:۷۳)

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ یہ نصیحتیں اور مسائل اس فرزند کے کانوں میں پہنچ چکے ہیں مگر مقصود عمل ہے نہ فقط علم وہ بیمار جو اپنی بیماری کے دواء کا علم رکھتا ہے جب تک دوا نہیں کھائے گا

صحت نہیں پائے گا صرف دوا کا علم فائدہ نہیں دیتا۔

● ظاہر را بظاہر شریعت غرآ آراستن و باطن را ہموارہ با حق جل وعلاء داشتن کار عظیم است تا کدام صاحب دولت را بایں دو نعمت عظمیٰ مشرف سازند امروز جمع ایں دو نسبت بلکہ استقامت بر ظاہر شریعت تنہا نیز بسیار عزیز الوجود است۔ (ص:۷۷/۲۔مکتوب:۸۲)

ترجمہ: ظاہر کو روشن شریعت کے ساتھ مزین کرنا اور باطن کو حق جل وعلا کے ساتھ موافق کرنا عظیم کام ہے۔کون صاحب دولت ہے جس کو ان دو نعمتوں کے ساتھ مشرف کرتے ہیں آج ان دو نسبتوں کو جمع کرنا بلکہ تنہا ظاہر شریعت پر استقامت بھی نہایت کم پائی جاتی ہے۔

● راہ اطمینان قلب ذکر اللہ است سبحانہ نہ نظر و استدلال بیت۔ پائے استدلالیاں چوبیں بود۔ پائے چوبیں سخت بے تمکین بود، چہ در ذکر کسب مناسبت است بآنجناب قدس ہر چند ہیچ مناسبت نیست مالِلتراب و رب الارباب لیکن یک قسم علاقہ درمیان ذاکر و مذکور پیدا مے شود کہ موجب محبت مے گردو وچوں محبت مستولی شد غیر اطمینان ہیچ نیست و چوں کار باطمینان قلب رسید دولت نقد وقت روگشت۔ (ص:۸۴/۲۔مکتوب:۹۲)

ترجمہ: اطمینانِ قلب کا راستہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر اور یاد ہے نظر اور استدلال نہیں ہے۔ ''بیت'' استدلال کرنے والوں کے پیر لکڑیوں کے ہوتے ہیں اور لکڑیوں کے پیر سخت غیر مستحکم ہوتے ہیں۔کیونکہ ذکر اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے جبکہ بندے اور اس کے رب کے درمیان بالکل مناسبت نہیں ہے۔مٹی اور ارباب کے رب کے درمیان کیا مناسبت ہوسکتی ہے۔مگر ذکر سے ایک قسم کا علاقہ اور تعلق ذاکر اور مذکور کے درمیان پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا باعث ہوتا ہے اور جب محبت غالب ہوتی ہے سوائے اطمینانِ قلب کے کچھ نہیں رہتا اور جب اطمینان قلب تک کام پہنچ جائے تو یہ دولت نقد وقت ہوتی ہے۔

● چونکہ نزد حکماء مقرر است کہ مریض تا زمانیکہ از مرض بہ نشود ہیچ غذائے اورا سود مند نیست اگر چہ مرغ متنجن باشد بلکہ مقوی مرض است۔ (مصرع) ہر چہ گیرد علتی علت شود پس اول فکر ازالہ امراض او مینمایند بعد ازاں بغذا ہائے مناسب بتدریج اورا بقوت اصلی او مے آرند پس آدمی تا زمانیکہ بمرض قلبی مبتلا است، 'فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَرَضٌ' ہیچ عبادتی و طاعتی اورا نافع نیست بلکہ مضر است، 'رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَ الْقُراٰنُ یلْعَنُه' ،حدیث معروف است، 'وَرُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَ الظَّمْأُ' ،خبر صحیح اطباء امراض قلبیہ نیز اول بازالہ مرض امر مے فرمایند۔ وآں مرض عبارت از گرفتاری بغیر حق است سبحانہ بلکہ گرفتاری ست بخود چہ ہر کسے ہر چیز را کہ میخواہد برائے خود میخواہد اگر فرزند را دوست مے دارد برائے خود دوست مے دارد ہمچنیں اموال وریاست وحب جاہ۔ پس فی الحقیقت معبود او ہوائی نفس اوست تا زمانیکہ ازیں گرفتاری خلاصی نشود امید نجات بس مستبعد است بس بر علماء اولی الالباب وحکماء ذوی الابصار فکر ازالہ ایں مرض لازم است۔ (مصرعہ) درخانہ اگر کس است یک حرف بس است۔

(ص:۱۰۷/۲۔مکتوب:۱۰۵)

ترجمہ: چونکہ حکماء کے نزدیک ثابت ہے کہ مریض جب وقت تک صحیح نہیں ہوتا کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی اگر غذا روسٹ کیئے ہوئے مرغ ہوں وہ غذا مریض کے مرض کو تقویت دے گی۔مصرعہ: ہر چیز جو بیمار لیتا ہے وہ بیماری ہو جاتی ہے۔لہٰذا حکماء پہلے اس کے امراض کا ازالہ کرتے ہیں اس کے بعد تدریجاً مناسب غذا کے ساتھ مریض کو اصلی قوت میں لے آتے ہیں۔اسی طرح آدمی جب قلبی مرض میں مبتلا ہے(ان کے دلوں میں مرض ہے) کوئی عبادت اور طاعت اس کو نفع نہیں دیتی بلکہ اس کے لئے مضر ہوتی ہے(کچھ لوگ قرآن کی

تلاوت کرتے ہیں حالانکہ قرآن ان پر لعنت کررہا ہوتا ہے) مشہور حدیث ہے کہ کچھ لوگ روزے رکھنے والے ان کے لئے روزوں سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر بھوک اور پیاس۔صحیح حدیث ہے۔امراض قلب کے طبیب اور معالج بھی پہلے دل کے امراض زائل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور دل کی بیماری حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہونا ہے بلکہ آدمی اپنے ساتھ گرفتار ہے کیونکہ ہر شخص جو چاہتا ہے وہ اپنے لئے چاہتا ہے اگر بیٹے کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے دوست رکھتا ہے اسی طرح اموال اور رئیس ہونا اور منصب کی محبت پس حقیقت میں آدمی کا معبود اپنے نفس کی خواہش ہے جب تک آدمی اس گرفتاری سے نجات حاصل نہیں کرے گا نجات کی امید مشکل ہے۔پس علماء دانشور اور حکماء اصحاب بصیرت پر اس مرض کے ازالہ کی فکر لازم ہے۔مصرعہ: گھر میں اگر کوئی شخص ہے اسے ایک حرف کافی ہے۔

● ظہور خوارق نہ از ارکان ولایت است ونہ از شرائط آں بخلاف معجزہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ از شرائط مقام نبوت است (تا) تواند بود کہ از ولی اقرب ظہور خوارق اقل باشد واز ابعد اکثر خوارقے کہ از بعض اولیاء ایں امت بظہور آمدہ از اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عشر عشیر آں ظہور نیامدہ با آنکہ افضل اولیاء بمرتبہ ادنائے صحابی نرسد۔

(ص:۱۰۸/۲۔مکتوب:۱۰۶)

ترجمہ: کرامتوں کا ظہور نہ ولی ہونے کے ارکان سے ہے اور نہ اس کی شرائط سے مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ جو کہ نبوت کے شرائط سے ہے۔(تا) مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اقرب اور اکمل ولی سے کرامتوں کا ظہور کم تر ہو اور ولی ابعد اور غیر اکمل سے کرامتوں کا ظہور کثیر ہو۔وہ کرامتیں جو اس امت کے اولیاء سے ظاہر ہوئی ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کرامتوں کا عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوا باوجودیکہ اولیاء میں افضل ولی ادنیٰ

صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

● شریعت راصورتے است وحقیقتے صورتش آنست کہ علماء ظواہر بہ بیان آں متکفل اند و حقیقتش آنکہ صوفیہ علیہ بآں ممتاز اند۔ (ص:۵۷/۳۔مکتوب:۱۷۲)

ترجمہ: شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔اس کی صورت وہ ہے جس کو علماءظواہر بیان کرنے کے ضامن ہیں اور شریعت کی حقیقت یہ ہے جس کے ساتھ بلند مرتبہ صوفیہ ممتاز ہیں۔

● اما باید دانست کہ صاحب رجوع ہمچنانکہ درقرب و یقین اکمل است در مقامات نیز اکمل است لیکن ایں کمالات اورا مستور ساختہ اند و برائے دعوت خلق وحصول مناسبت بخلائق کہ سبب افادہ واستفادہ است ظاہر اورا ہمچو ظاہر عوام الناس گردانیدہ ایں مقام بالاصالۃ مقام انبیاء مرسل است علیہم الصلوٰت و التسلیمات لہٰذا حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام طلب اطمینان قلب نمودہ و درحصول یقین در رنگ عوام الناس محتاج برویہ بصریہ گشت وحضرت عزیر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گفت اَنّٰی یُحِیُ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا وآنکہ رجوع نکردہ است از یقین خود گفتہ ''لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ ما ازْدَدْتُ شیئًا ایں کلام اگر ثابت شود کہ از حضرت امیر است کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پس حمل برآں باید کرد کہ پیش از حصول رجوع فرمودہ باشند چہ بعد از رجوع صاحب رجوع در رنگ عوام الناس درحصول یقین محتاج بدلائل و براہین است ایں درویش را پیش از رجوع جمیع معتقدات کلامیہ بدیہی شدہ بود ویقین آں معتقدات را زیادہ از یقین محسوسات مے یافت اما بعد از رجوع آں یقین مستور شد و در رنگ عوام الناس محتاج بدلائل و براہین گشت۔

ع چنانکہ پرورشیم مید ہند میرویم والسلام

(ص:۶۸/۳۔مکتوب:۱۸۱)

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ خلق کی طرف اصحاب رجوع علماء اور صلحاء جس طرح قرب باری تعالیٰ اور یقین کے ساتھ اکمل ہیں ولایت کے مقامات میں بھی وہ اکمل ہیں لیکن ان کمالات کو اصحاب رجوع مستور رکھتے ہیں اور خلق کی دعوت کے لئے اور خلق کے ساتھ مناسبت حاصل کرنے کے لئے جو کہ افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اپنے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر لیتے ہیں۔ اصل میں یہ مقام ارسال کردہ مقام انبیاء کا ہے (ان پر صلوات اور تسلیمات ہوں) اسی مناسبت کے لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن (ہمارے نبی اور آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو) نے اطمینان قلب طلب کیا اور یقین کے حصول کے لئے عوام الناس کے رنگ مے رویت بصریہ کے محتاج ہوئے اور حضرت عزیر (ہمارے نبی اور ان پر صلوٰۃ وسلام ہو) نے فرمایا: اس بستی والوں کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اور وہ آدمی جس نے رجوع نہیں کیا اس نے اپنے یقین کے متعلق فرمایا: اگر پردے ہٹا دیئے جائیں تو کشف کسی شے میں زیادتی نہیں کرے گا۔ یہ کلام حضرت علی کرمہ اللہ وجہہ سے ثابت ہے۔ آپ کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے یہ کلام رجوع سے پہلے فرمایا ہوگا مگر رجوع کے بعد صاحب رجوع ولی عوام الناس کے رنگ میں یقین کے حصول میں دلائل اور براہین کا محتاج ہوتا ہے۔ اس درویش (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) کو رجوع سے پہلے جمیع معتقدات کلامیہ بدیہی اور روشن کر دیئے گئے تھے اور ان معتقدات نظریہ کا یقین محسوسات کے یقین سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔ مگر رجوع کے بعد وہ یقین مستور اور پوشیدہ ہوگیا اور عوام کے رنگ دلائل اور براہین کا محتاج ہوگیا۔ جس طرح کسی نے کہا مصرعہ: جس طرح ہمیں پرورش دیں گے اسی طرح ہم اُگیں گے اور بڑے ہوں گے۔

● وشک نیست کہ نفل را باندازہ فرض ہیچ اعتداوے نیست کا شکے حکم قطرہ داشت نسبت بدریا محیط بلکہ نفل را باندازہ سنت نیز ہمیں نسبت است اگر چہ درمیان سنت وفرض نیز نسبت

قطرہ و دریا است پس تفاوت درمیان دوقرب از ینجا قیاس باید کرد و مزیت عالم خلق را بر عالم امر ازیں تفاوت باید دانست اکثر خلائق چوں ازیں معنی نصیب ندارند فرائض را خراب ساختہ در ترویج نوافل میکوشند صوفیہ خام ذکر و فکر را از اہم مہام دانستہ در اتیان فرائض و سنن مساہلات مے نمایند و اربعینات و ریاضات را اختیار نمودہ ترک جمعہ و جماعت مے کنند نمیدانند کہ ادا یک فرض بجماعت از ہزاراں اربعین ایشاں بہتر است آرے ذکر و فکر بامراعات آداب شرعیہ بہتر و مہم تر است و علماء بے سرانجام نیز در ترویج نوافل سعی دارند و فرائض را خراب و ابتر مے سازند مثلاً نماز عاشورا کہ از حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بصحت نہ پیوستہ است بجماعت و جمعیت تمام میگذارند (تا) و در ادائے فرائض کسل مے ورزند۔ (ص:۸۸/۴۔مکتوب:۲۶۰)

ترجمہ: اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں رکھتی کاش نفل کو فرض کے ساتھ قطرہ کی جو دریا محیط سے نسبت ہے وہی نسبت ہوتی بلکہ نفل کو سنت کے ساتھ بھی یہی نسبت ہے اگر سنت اور فرض کے درمیان نسبت قطرہ اور دریا کی ہے پس دوقربوں (قرب بواسطہ نفل اور قرب بواسطہ فرض) کے درمیان تفاوت اور فرق کو اسی پر قیاس کیا جائے گا۔اور عالم خلق کی عالم امر پر فضیلت کو اسی تفاوت سے سمجھا جائے لوگ جب اسی مفہوم سے بے نصیب ہوتے ہیں فرائض کو خراب کر کے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔صوفیہ خام (کچے صوفی) ذکر اور فکر کو سب اہمیت والے امور سے اہم تر جانتے ہوئے فرائض اور سنن کے ادا کرنے میں سستی اور تساہل کرتے ہیں اور چالیس دن کے چلے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ اور جماعت ترک کر دیتے ہیں اور صوفیاء یہ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے کیونکہ ذکر اور فکر آداب شرعیہ کی رعایت کے بعد ہی بہتر اور اہم ہے اور علماء بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں کوشش

کرتے ہیں اور فرائض کو خراب اور ابتر کردیتے ہیں۔ مثلاً عاشورمحرم کی نماز جو آنحضرت ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت نہیں جماعت اور جمعیت کے ساتھ پڑھاتے ہیں (تا) اور فرائض کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں۔

● ہمارے دور میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ صوفیاء اور علماء نے نوافل کی جماعتیں شروع کرادی ہیں مگر فرائض کی ادائیگی کی اہمیت نہیں بتاتے۔ ساری ساری رات سیرت اور میلاد النبی ﷺ اور گیارھویں شریف کے جلسے اور محافل نعت قائم کی جاتی ہیں اور لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں مگر فرض نمازیں خصوصاً فجر کی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اگر کوئی عالم فجر کی نماز پڑھ بھی لیتا ہے تو گھر میں فٹافٹ بغیر تعدیل ارکان فرض پڑھ کر سوجاتا ہے مگر جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا بلکہ بعض علماء نماز ہی نہیں پڑھتے اور نام نہاد پیران صاحبان اول تو نماز ہی نہیں پڑھتے اگر پڑھ لیں بغیر جماعت یا جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھ لیتے ہیں حالانکہ مسجد کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ افسوس یہ ہوتا ہے کہ علماء واعظین اور مقررین اور مدرسین اور معلمین سب اس امر میں شریک ہیں کہ نماز باجماعت ادا کرنے کو اہمیت نہیں دیتے حتی کہ شیخ الحدیث والتفسیر کہلانے والے اساتذہ بھی مدرسہ میں قیام کے کمرے میں نماز پڑھ لیں گے مگر مسجد میں آنا پسند نہیں فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

● "واما کلام بعض الصوفیه المذکور سابقا فی نفی الاختیار او ضعفه فاعلم ان کلامهم ان لم یکن مطابقا باحکام الشریعة فلا اعتبار له اصلا فکیف یصلح للحجة و التقلید وانما الصالح للحجة و التقلید اقوال العلماء من اهل السنة فما وافق اقوالهم من کلام الصوفیه یقبل وما خالفهم لا یقبل علی انا نقول ان الصوفیة المستقیم

الاحوال لم يتجاوزوا الشريعة اصلا لا فی الحال ولا فی الاعمال ولا فی الاقوال ولا فی العلوم والمعارف ويعلمون ان بقية الخلاف مع الشريعة ناشية عن سقم فی الحال وخلل فيه ولو صدق الحال ما خالف الشريعة الحقة و بالجملة خلاف الشريعة دليل الذندقة و علامة الالحاد غاية ما فی الباب ان الصوفی لو تكلم بكلام مخالف للشريعة ناشٍ عن الكشف فی غلبة الحال وسكر الوقت فهو معذور وكشفه غير صحيح و غير صالح للتقليد بل ينبغی ان يحمل كلامه ويصرف عن ظاهره فلان كلام السكاریٰ يحمل و يصرف عن الظاهر. (ص:۵/۸۸۔مکتوب:۲۸۹)

ترجمہ: اور لیکن سابق ذکر شدہ بعض صوفیوں کے کلام اختیار کی نفی میں یا اختیار کے ضعف میں پس آپ جان لیں اگر بعض صوفیاء کا کلام احکامِ شریعت کے مطابق نہیں ہے تو اس کلام کا بالکل اعتبار نہیں ہے پس وہ کلام حق ہونے اور تقلید کرنے کی کس طرح صلاحیت رکھتا ہے بے شک حجۃ اور تقلید کی صلاحیت اہل سنت کے علماء کے اقوال ہیں۔ پس صوفیاء کی کلام جو علماء اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو وہ قبول کی جائے گی اور جو مخالف ہے وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں وہ صوفیاء جو مستقیم الاحوال ہیں وہ شریعت سے بالکل تجاوز نہیں کرتے نہ حال میں اور نہ اعمال میں اور نہ احوال میں اور نہ علوم اور معارف میں اور وہ جانتے ہیں شریعت کی مخالفت کی بقاء حال میں ضعف اور خلل کی وجہ سے ہے اگر حال صادق ہوتا تو شریعت حقہ کے مخالف نہ ہوتا۔ حاصل کلام شریعت کی مخالفت زندیقیت کی دلیل ہے اور الحاد اور بے دینی کی علامت ہے۔ نہایت اس کی جو اس سلسلہ میں واقع ہے

بے شک صوفی اگر ایسی کلام کے ساتھ کلام کرے جو علماء اہل سنت کے اقوال کے مخالف ہے غلبہ حال اور وقت کے سکر میں کشف سے پیدا ہوئی ہے۔ پس وہ صوفی معذور ہے اور اس کا کشف صحیح نہیں اور تقلید کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ مناسب ہے کہ اس کی کلام ظاہر سے پھیر دی جائے اور صحیح مفہوم پر محمول کی جائے کیونکہ نشہ میں مست لوگوں کی کلام صحیح مفہوم پر محمول کی جاتی ہے اور ظاہر سے پھیر دی جاتی ہے۔

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مذکورہ مکتوبات آج کے صوفیاء اور علماء کی رہنمائی کے لئے نقل کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

● حدیث شریف میں ہے: ''اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا. قِيْلَ: وَ مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: مَجَالِسُ الذِّكْرِ'' (ترجمہ: جناب سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: جب جنت کے باغوں سے گزر وان باغوں کے پھل کھایا کرو۔ عرض کیا گیا: جنت کے باغ کونسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کی مجلسیں۔) صلحاء اور علماء کی مجالس میں جا کر علم الظاہر اور علم الباطن حاصل کرنا فرض ہے اور علماء سوء اور فتنہ پرور علماء اور صوفیاء سے دور رہنا فرض ہے۔

مگر ہمارے زمانے کے اکثر واعظین اور مقررین اور نام نہاد علماء اور فن کاروں کی فنی اور رسمی اور طلب دنیا کے لئے تقریریں ہوتی ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کو فرقوں میں تقسیم اور فساد اور جدال پیدا کرنے کے لئے تقریریں اور تبلیغیں انتہائی سفالت اور گراوٹ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ تقریریں لوگوں کی ہدایت کی بجائے گمراہی اور عصیان کا باعث ہوتی ہیں۔ ایسی تقریروں سے دور رہنا ضروری ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے زمانے میں بھی بعض رسمی واعظین ہوتے تھے، جن کی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اجمعین نے مذمّت فرمائی ہے۔ چنانچہ ''احیاء العلوم'' میں ہے :

● ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر آ گئے اور فرمایا:

مَا اَخْرَجَنِیْ اِلَّا الْقَاصُّ وَ لَوْلَاہُ لَمَا خَرَجْتُ

ترجمہ: ''مجھے مسجد سے نہیں نکالا مگر قصّہ خواں واعظ نے، اگر وہ نہ ہوتے تو میں مسجد سے خارج نہ ہوتا۔''

● حضرت حمزہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سُفیان ثوریؒ سے عرض کیا کہ ہم قصّہ خواں مقررین اور واعظین کا استقبال کیا کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا کہ 'بدعات کو پیٹھ کے پیچھے پھینکو۔'

● حضرت اعمشؒ جامع مسجد بصرہ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک واعظ بیان کر رہا تھا کہ 'ہمیں اعمش نے بیان کیا، حضرت اعمش لوگوں کے درمیان واعظ کے آگے بیٹھ گئے اور قمیض اُتار کر اپنی بغلوں کے بال اکھیڑنا شروع کر دیئے، واعظ نے کہا

یَا شَیْخُ اَلَا تَسْتَحیٖ ؟

ترجمہ: ''اے شیخ تجھے حیاء نہیں آتی۔''

آپ نے جواب دیا:

لِمَ ؟ اَنَا فِیْ السُّنَّۃِ وَاَنْتَ فِیْ الْکِذْبِ وَاَنَا الْاَعْمَشُ مَا حَدَّثْتُکَ

ترجمہ: ''میں کیوں حیاء کروں؟ میں بغلوں کے بال لے کر سُنّت پر عمل کر رہا ہوں اور تو جھوٹ بول رہا ہے، میں اعمش ہوں، میں نے تجھے یہ بیان نہیں کیا، جو تو میری طرف نسبت کر کے بیان کر رہا ہے۔''

● حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں 'اکثر واعظین جھوٹے ہوتے ہیں۔'

● حضرت علیؓ نے جامع مسجد بصرہ سے ایک واعظ کو نکال دیا تھا، مگر حَسن بصری جو کہ اسی مسجد میں تقریر فرما رہے تھے اور آخرۃ کے علوم بیان فرما رہے تھے، حضرت علیؓ نے ان کو نہیں

نکالا، کیونکہ حضرت حسن بصری علماءِ آخرت سے تھے۔

● حضرت حسن بصری کی مجلس ذکر و وعظ جیسی مجالس کے متعلق فرمایا گیا:

''حُضُوْرُ مَجْلِسِ ذِکْرٍ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاۃِ اَلْفِ رَکْعَۃٍ وَحُضُوْرُ مَجْلِسِ عِلْمٍ اَفْضَلُ مِنْ عِیَادَۃِ اَلْفِ مَرِیْضٍ وَ شُھُوْدِ اَلْفِ جَنَازَۃٍ . وَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مِنْ قِرْءَ ۃِ الْقُرْاٰنِ ؟ قَالَ ھَلْ تَنْفَعُ قُرْءَ ۃُ الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِالْعِلْمِ''

(رواہ ابوذرؓ۔ بحوالہ احیاء العلوم)

ترجمہ: ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا، ہزار رکعت نماز سے افضل ہے اور علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار مریض کی عیادت کرنے اور ہزار نمازِ جنازہ میں شریک ہونے سے افضل ہے۔ پس عرض کی گئی، یا رسول اللہ ﷺ کیا قرآن کی تلاوت اور قرأت سے بھی علم کی مجلس افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا 'قرآن کی تلاوت نہیں نفع دیتی مگر علم کے ساتھ۔'

● یعنی علم کی مجلس میں حاضر ہونا قرآن کی تلاوت سے بھی افضل ہے۔ لہٰذا صالح عالم اور واعظ کی مجلس میں جانا چاہئے۔

● امام احمد بن حنبل نے فرمایا، ''اگر واعظ سچّی حکایات اور واقعات بیان کرے تو اس کی مجلس میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر جھوٹی حکایات اور اقوال ذکر کرنے والے کی مجلس میں جانا حرام ہے، کیونکہ ایسی حکایات سے گمراہی پھیلتی ہے۔''

● قرآن و حدیث اور سچّے اقوال بیان کرنے سے مقصود بھی عوام کی رہنمائی اور دین ہونا چاہئیے۔ اگر واعظ دنیا کے لالچ میں قرآن و حدیث بیان کرتا ہے تو اس کے لئے قرآن و حدیث بیان کرنا بھی وبال ہے، مگر عوام کو ایسی مجالس میں جانا چاہیئے تا کہ علم اور عمل کی توفیق ملے۔

● نیز عوام کے اجتماع میں واعظ کو نہایت دقیق اور باریک نکات اور مسائل بیان نہیں کرنا

چاہیئے ، کیونکہ اس سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہوتا ہے۔

● بعض واعظین صوفیہ کا دعویٰ کرنے والے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نہایت باریک اختلافی مسائل عوام میں بیان کرنا شروع کردیتے ہیں۔وجودی صوفیاء کی بحثیں عوام کے لئے نہایت مضر ہوسکتی ہیں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الموجود میں عام لوگ فرق نہیں سمجھ سکتے وحدۃ الوجود والوں کے نزدیک ایک ذات موجود ہے، دوسرے وجود کی نفی ہے اور وہ ممکن کا وجود انتزاعی اور اختراعی مانتے ہیں جس پر عدم صادق آتا ہے۔ممکن کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین نہیں مانتے۔لہٰذا وحدۃ الوجود کا عقیدہ کفر نہیں ہے، لیکن وحدۃ الموجود کا عقیدہ یہ کہ ممکن اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہے صرف ایک موجود ہے، کفر ہے۔اس لئے ایسی بحثوں کا عام مجالس میں بیان کرنا جائز نہیں ہے تا کہ عوام وحدۃ الوجود سے وحدۃ الموجود کا عقیدہ نہ بنالیں۔

● اسی قسم کے بعض صوفی حضرت حسین بن منصور حلّاج کے قول ''اَنَا الْحَقّ'' اور بایزید بسطامی کے قول ''سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی ''جیسے اقوال سے استدلال کر کے لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔حتّٰی کہ باری تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اتحاد کے جھوٹے دعویٰ کی آڑ میں احکام شرعیہ کے ساتھ مکلّف ہونے کا انکار کر دیتے ہیں۔لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ ۔وہ کہتے ہیں 'جب اللہ تعالیٰ احکام شرعیہ کے ساتھ مکلّف نہیں ہے تو اس کا اتحادی آدمی احکام شرعی کا مکلّف کیسے ہوسکتا ہے؟'

باقی رہا سیّدنا بایزید بسطامی کا 'سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی ' کہنا، تو اس قول کے متعلق علماء نے متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔

اوّل : یہ کہ اس کلام کی نسبت حضرت بایزید بسطامی کی طرف صحیح نہیں ہے، آپ نے یہ کلمات ادا نہیں فرمائے۔

دوم : یہ کہ یہ کلمات حالتِ سُکر میں کہے گئے اور سُکر کی حالت میں کلام تحت الاختیار نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے ایسی کلام کا اعتبار نہیں ہوتا اور قائل پر کوئی حکم نہیں لگایا جاتا۔

سوم : یہ کہ حضرت بایزید بسطامی نے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور حکایت بیان فرمائے یعنی ھُوَ یَقُوْلُ سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَاْنِی ' مگر لوگوں کے سماع میں صرف 'سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَاْنِی ' مسموع ہوا۔ جس طرح کوئی کسی کو کہتا سُنے ''اِنّیِ اَنَا اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِی '' یہ اقوال قرآنی قائل کی طرف سے بطور حکایت ہیں، العیاذً باللہ، خود آدمی اپنے لئے نہیں کہہ رہا۔ (احیاء العلوم)

● اور حضرت حسین بن منصور بن حلاّج کے قول 'اَنَا الْحَقّ ' کی بھی تاویلات کی جائیں گی، مگر اس قول سے وحدۃ الموجودین پر استدلال نہیں کیا جائے گا۔

● الحاصل، ایسی حکایات اور مسائل کا عوام کی مجالس میں ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جن عبارات کا مفہوم قائل کو تو معلوم ہو، مگر سامعین کو سمجھ نہ آئے، یا ایسی عبارات کا ذکر جن کا مفہوم خود قائل کو بھی معلوم نہ ہو اگرچہ بظاہر وہ کلام بہت پسند آنے والی ہو عوام کی مجالس میں ذکر نہ کی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''مَا حَدَّثَ اَحَدُ کُمْ قَوْلاً بِحَدِیْثٍ لَا یَفْقَھُوْنَہٗ اِلَّا کَانَ فِتْنَۃً عَلَیْھِم''

(احیاء العلوم)

ترجمہ: ''کوئی ایک تمہارا نہیں بیان کرے گا ایسی کلام کسی قوم کو جس کو وہ نہیں سمجھتی، مگر وہ ان کے اوپر فتنہ ہو جائے گی۔''

● اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''کَلِّمُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَ دَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ یُکَذَّبَ اللّٰہُ

وَرَسُوْلُه،'' (بخاری)

ترجمہ: ''لوگوں کے ساتھ ایسی کلام کے ساتھ بات کرو جس کو وہ جانتے ہوں اور جس کلام کو نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو، کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔''

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :

مَنْ وَضَعَ الْحِكْمَةَ فِيْ غَيْرِ اَهْلِهَا فَقَدْ جَهَلَ وَمَنْ مَنَعَهَا اَهْلَهَا فَقَدْ ظَلَمَ

ترجمہ: ''جس شخص نے علم اور حکمت غیر اہل کو بیان کی وہ جاہل ہے اور جس شخص نے علم اور حکمت ان کے اہل سے روک لی وہ ظالم ہے۔''

● اسی طرح باطنیہ فرقے کی طرح الفاظ کو شرعی معانی اور مفاہیم سے ہٹا کر اپنی رائے اور تاویل کے مطابق قرآن اور حدیث کے معانی بیان کرنا بھی گمراہی پھیلانا ہے اور سخت حرام ہے۔ مثلاً باطنیہ فرقہ والے فرعون سے مراد قلب اور دِل لیتے ہیں ''اِذْهَبْ اِلىٰ فِرْعَوْنَ اَنَّه، طَغٰى '' کا معنی یہ کرتے ہیں 'اے موسیٰ دِل کی طرف جا کیونکہ وہ باغی ہے۔' اسی طرح ''اَلْقِ عَصَاكَ '' کے اندر 'عصا' کے معنی ''ہر وہ چیز جس پر اعتماد ہو'' کرتے ہیں۔ حالانکہ فرعون سے ایک شخص مراد ہے اور عصاء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا مراد ہے۔

اس قسم کے لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّءُ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: جس شخص نے قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے کے ساتھ کی وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے۔''

● لیکن اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآن مجید کی ایسی تاویلات اور معانی ذکر کرنا

جن پر نقل یا لغت دلالت کرتی ہو، ممنوع ہیں۔ کیونکہ علماء کرام کا قرآن وحدیث کی نقل اور لغت کے مطابق مختلف معانی مستنبط کرنا جائز ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عبّاسؓ کے لئے دعاء فرمائی :

"اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْه' التَاْوِیْلَ" (احیاءالعلوم)

ترجمہ: "اے اللہ! ابن عباسؓ کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔"

قرآن مجید کی ایسی تاویلات کا استنباط اور بیان کرنا، جن سے مقصود شرع شریف کی تائید ہو، جائز ہے۔ (احیاءالعلوم)

علماءِ سُوٗ کا ذکر :

● اگر علماءِ سُوٗ دین اور شرع کو مہمل بنانے کی غرض سے من گھڑت تاویلات کرتے ہیں، ان کا بیان کرنا حرام ہے۔اس لئے جب رسول اللہ ﷺ سے "شَرُّ الْخَلْقِ" کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے بیان کرنے سے انکار کردیا، اور فرمایا" اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ " حتّٰی کہ جب بہت اصرار ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا،"ھُمْ عُلَمَاءُ السُّوْءِ وَ شَرُّ الْخَلْقِ" علماءسوء ہیں۔ (احیاء)

● سلف صالحین اور علماء حق اور ان کے علوم ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ نئے علوم اور ماڈرن علماءِ سُوٗ ظاہر ہورہے ہیں، جن کا مقصد فساد اور فتنہ پیدا کرنا ہے۔ ہمارے دَور کے پرویزی اور احمدی علماء، علماءِ سُوٗ میں شمار ہوتے ہیں، جنہوں نے قرآن مجید کی ایسی تاویلات ذکر کی ہیں جو شرع پاک اور دین مصطفوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے سراسر مخالف ہیں۔(رفیق حسنی)

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

’’بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیباً وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرْبَاءِ فَقِیْلَ مَنِ الْغُرْبَاءُ ؟ قَالَ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَهُ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِیْ وَالَّذِیْنَ یُحْیُوْنَ مَا اَمَاتُوْهُ مِنْ سُنَّتِیْ‘‘ (ترمذی شریف)

ترجمہ: ’’اسلام غریب شروع ہوا عنقریب جیسے شروع ہوا تھا اسی طرف لوٹ جائے گا پس خوشخبری ہو غرباء کے لئے۔عرض کی گئی غرباء کون ہیں؟ فرمایا،’وہ علماء ہیں جو میری سنّتوں‘ جن کو لوگوں نے فاسد کردیا ہوگا‘ کی اصلاح کریں گے اور جن سنّتوں کو لوگوں نے ترک کردیا ہوگا،ان کو زندہ کریں گے۔‘‘

● دوسری روایت میں ہے :

’’هُمُ الْمُتَمَسِّكُوْنَ مَا اَنْتُمْ عَلَیْهِ الْیَوْم‘‘

ترجمہ: ’’وہ مضبوطی سے اس دین کو پکڑنے والے ہوں گے جس پر تم آج قائم ہو۔‘‘

● اور ایک روایت میں ہے :

’’اَلْغُرُبَاءُ نَاسٌ قَلِیْلٌ صَالِحُوْنَ بَیْنَ نَاسٍ کَثِیْرٍ مَنْ یُبْغِضُهُمْ فِی الْخَلْقِ اَکْثَرُ مِمَّنْ یُحِبُّهُمْ‘‘

ترجمہ: ’’غرباء تھوڑے صالح لوگ ہیں، کثیر لوگوں میں صالح اور نیک ہیں خلق میں اُن سے بغض رکھنے والے لوگ،اُن کے ساتھ محبت کرنے والوں سے زیادہ ہوں گے۔‘‘

● آج علمائے آخرت کے علوم غریب ہو چکے ہیں،وہ بہت قلیل ہیں،ان سے بغض رکھنے والے محبت کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔اللہ تعالیٰ علمائے حق کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور علمائے سوء کے شر سے محفوظ فرمائے۔

علوم محمودہ سے ایک خاص مقدار کے محمود ہونے کا بیان :

محمود اور غیر محمود ہونے کے اعتبار سے علم کی تین اقسام ہیں، ایک قسم یہ کہ علم کا قلیل اور کثیر غیر محمود ہو، دوسری قسم یہ کہ علوم کا قلیل اور کثیر محمود ہو، اور تیسری قسم یہ کہ بقدر کفایہ محمود اور کفایہ سے زائد غیر محمود۔

مذموم علم : وہ علم جس کا آج کل قلیل اور کثیر مذموم ہے۔اس سے مراد وہ علم ہے جس کے قلیل اور کثیر میں کوئی فائدہ نہ ہو نہ دنیاوی فائدہ ہو اور نہ دینی۔جس طرح جادو کا علم او رطلسمات کا علم، اس شخص کے حق میں جو ضرر پہنچانے کی غرض حاصل کرتا ہے، سارا علم مذموم ہے۔

محمود علم : وہ علم جس کا قلیل اور کثیر محمود ہے، وہ علم الباطن اور تصوف ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور افعال کی معرفت اور آخرت کے لئے مفید اور مضر اعمال کی معرفت۔یہ علم قلیل او رکثیر محمود ہے۔ یہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔اس علم کی گہرائیوں میں جانے والے حسبِ درجہ بدرجہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اور علماء راسخ فی العلم ہیں۔یہ علم ایسا پوشیدہ علم ہے جو کتابوں میں مذکور نہیں ہے اور نہ ہی لکھا جا سکتا ہے۔یہ ذوقی علم ہے جس طرح شہد اور شکر کا میٹھا ہونا ذوقی علم ہے۔ان سے مٹھاس کا علم چکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔میٹھا میٹھا، لکھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔اسی طرح عرفان بھی ذوقی علم ہے جو چکھتا ہے اسی کو علم ہوتا ہے کسی دوسرے کو علم نہیں ہوتا۔

● ابتداء میں اس علم کے حصول میں علماء طریقت اور صالحین کے احوال پڑھنا معاون ہوتا ہے اور آخر میں اس علم کے حصول میں مجاہدات اور ریاضات اور تزکیۂ قلب او رانبیاء کرام علیہم السلام کی اتباعِ کامل اور صالحین کی مشابہت معاون ہوتی ہے، لیکن سالک اور طالب کو

اس علم کا اتنا حصہ ملتا ہے جو اس کا مقدر ہوتا ہے۔محنت کی مناسبت سے ملنا ضروری نہیں، کیونکہ یہ علم وہبی ہے۔**ذالک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء** ۔ مجاہدات اس علم کی چابی ہیں۔(احیاء)

● باقی علوم فقہ اور تفسیر اور حدیث اور دیگر فنی علوم بقدر کفایت محمود اور ضروری ہیں اور ان علوم میں تبحر اور انتہائی مہارت ہر آدمی پر فرض نہیں ہے، بلکہ یہ فرض کفایہ ہے، مثلاً مفتی اور قاضی کے لئے فقہ میں مہارت کاملہ تو فرض عین اور ضروری ہے۔ ہر آدمی کے لئے فقہ میں مہارت کاملہ فرض عین نہیں ہے، مگر ہر مسلم عاقل، بالغ، مرد اور عورت کے لئے اعمال شرعی نماز، روزہ اور صاحبِ استطاعت کے لئے حج اور صاحبِ نصاب کے لئے زکوٰۃ اور مجاہد کے لئے جہاد اور ہر پیشہ ور کے لئے اس کے پیشہ کے بقدر کفایت مسائل جاننا فرض عین ہے۔مثلاً زوجین کے لئے جنسی عمل کے مسائل اور جنسی عمل کے لوازمات جاننا فرض عین ہے۔درزی (ٹیلر ماسٹر) کو کپڑے سلائی کرنے کے مسائل جاننا فرض عین ہے۔چونکہ ہر علم محمود میں تین درجے ہوتے ہیں، اقل، اوسط اور کمال۔ ہر علم میں کمال اور مہارت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔یعنی عوام کی ضرورت کے لئے ہر علم اور ہر فن میں بعض لوگوں کا مہارت حاصل کرنا فرض ہے، تا کہ دین اور دنیا کا کاروبار چلتا رہے، مثلاً طبّ اور علاج میں بعض خواتین اور مردوں کے لئے مہارت حاصل کرنا فرض عین ہے تا کہ خواتین ڈاکٹر، خواتین کا علاج کرسکیں اور مرد ڈاکٹر مردوں کا علاج کرسکیں۔اسی طرح ہر محکمہ میں بعض ماہرین کا ہونا ضروری ہے۔ انجینئر اور سائنسدان اور دفاعی ماہرین اور اقتصادی ماہرین اور فضائی جہازوں کے پائلٹ اور بحری جہازوں کے کپتان اور انجینئر، غرض ہر شعبۂ زندگی کے لئے حسبِ ضرورت بعض ماہرین کا ہونا فرض ہے۔(رفیق حسنی)

● معلوم ہوا کہ عصری علوم انگریزی اور سائنس اور جغرافیہ اور حساب اور کمپیوٹر وغیرہ میں بھی

مہارت حاصل کرنا فرض کفایہ اور عبادت ہے، جب جادو جیسا مضر علم اس نیت سے حاصل کرنا کہ جادو کا علاج کیا جا سکے، جائز بلکہ فرض ہے،تو دنیاوی عصری علوم جن کے بغیر کاروبار زندگی نہیں چل سکتے، حاصل کرنا کیوں فرض نہیں ہوں گے اور ہر فرض پر عمل کرنے میں ثواب ملتا ہے بشرطیکہ ثواب اور اجر کی نیت سے ہوتو عصری علوم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے میں اجر وثواب ہوگا بشرطیکہ نیت رزق حلال اور دین کی خدمت ہو۔

● یہ سمجھنا کہ صرف قدیم علوم بلکہ صرف شرعی علوم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے میں ثواب ہے باقی علوم میں ثواب نہیں، غلط ہے، بلکہ لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر عصری علوم بھی شرعی علوم کا ایک حصہ ہیں کیونکہ شرعی علوم وہ ہوتے ہیں جن پر عمل کرنے میں ثواب حاصل ہو اور ثواب کا مدار نیت پر ہے۔(رفیق حسنی)

● چونکہ ہر عاقل، بالغ، مسلمان مرد اور عورت پر عقائد حقہ اور معاصی سے بچنا اور عباداتِ فرضیہ کے اعمال ادا کرنا فرض ہیں، اس لئے ہر مسلم پر بقدر کفایت عقائد اور اعمالِ صالحہ اور معاصی کا جاننا بھی فرض ہے۔اور دل کے صفات اور افعال مذمومۃ اور محمودۃ کا جاننا بھی فرض ہے، تاکہ مذمومۃ اعمال او رصفات سے تزکیہ حاصل کیا جائے اور محمودہ افعال اور صفات پر عمل کیا جائے۔قلبی صفات اور اعمال پر عمل نہ کرنا اور صرف اعمال ظاہرہ شرعیہ پر عمل کرنا ایسا ہے جیسے بدن کی خارش اور پھوڑوں کے اوپر دواء سے طلاء کیا جاتا رہے مگر آپریشن کے ساتھ پھوڑوں اور بدن سے پیپ اور فاضل مادّہ نہ نکالا جائے۔ایسا کرنے میں جس طرح ظاہر جسم کے لئے ظاہری ادویہ سے شِفاء حاصل ہونا مشکل ہوگا، اسی طرح اگر صفاتِ مذمومہ حرص اور حسد اور ریاء اور کبر، اور عجب اور ان جیسی صفات ذمیمۃ کا علاج نہ کیا گیا اور عبادات اور اعمال ظاہریہ کا لیپ دے کر روحانی جسم کی صحت طلب کی گئی تو کبھی شِفاء حاصل نہ ہوگی۔لہٰذا قلبی صفات کا جاننا اور مذمومۃ صفات کا علاج کرنا ہر مسلم عاقل پر

فرض ہے۔

● اگر سعادت اُخروی مطلوب ہے تو صفات ذمیمہ کے ازالہ کے بعد اعمال صالحہ سے صفات محمودہ حاصل کرنا ہوں گی۔ لہٰذا پہلے علم الباطن حاصل کر کے اس پر عمل کیا جائے جو کہ فرض عین ہے اور جب نفس کی تطہیر ہو جائے اور ظاہری اور باطنی گناہوں کے ترک کی قدرت حاصل ہو جائے اور معاصی کا ترک عادت اور مزاج بن جائے، پھر وہ علوم حاصل کئے جائیں جو فرض کفایہ ہیں کیونکہ فرض عین، فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے۔ پہلے قرآن مجید کی آیات کا مفہوم سمجھا جائے، پھر علم حدیث حاصل کیا جائے، پھر علم تفسیر حاصل کیا جائے، پھر اصول فقہ اور فقہ اور دیگر علوم درجہ بدرجہ حاصل کئے جائیں۔ ساری زندگی کسی ایک علم کے حاصل کرنے میں غرق نہ کی جائے بلکہ سارے علوم بقدر کفایت حاصل کئے جائیں۔ ہر علم کے لئے اقتصار اور وسط اور کمال تین درجے ہو سکتے ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں، ''علم تفسیر میں اقتصار یہ ہے کہ قرآن مجید سے دوگنا مقدار کی کتب تفسیر پڑھ لی جائیں، جس طرح وجیز علی واحدی نیشاپوری کی کتاب ہے۔ اور اقتصاد او روسط یہ ہے کہ تفسیر کی کتاب تین گنا قرآن سے مقدار میں بڑی ہو، جس طرح وسیط ہے اور اس کے بعد کمال ہے جس کا آخری کنارہ نہیں ہے۔ (احیاء)

● اسی طرح علم حدیث میں صحیحین بخاری اور مسلم کا علم اقتصار ہے اور وسط تمام مسندات کتب پڑھنا ہے اور اس کے ماوراء کمال اور استقصاء ہے۔

● فقہ میں اقتصار مختصر المزنی کا پڑھنا ہے اور اقتصاد اس سے تین گنا بڑی کتابیں پڑھنا ہے مثلاً احناف کے نزدیک ہدایہ اور اس کے ماوراء فتاویٰ اور متون کمال اور استقصاء ہیں۔ اور علم کلام سے اتنی مقدار جس میں بنیادی عقائد اہل سنت معلوم ہو جائیں، اقتصار ہے اور ایک سو اوراق کی کتاب اقتصار ہے اور اس سے زیادہ کمال اور استقصاء ہے۔ لہٰذا ہر آدمی کو

کفائی علوم میں اقتصاداور درمیانی مقدار کے علوم پڑھنا چاہئیں، اور وہ جو فرض عین ہیں سارے علوم پڑھنا چاہئیں۔

● حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں انسان اپنے آپ کو اکیلا تصور کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اور موت اور حساب اور جنّت اور نار کو ذہن میں رکھ کر یہ سوچے کہ ان امور کے لئے کون سی چیز مفید ہو گی؟ جو قول اور عمل آخرت کے لئے مفید سمجھے اس پر عمل شروع کر دے اور کون سی چیز نقصان دے گی؟ ان کو چھوڑ دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر ایسا کرے گا تو نجات اور سعادت پالے گا۔ (احیاء العلوم)

● بعض شیوخ نے بعض وفات یافتہ علماء کو خواب میں دیکھا، وفات یافتہ عالم سے پوچھا ان علوم کا کیا حال ہے جن کے ساتھ تو مناظرے کیا کرتا تھا، اس عالم نے ہاتھ پھیلایا اور اس میں پھونک ماری، فرمایا ُسب علوم '' ھباءً منثوراً '' ہو گئے، صرف دو رکعت نفل، جو رات کے پیٹ میں پڑھا کرتا تھا، کام آ گئے اور نجات ہو گئی۔ حدیث شریف میں ہے :

''مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدیً كَانُوْا عَلَيْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ'' (احیاء العلوم)

ترجمہ: ''ہدایت یافتہ کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر وہ قوم جس کو جدل دیا گیا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی :

مَاضَرَبُوْهُ لَکَ اِلَّا جَدَلاً بَلْ هُمْ قَوْمٌ'' خَصِمُوْنَ

ترجمہ: ''نہیں بیان کیا تیرے لئے انہوں نے مگر جدل بلکہ وہ قوم جھگڑنے والی ہے۔''

● مشہور خبر میں ہے :

اَبْغَضُ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ اَلَدُّ الْخَصِمِ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلق کا مبغوض ترین شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔''

سلف صالحین سے روایت ہے ُ آخری زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جن پر عمل کا دروازہ بند

کر دیا جائے گا اور جدل کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔(احیاء: غزالی)

نوٹ : ذکر کردہ ضرورتِ علم اور ان میں ترتیب سے معلوم ہوا کہ آدمی کو علم الباطن اور اخلاق کا علم پہلے حاصل کرنا ضروری ہے، مگر ہمارے دَور میں مصروفیات کی زیادتی کی وجہ سے علوم متداولہ اور درس نظامی کی کتب پڑھ لینے کے بعد علم الباطن کی کتب پڑھ لی جائیں یا مطالعہ کرلیں تو یہ بھی غنیمت ہے۔علماء حضرات سے درخواست ہے کہ کم از کم حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ''مکتوبات شریفہ'' اور امام غزالیؒ کی ''احیاء العلوم'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

(مفتی رفیق عفی عنہ)

مناظرہ اور مجادلہ کی اباحت کے شرائط اور آفات کا ذکر:

مناظرہ اور مباحثہ سے مقصود حق کی تلاش ہو تو یہ جائز ہے مگر اس کی آٹھ شرطیں ہیں:

● اوّل یہ کہ وہ شخص مناظرہ اس وقت تک نہ کرے اگرچہ مناظرہ حق کی تلاش میں اس پر فرض کفایہ ہو، جب تک وہ مناظر فرض عین کے ادا کرنے سے فارغ نہ ہوا ہو۔کیونکہ جس آدمی پر فرض عین باقی ہے اور وہ فرض کفایہ میں شروع ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میرا مقصد حق کی تلاش ہے تو وہ جھوٹا ہے۔مثلاً ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا اور کپڑے سلائی کر رہا ہے یا بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں کپڑے اس لئے بنا رہا ہوں تاکہ نماز پڑھنے والے لوگ بے لباس ہو کر نماز نہ پڑھیں، وہ شخص کذّاب اور گنہگار ہے۔اسی طرح مناظرہ کے وقت مناظر کرنے والے علماء اور سننے والے عوام جماعت اور نماز کو ترک کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حق کی تلاش میں ہیں، جو کہ فرض کفایہ ہے، لہٰذا ترکِ جماعت اور نماز جائز ہے، ایسا کہنے والے بالکل جھوٹے ہیں کیونکہ جماعت اور نماز پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔اور اہل تحقیق کے نزدیک جماعت واجب عین اور نماز فرض عین ہے۔لہٰذا واجب عین اور فرض عین کا ترک نہ ہو تب مباحثہ اور مناظرہ جائز ہے ورنہ نہیں۔

ہمارے دَور میں تو معمولی معمولی امور کی مشاورت کی میٹنگوں اور اجلاسوں میں شریک علماء اور صوفیاء جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو اہمیت نہیں دیتے۔ **(العیاذاً باللّٰہ تعالیٰ)**۔

علماء اور صوفیاء کی طرف سے ترکِ جماعت کے تسلسل سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا نہایت معمولی عمل ہے۔ جبکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اتنا اہم عمل ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مرضِ وفات میں بھی جماعت ترک نہیں فرمائی۔ بعض مرتبہ آپ ﷺ نے صرف گھر کی خواتین اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ علیہن کو جمع کر کے نماز باجماعت ادا فرمائی۔

● غزوات اور قتال کے معرکوں میں کبھی جماعت ترک نہیں فرمائی، صرف غزوۂ خندق میں نہایت خوف اور ٹینشن کی وجہ سے آپ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی چار نمازیں متروک ہوگئیں، مگر آپ ﷺ نے ان کی قضاء جماعت کے ساتھ کرائی۔ لیلۃ التعریس میں غلبۂ نیند کی وجہ سے نمازِ فجر متروک ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس کی قضا بھی جماعت کے ساتھ کرائی۔ جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ حالتِ جنگ میں اگر مجاہدین ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو مجاہدین کے دو گروہ بنا کر باری باری ایک امام کے ساتھ جماعت پڑھنے کا حکم ہے، جس کی تفصیل اور طریقہ فقہ میں مذکور ہے۔

● ارشاد الساری، شرح مناسک مُلّا علی قاریؒ میں ہے کہ 'ایک بزرگ حضرت ابوبکر الوراق اپنے مریدین کے ساتھ نفلی حج پر جا رہے تھے، سفری صعوبتوں کی وجہ سے ان کی صرف ایک نماز جماعت کے ساتھ نہ ہوسکی تو انہوں نے مریدین سے فرمایا، مجھے واپس گھر لے جاؤ کیونکہ مجھ سے اس سفر میں سات سو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوگیا ہے، کیونکہ ایک روایت میں ہے، ''قصداً جماعت ترک کرنے کا گناہ سات سو کبیرہ گناہوں کے برابر ہے۔'' موصوف بزرگ نے شاید اسی لئے فرمایا کہ جس سفر کی ابتداء میں اتنے کبیرہ گناہوں

کا ارتکاب ہو جائے ایسا سفر کرنا جائز نہیں ہے، چونکہ نفلی حج کا سفر تھا اس لئے آپ واپس تشریف لے گئے۔' اسی ارشاد الساری میں ایک مسئلہ مذکور ہے کہ اگر حج کے احرام میں داخل آدمی میدانِ عرفات کے کنارے دس کی صبح صادق کے قریب پہنچا اور اس نے عشاء کی نماز پڑھنی ہے۔ اگر عشاء کے فرض پڑھتا ہے تو عرفات کی حدود میں داخل ہو کر حج ادا نہیں کر سکتا اور اس کا حج فوت ہو جائے گا اور اگر عرفات کی حدود میں داخل ہو کر حج ادا کرتا ہے تو نماز فوت ہو جائے گی کیونکہ عشاء کی نماز کا وقت صبح صادق تک ہے اور حج ادا کرنے کے لئے حج کے اہم رکن وقوف عرفات کا وقت دس ذی الحج کی صبح صادق تک ہے۔ موصوف حاجی ہزاروں میل سفر کر کے آنے والا اور کثیر مال خرچ کرنے والا وقوفِ عرفات کے آخری وقت عرفات کے قریب پہنچا اور اتفاق سے اس نے عشاء کی نماز بھی پڑھنی ہے، کیا وہ شخص نماز پڑھے اور حج فوت ہونے دے یا وہ شخص حج ادا کرلے اور نماز کو فوت ہونے دے۔ جمہور فقہاء نے فرمایا: نماز قضا نہ کرے اور فوت شدہ حج اگلے سال قضا کرے۔ (ارشاد الساری)

قارئین! نماز اور جماعت کی اہمیت کا اندازہ فرمائیں۔

● آج یہ حال ہے کہ حج پر جانے والے بعض مسافر، علماء اور مشائخ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے اور جماعت کو اہمیت نہیں دیتے۔

● دوم، یہ کہ مناظرہ کے وقت مناظرہ سے اہم کوئی فرض کفایہ نہ ہو، مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے، لیکن یہ مناظرہ سے اہم ہے۔ اگر مناظرین کی مجلس میں کسی شخص یا اشخاص نے ریشمی لباس پہنا ہوا ہے اور مناظر مناظرہ کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک ہو رہا ہے تو اس کے لئے مناظرہ جائز نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى يُتْرَكُ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

فَقَالَ اِذَا ظَهَرَتِ الْمُدَاهِنَةُ فِیْ خِیَارِکُمْ وَالْفَاحِشَۃُ فِیْ شِرَارِکُمْ وَ تَحُوْلُ الْمُلْکُ فِیْ صِغَارِکُمْ وَ الْفِقْهُ فِیْ اَرْذَالِکُمْ (ابن ماجہ)

ترجمہ: ’’عرض کی گئی، یارسول اللہ ﷺ کب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب مداہنۃ تمہارے اچھے لوگوں میں اور فواحش اور زنا تمہارے شریر لوگوں میں غالب ہو جائے گی اور بادشاہت تمہارے کم عمر لوگوں میں آ جائے گی اور فقہ تمہارے رذیل اور کمینے لوگوں میں آ جائے گی۔ یعنی ایسے دَور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی متروک ہو جائے گا۔‘‘

● سوم، مناظرہ اگر اعتقادات میں ہو تو حق واضح ہونے پر ہر شخص حق کو قبول کرے اور اگر فروعات میں ہو تو مناظرہ کے لئے مجتہد ہونا چاہیئے کیونکہ مقلّد کو تو ہر صورت میں اپنے امام کے قول کی تائید کرنا ہے۔

● چہارم، مناظرہ ایسے مسئلہ میں ہو جو جدید واقع ہونے والا ہو، مثلاً ہمارے زمانہ میں ریل گاڑی پر نماز، ہوائی جہاز پر نماز اور اسپیکر پر نماز وغیرہا جدید مسائل ہیں۔ قدیم مسائل جن کا ذکر کتب میں موجود ہے ان میں مناظرہ کرنا غیر مناسب ہے۔ (مفتی رفیق حسنی عفی عنہ)

● پنجم، مناظرہ فریقین کے دو علماء کے درمیان خلوت میں ہونا چاہیئے کیونکہ اجتماع اور مجلس میں ریاء اور کذب اور بہتان اور شرارت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ہر شخص ہر صورت میں غالب آنے کی کوشش کرے گا۔ خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ لہٰذا فساد برپا ہو جائے گا۔

● ششم مناظرہ میں ہر شخص حق کا اس طرح طلب کرنے والا ہو جس طرح گم شدہ چیز کو تلاش کرنے طلب کرتا ہے۔ گم شدہ اشیاء کا طالب یہ نہیں چاہتا کہ گم شدہ چیز صرف میرے ہی ہاتھ سے ملے، بلکہ کسی بھی آدمی کے ذریعہ مل جائے، اسی طرح مناظر اپنے فریق کو معاون سمجھے اور اس ارادہ سے مناظرہ کرے کہ حق کسی طرح مل جائے، اگر میرے مقابل

مخالف سے مل جائے، جس طرح نکاح میں مَہر کے مسئلہ میں ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو حق پر متنبہ کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا اَصَابَتْ اِمْرَاءَ ةٌ وَ اَخْطَأَ رَجُلٌ . 'عورت صواب پر ہے اور مرد نے خطاء کی ہے۔'

● حضرت علیؓ سے ایک آدمی نے کہا امیر المؤمنین اس طرح حکم نہیں ہے جس طرح آپ فرمارہے ہیں، بلکہ اس طرح ہے، تو آپ نے فرمایا، اَصَبْتَ وَ اَخْطَاْتُ وَ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٍ (ترجمہ) ''تُو صواب پر ہے اور میں نے خطاء کی اور ہر ذی علم کے اوپر علم والا ہے۔'' (احیاء)

● حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتال کرتے ہوئے شہید ہوگیا، اس کا انجام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا 'هُوَ فِی الْجَنَّةِ ' ''وہ جنّت میں ہے۔'' حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا، امیر المؤمنین دوبارہ جواب بیان فرمائیں۔ جب حضرت ابوموسیٰؓ نے جواب کا اعادہ کیا تو حضرت ابن مسعودؓ نے کہا' اَنَا اَقُوْلُ اِنْ قُتِلَ فَاصَابَ الْحَقَّ فَهُوَ فِی الْجَنَّةِ ' (ترجمہ) 'میں کہتا ہوں اگر وہ قتل کیا گیا اور حق کو پہنچا پھر وہ جنّت میں ہے۔' حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا، 'اَلْحَقَّ مَا قَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیءٍ وَهٰذَا الْحِبْرُ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ ' ''حق وہی ہے جو ابن مسعودؓ نے کہا، جب یہ عالم تمہارے اندر موجود ہو مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔'' لٰہذا مناظرین کو اسی طرح ہونا چاہیئے۔

● ہفتم، ہر مناظر کو ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال کی اجازت ہونی چاہیئے۔

● ہشتم، مناظرہ اس شخص کے ساتھ ہونا چاہیئے جس سے استفادہ کا امکان ہو، کسی جاہل یا کم علم کے ساتھ مناظرہ نہ کیا جائے۔

مناظرہ کی آفات :

وہ مناظرہ جس میں دونوں میں سے ہر فریق کاارادہ یہ ہو کہ وہ ہر حال غالب ہو، مخالف کو خاموش کرادے اور لوگوں پر اس کی شرافت اور عظمت ظاہر ہو اور لوگوں میں اس کی مقبولیت ہو جائے، ایسا مناظرہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاق مذمومہ کا مَنْبع ہوتا ہے، اور ابلیس کے نزدیک نہایت اچھا ہوتا ہے۔لہٰذا اہل علم کو ایسے مناظرہ سے اجتناب کرنا چاہئیے۔ ایسا مناظرہ باطنی فواحش، کبر اور عجب اور حسد اور منافسہ اور تزکیۃ النفس اور حب الجاہ کے لئے ہوتا ہے، شراب نوشی اور ظاہری فواحش، زنا اور قذف اور قتل اور سرقہ کے لئے ہوتا ہے۔ مناظرہ جن باطنی صفات مذمومہ کا باعث یا ان میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ ان صفات مذمومہ میں ایک صفت حسد ہے۔ حسد وہ قلبی مذموم صفت ہے جس سے انسان محسود کی نعمتوں کے زوال کی تمنّا کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا يَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ** ' (ابوداوٗد) ''حسد حسنات کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔''

اور کوئی مناظر حسد سے خالی نہیں ہوتا، ہمیشہ کُڑھتا رہتا ہے کہ کاش مخالف مغلوب ہو جاتا، اُس سے علم مسلوب ہو جاتا۔ حاسد دنیا میں ہمیشہ عذاب میں جلتا رہتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت ہے۔

● اس لئے حضرت عبداللہ ابن عبّاس نے فرمایا:

خُذُوا الْعِلَم حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُ وَلَا تَقْبَلُوْا قَوْلَ الْفُقَهَاءِ بَعْضِهِمْ عَلىٰ بَعْضٍ فَاِنَّهُمْ يَتَغَايَرُوْنَ كَمَا تَتَغَايَرُ التُّيُوْسُ فِي الزَّرْبِيَةِ . (احياء)

(ترجمہ) ''علم جس جگہ سے ملے لے لو اور فقہاء میں سے بعض کا قول بعض کے خلاف

قبول نہ کرو کیونکہ فقہاء ایک دوسرے سے اس طرح غیرت کرتے ہیں جس طرح بکرے بکری کی مباشرۃ میں ایک دوسرے سے غیرت کرتے ہیں۔"

◂ دوسری صفت تکبر ہے۔ تکبر کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی دوسروں پر خود کو برتر سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ تَوَاضَعَ رَفَعَهُ اللّٰهُ"

(ترجمہ) "جس نے تکبر کیا اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور جس نے تواضع کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمائے گا۔"

● دوسری حدیث میں ہے:

"اَلْعَظْمَةُ اِزَارِیْ وَ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي فَمَنْ نَازَ عَنِیْ فِيْهِمَا قَصَمْتُه"

(ترجمہ) "عظمت میرا ازار ہے اور کبریاء میری چادر ہے، پس جو شخص ان دونوں میں میرے ساتھ منازعہ کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔"

● عموماً مناظر متکبّر ہوتے ہیں۔ حکمرانوں اور سرمایہ داروں کی نظر میں مقبول ہونے اور ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے کو باقی علماء سے بہتر اور بڑا عالم ہونا ظاہر کرتے ہیں اور ایسا کرنے میں لوگوں سے کہتے ہیں ہم یہ سب کچھ دین کی عزت کے لئے کر رہے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔

◂ تیسری صفت حقد اور کینہ ہے۔ کینہ ایسی صفت ہے جس میں آدمی مخالف سے انتقام لینے کا جذبہ رکھتا ہے اگر چہ خود حق پر نہیں ہوتا اور مخالف حق پر ہوتا ہے۔

سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِحَقُوْدٍ' "مؤمن کینہ پرور نہیں ہوتا۔"

◂ چوتھی صفت غیبت ہے۔ غیبت یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی غیبت اور غیر حاضری

میں اس کے حالات میں ایسی باتیں کرے جو اس کے سامنے کرنے سے اُسے پسند نہ ہوں۔ مثلاً کسی نابینا یا مفلوج کو اس کی غیبت اور غیر حاضری میں نابینا اور مفلوج کہنا غیبت ہے۔ کیونکہ مفلوج اور نابینا کو مجلس میں حاضر ہونے کے وقت نابینا اور مفلوج کہا جائے تو اُنہیں ناپسند ہوگا۔ اور اگر غیر حاضر آدمی میں عیب نہ ہو مگر اس کا ذکر کیا جائے تو یہ بُہتان اور افتراء ہے۔ ہر مناظر دوسرے کا گِلہ کرے گا یا افتراء کرے گا، حالانکہ غیبت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ ''غیبت کرنے والا اپنے بھائی کا حرام گوشت کھاتا ہے۔''

- پانچویں صفت تزکیۂ نفس ہے کہ مناظرین لوگوں کے سامنے اپنی برتری اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہر مناظر اپنی تعریف اور ثناء کرے گا کہ میں قوی ہوں، غالب ہوں، عالم ہوں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى''.

''اپنے نفسوں کی پاکی بیان نہ کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کو جو صاحبِ تقویٰ ہے۔''

- چھٹی صفت تجسّس ہے۔ ہر مناظر دوسرے کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا: ''وَلَا تَجَسَّسُوْا .'' ''تجسس نہ کرو۔''

- ساتویں صفت یہ کہ ہر مناظر دوسرے فریق کی ندامت پر خوش ہوتا ہے اور اس کی خوشی پر مغموم ہو جاتا ہے، حالانکہ حدیث شریف میں ہے، ''اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔''

- آٹھویں صفت نفاق ہے۔ مناظرین لوگوں کے سامنے ایک دوسرے کے لئے دوست نظر آئیں گے لیکن لوگوں سے غیب ہونے کے بعد ہم خیال لوگوں کے سامنے ایک دوسرے سے دشمنی کا اظہار کریں گے۔ اور دل سے ایک دوسرے کو بُرا سمجھیں گے۔ مگر عام لوگوں کے سامنے محبت کا اظہار کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِذَا تَعَلَّمَ النَّاسُ الْعِلْمَ وَتَرَكُوْا الْعَمَلَ وَ تَحَابُّوْا بِالْاَلْسُنِ وَ تَبَاغَضُوْا

بِالْقُلُوْبِ وَتَقَاطَعُوْا فِی الْاَرْحَامِ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ عِنْدَ ذَالِکَ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ'' (طبرانی)

ترجمہ: ''جب لوگ علم سیکھیں گے اور عمل ترک کریں گے اور زبانوں سے ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کریں گے اور دل میں ایک دوسرے سے بغض رکھیں گے اور قطع رحمی کریں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے گا، پس اللہ تعالیٰ حق کے سننے سے ان کو بہرہ کر دے گا اور حق دیکھنے سے ان کو اندھا کر دے گا۔''

◄ نویں صفت یہ ہے کہ حق سے تکبّر اور کراہیت اور نفرت کریں گے کیونکہ ہر مناظر دوسرے کو عاجز اور خاموش کرانے پر زور لگاتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ حق ظاہر نہ ہو ورنہ ندامت ہوگی۔حق کے ظہور کی نیت کے بغیر مناظرہ کو 'محاراۃ' کہا جاتا ہے۔حدیث شریف میں ہے :

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ تَرَکَ الْمُرَاءَ وَ هُوَمُبْطِلٌ بَنَی لَهُ اللّٰہُ بَیْتًا فِیْ رَبْضِ الْجَنَّةِ وَ مَنْ تَرَکَ الْمُرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بَنَی اللّٰہُ لَهُ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ''

(ترمذی)

ترجمہ:''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے باہمی جھگڑے کو چھوڑ دیا جبکہ وہ حق پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے باغوں میں گھر بنائے گا اور وہ شخص جس نے جھگڑا ترک کر دیا، جبکہ وہ حق پر ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے وسط میں گھر بنائے گا۔''

◄ اور ان صفات میں سے ایک صفت 'ریاء' ہے۔ہر مناظر سامعین کو کمالات دکھانا پسند کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے مصنوعی اور تکلفّانہ کلام سے باتیں کرتا ہے۔

● یہ دس صفات مذمومہ عموماً مناظرہ میں لازم آتی ہیں جو کہ امہات الفواحش ہیں۔ان سے مزید دس رذائل پیدا ہوتے ہیں،انفۃ اور غضب اور بغض اور طمع اور حُبّ المال اور حُبّ الجاہ

اور مباہاۃ اور اشر اور بطر اور اغنیاء اور سلاطین کی تعظیم اور لا یعنی امور میں غور اور فکر اور کثرت کلام اور دل سے خشیت اور خوف اور رحمت کا خروج اور غفلت کا استیلاء اور غلبہ۔ حتیٰ کہ مناظر جب نماز پڑھتا ہے تو اسے یہ خبر نہیں ہوتی کہ امام نے کیا اور کتنی رکعت پڑھی ہیں اور اسے علم نہیں ہوتا کہ میری کس ذات سے مناجات اور ہمکلامی ہے۔ لہٰذا مناظرہ سے اجتناب ضروری ہے۔ (احیاء)

نوٹ: مگر دین اور مسلکِ حق کے دفاع میں اہل علم پر مناظرہ کرنا واجب ہے۔

تنبیہ: مذکورہ دس صفات اور دس رذائل صرف مناظرہ کرنے والے علماء کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ اکثر تبلیغ اور وعظ اور نصیحت کرنے والے علماء میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بلکہ مفتی اور قاضی اور ہر وہ عالم جو علم سے ثواب اور اجر کا طالب نہیں ہوتا اس میں مذکورہ مذمومہ اور رزائل کل یا بعض صفات پائی جائیں گی۔ اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَا یَنْفَعُهٗ اللّٰه بِعِلْمِهٖ"

ترجمہ: "لوگوں میں شدید ترین عذاب قیامت کے دن ایسے عالم کو ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے علم سے نفع نہیں اٹھانے دیا۔"

لہٰذا عالم یا تو ہلاک کرنے والا ہوتا ہے یا ابدی حیات عطا کرنے والا ہوتا ہے۔

● علماء کے تین قسم ہیں: اوّل، یہ کہ خود اور لوگوں کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہوں، یہ وہ علماء ہیں جو سرّاً اور جہراً دنیا کی طلب میں سرگرداں ہیں۔ دوم، سعادت مند اور لوگوں کو سعید بنانے والے ہوں، یہ وہ علماء ہیں جو ظاہراً اور باطناً اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانے والے ہیں۔ سوم، وہ علماء جو خود کو ہلاکت میں ڈالنے والے اور لوگوں کو نفع پہنچانے والے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہر میں دنیا چھوڑ رکھی ہے لیکن باطن میں دنیا کے طالب ہیں۔ علماء

کو چاہیئے کہ وہ علماء کی دوسری قسم بننے کی کوشش کریں۔

علماءِ شریعت کی فضیلت :

● تفسیر مظہری میں لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (التوبۃ۔۹، آیت۔۱۲۲) کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے علم اور علماء کی فضیلت میں متعدد احادیث نقل کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَا سِوَاهُمَا (مظہری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا لوگ دو آدمی ہیں، ایک عالم اور دوسرا متعلم، اور ان دو کے سِواء میں کوئی خیر نہیں ہے۔''

''علم کا طلب کرنا اور مذاکرہ نفلی عبادتوں سے افضل ہے۔'' (حدیث)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ طَلَبُ الْعِلْمِ اَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَ الصِّيَامِ وَ الْحَجِّ وَ الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ (مظہری)

ترجمہ: ''علم کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفلی نماز اور روزوں اور حج اور اللہ عزوجل کے راستہ میں جہاد سے افضل ہے۔''

رُوِیَ عَنْهُ اَيْضاً . طَلَبُ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ وَ طَلَبُ الْعِلْمِ يَوْماً خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

ترجمہ: ''علم کا ایک ساعت طلب کرنا ساری رات کے قیام سے بہتر ہے اور ایک دن علم طلب کرنا تین دن کے روزے رکھنے سے بہتر ہے۔''

● حضرت ابو اُمامہؓ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ وَ اَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِیْنَ حَتیّٰ النَّمْلَۃِ فِیْ جُحْرِھَا وَ حَتیّٰ الْحُوْتِ فِیْ الْمَاءِ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ (مظہری)

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں والے حتّٰی کہ چیونٹی اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں خیر کے معلم کے لئے دعاء کرتے ہیں۔''

● مسلم شریف میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَۃٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ وَ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ وَوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ

ترجمہ: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل صدقہ جاریہ اور علم جس کے ساتھ نفع اٹھایا جائے اور نیک اولاد جو آدمی کے لئے دعاء مانگے۔''

● اس مقام پر علامہ ثناء اللہ فرماتے ہیں علم لدنی، جس کے حامل لوگوں کو صوفیاء کہا جاتا ہے، اس علم کا طلب کرنا ہر عاقل بالغ پر فرض عین ہے کیونکہ علم لدنی سے تصفیہ قلب اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا عجب اور کبر اور حسد اور حب الدنیا وغیرہا صفات ذمیمہ سے نفس کو پاک کرنا اور عبادات اور طاعات سے نفس کو مزین کرنا ہر شخص عاقل بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ● کیونکہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَہٗ خَالِصاً وَابْتَغٰی بِہٖ وَجْھَہٗ

(مظہری)

ترجمہ: ’’بے شک اللہ تعالیٰ عمل قبول نہیں فرماتا مگر وہ عمل جو اس کے لئے خالص اور اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود اور مطلوب ہو۔‘‘

● ایک حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلیٰ صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَ لٰکِنْ یَنْظُرُ اِلیٰ قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کی طرف نظر نہیں فرماتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف نظر فرماتا ہے۔‘‘ (مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا)۔

● ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دین میں تفقہ باطنی اور علم الاخلاق بقدر ضرورت فرض عین ہے۔ اس میں کمال حاصل کرنا ضروری نہیں اور یہ علم صوفیاء کی صحبت اور کتابوں سے حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ موجودہ دَور میں صوفی نہیں رہے، اس لئے یہ علم صوفیاء کی کتابوں سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا صوفیاء کی کتابیں پڑھنا اور ان کا بقدر ضرورت مطالعہ کرنا ہر آدمی پر فرض عین ہے، مگر آج عوام تو عوام خواص علماء اور صوفیاء بھی تصوف کی کتابیں پڑھنے سے غافل ہیں۔

● علم اور علماء کے سلسلہ میں علامہ فخر الدین رازی کی تفسیر سے ماخوذ بعض فضائل اور تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

● علم کے مختلف معانی سے ایک معنی فراست ہے۔ فراست کی تعریف یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن پر استدلال کیا جائے۔ قرآن مجید میں ’’اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ‘‘ (الحجر۔۷۵) ’’بے شک اس میں متوسمین (فراست والوں) کے لئے نشانیاں ہیں۔‘‘

● سورۃ البقرۃ میں ہے ’’تَعْرِفُ بِسِیْمَاھُمْ‘‘ (البقرۃ۔۲۷۳) ’’ان کو تو ان کی

علامتوں سے جانتا ہے۔"

- سورۃ محمد میں ہے "وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ الۡقَوۡلِ "(محمد۔۳۰)اور بے شک تو ان کو تکلم کے لہجہ میں جانتا ہے۔"
- معلوم ہوا فراست میں ظاہر سے باطن پر استدلال ہوتا ہے اور یہ بھی علم کی ایک قسم ہے۔ (کبیر)
- پھر فراست کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کسی چیز کا علم حاصل ہو جائے مگر اس کے سبب کا علم نہ ہو سکے، اس کو الہام کہا جاتا ہے حدیث شریف میں ہے:

"اِنَّ فِیۡ اُمَّتِیۡ لَمُحَدَّثِیۡنَ وَ اِنَّ عُمَرَ مِنۡهُمۡ "

ترجمہ:"بے شک میری امت میں محدثین اور ملھمین ہیں ان میں سے ایک عمرؓ ہے۔"

فراست کی دوسری قسم میں اشکال ظاہرہ سے اخلاق باطنہ پر استدلال کیا جاتا ہے۔ (کبیر۔۴۲۷)

- عارفین فرماتے ہیں:

"اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِنۡ رَبِّهٖ وَ یَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِنۡهُ " (سورۃ ہود۔۱۷)

ترجمہ:"پس کیا وہ شخص جو اپنے ربّ کی جانب سے بینہ پر ہو اور اس کے بینہ کے پیچھے ایک شاہد ہے اس کی طرف سے۔"

- بینہ سے مراد الہام ہے اور شاہد سے مراد فراست کی دوسری قسم ہے۔

علم کی فضیلت حکایات کی روشنی میں:

- خلیفہ ہارون الرشید فقہاء کرام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، ان میں امام ابو یوسفؒ بھی موجود تھے۔ ایک آدمی کو لایا گیا جس پر دوسرے آدمی نے الزام لگایا کہ یہ شخص میرے گھر

سے آج رات میرا مال لے گیا (اَخَذَ مَالِیْ) کا الزام لگایا۔ملزم نے اخذ مال کا اقرار کرلیا۔فقہاء کرام نے ملزم کے ہاتھ کاٹنے کا فتویٰ دے دیا،مگر سیّدنا امام ابو یوسف نے فرمایا ملزم کے لئے قطع ید کی سزا نہیں ہے کیونکہ اس نے سرقہ اور چوری کا اعتراف نہیں کیا بلکہ اخذ مال کا اعتراف کیا ہے اور قطع ید سرقہ کی ہی سزا ہے اخذ مال کی سزا نہیں ہے۔دوبارہ لوگوں نے ملزم سے کہا، کیا تو نے چوری کی ہے؟ (اَسَرَقْتَهَا) تو اس نے جواب دیا ہاں (نعم) فقہاء کرام نے فرمایا، اب تو ملزم نے سرقہ کا اعتراف کرلیا ہے، لہٰذا قطع ید اس کی سزا ہوگی۔ مگر امام ابو یوسف نے فرمایا اب بھی ملزم کی سزا قطع ید نہیں ہے۔آپ نے فرمایا اس نے اگرچہ سرقہ کا اعتراف کرلیا ہے مگر اخذ مال کے اقرار کے بعد اس مال کی ضمان واجب ہوگئی تھی، اب سرقہ کے اقرار سے احتمال اور شبہ ہے کہ مال کی ضمان ساکت کرنا چاہتا ہو اس لئے سرقہ کا اعتراف غیر مسموع ہوگا کیونکہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔سب علماء نے امام ابو یوسف کی تصویب فرمائی اور آپ کی ذہانت پر حیران ہوئے۔(کبیر)

● ایک اعرابی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے آپ سے ایک حاجت کا سوال ہے۔اور کہنے لگا ''میں نے آپ کے نانا جان حضرت محمد ﷺ سے سُنا ہے جب حاجت طلب کرو تو چار آدمیوں میں سے کسی ایک سے طلب کرو۔ شریف عربی سے، یا کریم مولیٰ سے، یا حامل قرآن سے یا خوبصورت چہرہ والے آدمی سے۔ اعرابی کہنے لگا کہ آپ شریف عربی ہیں بلکہ عرب نے آپ سے شرف حاصل کیا ہے اور آپ کریم ہیں کیونکہ آپ کی سیرت ہی کرم ہے اور آپ حامل قرآن ہیں بلکہ قرآن آپ لوگوں کے گھروں میں نازل ہوا اور آپ خوبصورت چہرہ والے ہیں۔میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَرَدْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلَّی فَانْظُرُوْا اِلَی الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ

ترجمہ: ''جب تم میرا دیدار کرنا چاہو تو حسن اور حسین کا چہرہ دیکھ لیا کرو۔''

امام حسین نے فرمایا، تمہاری کیا حاجت ہے؟ اعرابی نے اپنی حاجت زمین پر لکھ دی۔ امام حسین نے فرمایا، میں نے اپنے والد حضرت علی سے سنا ہے، ہر شخص کی قیمت اس کی اچھی خصلتوں کی وجہ سے ہوتی ہے، اور فرمایا میں نے اپنے نانا جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، معروف (انعام) بقدر معرفت ہوتا ہے، لہٰذا میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر تو نے ایک کا صحیح جواب دیا تو تجھے میرے پاس موجود دنانیر اور دراہم کی تھیلی سے تیسرا حصہ ملے گا، اگر دو سوالوں کا صحیح جواب دیا تو دو تہائی اور تینوں کا صحیح جواب دیا تو مکمل تھیلی آپ کی ہوگی۔ حضرت امام حسینؓ کو عراق سے کسی نے دنانیر اور دراہم کی تھیلی بھیجی تھی۔ اعرابی نے عرض کیا آپ سوال کریں 'لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّ ةَ اِلَّا بِاللّٰہ' انشاءاللہ میں جواب دوں گا۔

● امام عالی مقام نے سوال کیا، کون سا عمل بہتر ہے؟ اعرابی نے عرض کیا، الایمان باللہ تعالیٰ۔ آپ نے سوال کیا، ہلاکت سے نجات کس چیز میں ہے؟ اعرابی نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ پر توکّل اور اعتماد کرنے میں۔ آپ نے پوچھا، آدمی کو زینت کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ اعرابی نے جواب دیا، علم مع الحلم سے۔ آپ نے فرمایا، اگر یہ نہ ہو تو کس چیز سے زینت حاصل ہوگی؟ اعرابی نے جواب دیا، مال مع الکرم سے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ نہ ہو تو؟ اعرابی نے عرض کیا فقر مع الصبر سے۔ آپ نے فرمایا، اگر یہ بھی نہ ہو تو؟ اعرابی نے عرض کیا، آسمانوں سے بجلی نازل ہو اور ان اوصاف سے خالی آدمی کو راکھ کر دے۔ امام حسینؓ اس پر ہنس پڑے اور پوری تھیلی اعرابی کی طرف پھینک دی۔

● حضرت محمد بن حسن فرماتے ہیں میں رات کو سو چکا تھا، ہارون الرشید کا آدمی بلانے آیا، میں ڈر گیا کہ بے وقت بلانے میں خیر ہو؟ جب میں رشید کے پاس پہنچا تو اس نے کہا ایک مسئلہ میں پریشان ہوں، وہ یہ کہ میں نے کہا میں امام عادل ہوں اور امام عادل جنّتی ہوتا ہے،

لہٰذا میں جنتی ہوں، اس پر مجھے بیوی زبیدہ نے کہا تو ظالم اور عاصی ہے خود کو جنتی کہنے سے کافر ہو گیا، کیونکہ تو نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا، لہٰذا تیرے لئے جنت حرام ہے اور زبیدہ اٹھ کر ۃ چلی گئی کیونکہ کفر سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

● امام محمد نے فرمایا، اے امیر المؤمنین جب تو گناہ کرتا ہے تو حالت گناہ یا اس کے بعد تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف پیدا ہوتا ہے، ہارون رشید نے کہا اللہ کی قسم شدید خوف ہوتا ہے۔ امام محمد نے فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جنتی ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (سورۃ الرحمٰن۔۴۶)

ترجمہ: ''اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرنے والے کے لئے دو جنّتیں ہیں۔''

لہٰذا آپ جنّتی ہیں۔ (کبیر)

● ایک آدمی نے امام ابو حنیفہؒ سے عرض کیا، میں نے قسم کھائی (شاید طلاق معلّق ذکر کی گئی تھی) اور اپنی بیوی سے کہا میں اس وقت تک تجھ سے بات نہیں کروں گا جب تک تو مجھ سے کلام نہیں کرے گی۔ اس کے بعد میری بیوی نے قسم کھا لی یہ کہ وہ مال جس کی میں مالکہ ہوں وہ صدقہ ہو گا اگر میں تجھ سے بات کروں جب تک تو بات نہیں کرے گا۔ جب علماء سے یہ مسئلہ پوچھا گیا علماء حیران ہو گئے۔ حضرت سُفیانؒ نے فرمایا شوہر اور بیوی میں سے جس نے دوسرے سے بات کی وہ حانث ہو جائے گا۔ اگر شوہر نے بات کی اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور اگر بیوی نے بات کی اسے اپنا مال صدقہ کرنا ہو گا۔ امام ابو حنیفہؒ نے شوہر سے کہا جاؤ بیوی سے بات کر لو تم میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہو گا۔ سائل نے حضرت سفیانؒ کو امام اعظمؒ کا جواب سنایا تو حضرت سفیانؒ ناراض ہو کر امام ابو حنیفہؒ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا فروج اور شرمگاہوں کو حلال کرنا چاہتے ہیں۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کیا بات ہے؟

حضرت سفیانؒ نے کہا سوال دوبارہ بیان کیا جائے۔سوال کا دوبارہ ذکر کیا گیا۔امام اعظمؒ نے پہلے فتویٰ کا اعادہ فرمایا۔حضرت سفیانؒ نے کہا آپ نے حانث نہ ہونے کا فتویٰ کس طرح دیا ہے؟ امام اعظمؒ نے فرمایا جب شوہر کی یمین بالطلاق کے بعد بیوی نے بالمشافہ شوہر سے خطاب کرتے ہوئے حلف اٹھایا تو بیوی نے شوہر سے بات کرلی اب شوہر بات کرنے کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا، جب شوہر بات کرے گا تو بیوی بات کرنے سے حانث نہیں ہوگی۔حضرت سُفیانؒ اور لوگ آپ کی علمی رفعت پر حیران ہوئے۔(کبیر)

● ایک آدمی کے گھر چور داخل ہوئے، سامان اٹھانے کے بعد گھر والے سے طلاق کی قسم کھلائی کہ 'اگر میں نے کسی کو چوروں کا نام بتایا تو میری بیوی کو تین طلاق' چور سامان لے کر چلے گئے۔جب صبح ہوئی مالک نے دیکھا چور مالک کے سامنے سامان بیچ رہے تھے مگر مالک طلاق کی یمین کی وجہ سے کسی کو کچھ بتا نہیں سکتا تھا۔گھر والے مالک نے امام اعظمؒ سے مشورہ کیا، آپ نے فرمایا اہل محلّہ کو جمع کر کے اور مسجد کے امام کو بلا کے لے آؤ۔آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے آپ نے لوگوں سے فرمایا تم پسند کرتے ہو اس غریب آدمی کا مال واپس ہو جائے؟ سب نے کہا جی ہاں! آپ نے امام سے فرمایا سب کو ایک گھر میں جمع کرو اور ایک ایک آدمی کو نکالو اور مالک سے پوچھو کیا آپ کا چور یہ آدمی ہے؟ اور مالک سے فرمایا جب لوگ نکلتے رہیں تو کہنا نہیں اور جب تیرے چور نکلیں تو خاموش ہو جانا۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، چور پکڑے گئے اور مالک پر یمین کی وجہ سے طلاق بھی واقع نہیں ہوئی۔

(کبیر)

● ایک طالب علم کسی آدمی کی بیٹی پر فریفتہ تھا۔اس نے لڑکی کے والدین سے رشتہ مانگا، انہوں نے مہر اتنا زیادہ مانگا کہ طالب علم اتنا مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔اس طالب علم نے حضرت امام اعظمؒ کے ساتھ مشورہ کیا اور آپ سے عرض کیا کہ میں فُلاں کی بیٹی

سے نکاح کرنا چاہتا ہوں مگر لڑکی کے والدین نے میری طاقت سے زیادہ مہر طلب کیا ہے، میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا حِیلہ بوقت ضرورت جائز ہوتا ہے، تم حِیلہ کرلو، قرضہ اٹھالو اور شادی کرلو، اللہ تعالیٰ شادی کے بعد آسانی فرمائے گا۔ پھر آپ ہی نے مطلوب رقم بطور قرض طالب علم کو عنایت فرمائی۔ جب شادی ہوگئی آپ نے طالب علم سے فرمایا تم اس شہر سے دور کہیں دوسرے شہر میں جا کر رہائش کے ارادہ کا اظہار کرو اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جانے کے ارادہ کا اظہار کرو۔ جب طالب علم نے شہر سے دور رہنے کے ارادہ کا اظہار کیا تو لڑکی کے والدین پریشان ہو کر امام اعظمؒ کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوئے اور فتویٰ طلب کیا، آپ نے فرمایا شرعاً طالب علم ایسا کر سکتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اب کیا کیا جائے؟ آپ نے لڑکی کے والدین سے فرمایا اُسے مہر کی رقم واپس کر کے اسی شہر میں رہنے پر راضی کرلو۔ چنانچہ لڑکی کے والدین نے جب طالب علم کو مہر کے واپس کردینے کی شرط پر اپنے شہر میں رہنے کے لئے کہا تو طالب علم لالچ کرنے لگا اور مہر کی مقدار سے زیادہ کا مطالبہ کرنے لگا۔ امام اعظم کو علم ہوا تو آپ نے طالب علم کو سمجھایا کہ صرف مہر ہی لے لو ورنہ آپ کی بیوی اس شہر میں مقیم کسی دوسرے آدمی کے قرض کا اقرار کرلے گی پھر تم اس کو دوسرے شہر میں نہیں لے جا سکو گے اور مہر بھی واپس نہیں ہوگا۔ چنانچہ طالب علم نے صرف مہر واپس لیا اور قرض واپس لَوٹا دیا۔ امام اعظمؒ کی وجہ سے طالب علم کی مشکل آسان ہوگئی۔

(کبیر۔۴۱۴)

الکات

● حضرت یوسف علیہ السلام جب بادشاہ بنے آپ کو وزیر کی ضرورت پیش آئی۔ اللہ تعالیٰ سے وزیر کے لئے سوال کیا۔ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فُلاں آدمی کو وزیر بنالو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بندے کو نہایت غریب پایا، آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا یہ شخص وزیر بننے کی صلاحیت کیسے رکھتا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے

عرض کیا، یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی برأت کی شہادت دی تھی:

اِنْ کَانَ قَمِیْصُه‘ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (یوسف۔۲۷)

ترجمہ: ’’اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یہ یوسف علیہ السلام صادقین سے ہے۔‘‘

● اس واقعہ میں نکتہ یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا دِفاع کیا، جب وہ وزارت کا مستحق ٹھہرا تو وہ عالم دین جو اسلام کا دِفاع کرے وہ مملکت میں شرکت کا مستحق کیوں نہیں ہوسکتا؟۔

’’قَالَتْ نَمْلَةٌ یٰاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ (اِلیٰ) وَهُمْ لَایَشْعُرُوْنَ ‘‘

ترجمہ: ’’چیونٹی نے کہا، اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہوجاؤ (تا) اور وہ باشعور نہیں ہوں گے۔‘‘

● اس آیت میں اشارہ یہ ہے کہ چیونٹی نے ’’لَایَشْعُرُوْنَ‘‘ کہہ کر دیگر چیونٹیوں کو سمجھایا کہ نبی اور اس کے صحابہؓ بے گناہ چیونٹیوں کو قصداً نہیں روندیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو لاشعوری میں ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی اس ایک مسئلہ کے علم ہونے پر تعریف فرمائی اور وہ تعریف کی مستحق ٹھہری، تو وہ شخص جو بیسیوں بلکہ سینکڑوں مسائل کا علم رکھتا ہے، وہ تعریف کا مستحق کیوں نہیں ہوگا؟۔

● اس میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ چیونٹی کو بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی علیہ السلام اور اس کے صحابہؓ قصداً کسی جانور پر بھی ظلم نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا الزام کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ظالم تھے، انہوں نے حضرت علیؓ کے حقِ خلافت پر قبضہ کرلیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت سے محروم کردیا تھا، انہوں نے آل پاک پر ظلم کئے تھے، کتنی بڑی جہالت اور حماقت ہے۔ اور ان کا اس الزام کی وجہ سے

چیونٹی سے بھی کم تر عقل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

● فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کتا شکار کرنے کی تعلیم حاصل کر لے، اس پر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر شکار پر چھوڑ دیا جائے تو اس کا شکار حلال ہوتا ہے۔ جب نجس جانور سے بھی علم کے بعد نجاست نظر انداز کر دی جاتی ہے اور اس کا یہ حکم ہے کہ اس کا شکار حلال ہو جاتا ہے تو انسان کی علم حاصل کرنے کے بعد گناہوں کی نجاست ختم کیوں نہیں ہو گی؟

● بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہُد ہُد کو ساتھ رکھتے تھے، کیونکہ ہُد ہُد کو ایک خاص علم عطا کیا گیا تھا۔ نافع بن ارزق نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے عرض کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سفر میں پانی کی تلاش کے لئے ہُد ہُد کو اپنے ساتھ کیوں رکھتے تھے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس نے جواب دیا کہ ہد ہد کے لئے زمین گلاس رشیشہ کی طرح ہے۔ وہ زمین کے باطن کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔ ہد ہد زمین کے اندر پانی کو دیکھتا ہے کہ کتنی مقدار میں پانی ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ پانی میٹھا ہے یا کڑوا ہے۔ نافع نے اعتراض کیا کہ جب شکاری دھاگہ کی جال مٹی میں دبا کر اس پر دانے ڈالتا ہے تو ہد ہد دانے اٹھاتے ہوئے جال میں پھنس جاتا ہے اور شکاری ہد ہد کو پکڑ لیتا ہے۔ مٹی میں چھُپائی گئی جال کو ہد ہد دیکھ کر کیوں موت سے نہیں بچتا، جب کہ بقول آپ کے زمین کے اندر میلوں دُور سے پانی کو دیکھ لیتا ہے؟ تو حضرت عبداللہ نے فرمایا تقدیر اس کو اندھا کر دیتی ہے۔

● اس قصّہ میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہد ہد کو علم کی وجہ سے عزت دیتے تھے۔ لہٰذا حکمرانوں کو چاہئیے کہ علم کی وجہ سے علماء کو مشیر اور وزیر بنائیں۔

● حضرت ابو سعید خُدریؓ فرماتے ہیں جنت کے ۹۹۹ حصے اور اجزاء علماء کو ملیں گے اور باقی ایک حصہ غیر علماء صالحین میں تقسیم ہو گا۔

علم کی فضیلت صحابہ اور مشائخ کے اقوال اور اخبار کی روشنی میں :

● ابو کشبہ انصاری فرماتے ہیں کہ جناب سیّد المرسلین ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا: ’’دنیا کی مثال چار آدمیوں کی طرح ہے۔ ایک وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور مال عطا فرمایا اور وہ علم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے، مال عطا نہیں فرمایا، مگر وہ دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فُلاں آدمی کی طرح مجھے مال عطا فرمایا ہوتا تو میں اسی آدمی کی طرح مال خرچ کرتا۔ یہ دونوں عالم مال والا اور فقیر اجر اور ثواب میں برابر ہیں۔ تیسرا آدمی ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا لیکن علم عطا نہیں فرمایا، وہ مال کو حقوق واجبہ میں خرچ نہیں کرتا، بلکہ غلط مصارف میں خرچ کرتا ہے۔ چوتھا آدمی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ علم دیا اور نہ مال، مگر وہ کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دیتا تو میں وہ مال فُلاں آدمی کی طرح باطل میں خرچ کرتا۔ تو یہ دونوں آدمی گناہ میں برابر ہیں۔

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’ان علماء کے ساتھ نہ بیٹھو جو پانچ امور سے پانچ کی طرف نہ بلائیں، (۱) شک سے یقین کی طرف۔ (۲) تکبّر سے تواضع کی طرف۔ (۳) عداوت سے نصیحت کی طرف۔ (۴) ریاء سے اخلاص کی طرف۔ (۵) دنیا میں رغبت سے زہد کی طرف۔‘‘ (کبیر)

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا’’ **اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ مَوْتٰی اِلَّا الْعَالِمُوْنَ** ‘‘ (ترجمہ) سارے لوگ مُردے اور میت ہیں مگر علماء۔

● جناب رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی فرمائی کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہمکلام آدمی کی حیات صرف ایک ساعت باقی

ہے۔عصر کا وقت تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اُس آدمی کو اطلاع دے دی، تو وہ گھبرا گیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے افضل عمل کا ارشاد فرمائیں تا کہ فوت ہوتے وقت افضل عمل کے ساتھ مشغول ہونے میں روح خارج ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا، تم طلب علم میں مصروف ہو جاؤ۔اس شخص نے علم پڑھنا شروع کر دیا اور مغرب سے پہلے وہ شخص فوت ہو گیا۔اس میں نکتہ یہ ہے کہ علم حاصل کرنے سے بہتر اگر کوئی عمل ہوتا تو آپ ﷺ اس آدمی کو وہ عمل ارشاد فرماتے۔

● جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ دس آدمیوں کی دعاء قبول ہوتی ہے۔ (۱) عالم،اور (۲) متعلم،اور (۳) حُسن خلق والا اور (۴) مریض،اور (۵) یتیم،اور (۶) غازی،اور (۷) حاجی،اور (۸) مسلمانوں کے لئے ناصح اور مخلص،اور (۹) والدین کا مطیع اور (۱۰) شوہر کی اطاعت گزار بیوی۔

● **قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قُلْتُ يَا جِبْرَائِيْلُ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ لِاُمَّتِیْ قَالَ اَلْعِلْمُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَلنَّظْرُ اِلَی الْعَالِمِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ زِيَارَةُ الْعَالِمِ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَسَبَ الْعِلْمَ لِلّٰهِ وَاَرَادَ بِهٖ صَلَاحَ نَفْسِهٖ وَصَلَاحَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يُرِدْ بِهٖ عَرضاً مِنَ الدُّنْيَا فَأَنَا كَفِيْلُه‘** (کبیر)

(ترجمہ) ’’جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا میری امت کے لئے کون سا عمل افضل ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا ’علم‘ میں نے کہا پھر؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، عالم کی طرف دیکھنا، میں نے کہا پھر؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، عالم کی زیارت کرنا۔پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے علم حاصل کیا اور علم کے ساتھ اپنے نفس اور مسلمانوں کی اصلاح کا ارادہ کیا اور علم سے دنیا کی متاع کا ارادہ نہیں کیا میں اس کا ضامن اور کفیل ہوں گا۔‘‘ (کبیر)

● جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

كُنْ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً اَوْ مُسْتَمِعاً اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسُ فَتَهْلِكُ

(کبیر)

(ترجمہ) ''عالم بن یا متعلم یا علماء سے سُننے والا یا علماء سے محبت کرنے والا اور پانچواں شخص نہ بن پس تو ہلاک ہو جائے گا۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اتَّكَأَ عَلٰى يَدِهٖ عَالِمٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَه' بِكُلِّ خَطْوَةٍ عِتْقُ رَقَبَةٍوَمَنْ قَبَّلَ رَاسَ عَالِمٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَه' بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ (کبیر)

(ترجمہ) ''جس آدمی کے بازو پر کسی عالم نے تکیہ کیا اللہ تعالیٰ اس آدمی کے لئے ہر قدم پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطاء فرمائے گا اور جس شخص نے عالم کے سر کا بوسہ لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر بال میں ایک نیکی عطاء فرمائے گا۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا سَئَلْتُمُ الْحَوَائِجِ فَاسْئَلُوْهَا النَّاسَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ النَّاسُ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ قِيْلَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ قِيْلَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَلصِّبَاحُ الْوُجُوْهِ

(ترجمہ) ''جب تم اپنی حاجتوں کا سوال کرو تو النّاس (مردوں) سے سوال کرو عرض کیا گیا یا رسول اللہ 'ناس' کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اہلِ قرآن، عرض کیا گیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا، اہلِ علم؟ عرض کیا گیا، پھر کون؟ ارشاد فرمایا 'خوبصورت چہروں والے۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْعُلَمَاءِ اِنِّىْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِىْ فِيْكُمْ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُعَذِّبَكُمْ اُدْخُلُوْا الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكُمْ (کبیر)

(ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا، میں نے اپنا علم تمہیں اس لئے نہیں دیا تھا کہ میرا ارادہ ہو کہ میں تمہیں عذاب دوں گا، جنت میں داخل ہو جاؤ جتنے اعمال پر ہو تم۔ یعنی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کے قدم طلب علم میں غبار آلود ہوئے اس کا جسم جہنم پر حرام ہے اور اس کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اگر وہ طلب علم میں فوت ہو گیا تو شہید فوت ہو گا اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی اور حدِ نگاہ تک اس کی قبر وسیع کی جائے گی اور اس کے جوار میں چالیس چالیس دائیں بائیں آگے پیچھے قبروں میں اس کی وجہ سے نور پھیلایا جائے گا اور عالم کی نیند عبادت ہے اور اس کے ساتھ مذاکرہ تسبیح ہے اور اسکے سانس صدقہ ہیں اور اس کی آنکھ سے ہر بہنے والے آنسوؤں کا قطرہ جہنم کی آگ کے سمندر کو بجھا دے گا۔ جس شخص نے عالم کی اہانت کی اس نے علم کی اہانت کی اور جس شخص نے علم کی اہانت کی اس نے نبی ﷺ کی اہانت کی اور جس شخص نے نبی ﷺ کی اہانت کی اس نے جبرائیل علیہ السلام کی اہانت کی اور جس شخص نے جبرائیل علیہ السلام کی اہانت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اہانت کی اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اہانت کی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی اہانت کرے گا۔ (کبیر)

<u>توضیح</u>: دین کے علماء کی اہانت اگر علم دین کی وجہ سے ہو تو فقہاء کرام کے نزدیک کفر ہے کیونکہ دراصل دین اور اسلام کی توہین ہے۔ اور اگر کسی دنیاوی وجہ سے توہین ہو تو کفر نہیں ہے۔ مذکورہ حدیث میں عالم کی توہین سے مراد علم کی وجہ سے عالم کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے۔ (مفتی رفیق حسنی عفی عنہ)

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً (کبیر)

(ترجمہ)''ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

● اس کی توضیح اس طرح ہے کہ تفکر قلب کا عمل ہے اور عبادت جسم کا عمل ہے اور تفکر سے وصول الی اللہ کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور عبادت سے وصول الی الجنۃ کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ تفکر چونکہ قلب کا عمل اور وصول الی اللہ کا باعث ہوتا ہے اس لئے عبادت سے افضل ہے۔

● سورۃ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا، مگر پہلی آیت ''الرحمٰن علم القراٰن'' میں علم کا ذکر سب نعمتوں سے پہلے کیا۔ معلوم ہوا کہ علم سب نعمتوں سے افضل نعمت ہے اور آیت ''عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا'' (النساء:۱۱۳) میں اللہ تعالیٰ نے علم کو فضلِ عظیم فرمایا اور آیت ''فَمَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا'' میں اللہ تعالیٰ نے علم کو خیر کثیر فرمایا۔ اور آیت ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ'' (فاطر:۲۸) سے معلوم ہوتا ہے علماء جنتی ہوں گے۔ اس آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ سے خشیت علماء کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا ''ذَالِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّه'' '' (یہ جنت اس آدمی کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرتا ہے)۔ اور فرمایا'' وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ '' (اس آدمی کے لئے دو جنت ہیں جو اپنے ربّ کے مقام سے ڈر رکھتا ہے)۔ اور حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا اَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَه' اَمْنَیْنِ فَاِذَا اٰمَنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُه' یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاِذَا خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اٰمَنْتُه' یَوْمَ الْقِیَامَةِ (کبیر)

(ترجمہ)''مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں اپنے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں

کروں گا جب آدمی دنیا میں مجھ سے بے خوف ہے اُسے قیامت کے دن خوف میں ڈالوں گا اور جو شخص دنیا میں مجھ سے خوف رکھتا ہے اُسے آخرت میں امن دوں گا۔'' معلوم ہوا علماء جنت میں داخل ہوں گے۔

● خشیت علماء کے ساتھ خاص ہونے کے سلسلہ میں امام رازی فرماتے ہیں صاحب معرفت عالم باللہ کو خشیت لازم ہے کیونکہ جو شخص کسی شے کا علم نہیں رکھتا اس کا اُس شے سے ڈرنا محال ہوتا ہے۔ لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علم حاصل نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرے گا۔ اربوں دہری لوگ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور جن کو اس کائنات کے خالق کا علم نہیں وہ اسی دنیا کو جنت سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ مگر ہر مومن صاحب علم ہے۔ علم کے مرتبہ کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا علم زیادہ ہوگا اتنا ڈر زیادہ ہوگا۔ لہٰذا خشیت اصحاب علم کے ساتھ خاص ہے۔ مگر امام رازی فرماتے ہیں کہ معرفت اور علم کو خشیت اس وقت لازم ہوگی جب تین امور کا علم ہوگا۔ اوّل یہ کہ خائف کو علم بالقدرۃ ہو کیونکہ حاکم جانتا ہے کہ میری قوم میرے بُرے اعمال کو جانتی ہے مگر وہ جانتا ہے کہ میری قوم کو میری گرفت پر قدرت نہیں ہے، اس لئے حاکم اپنی محکوم قوم سے نہیں ڈرتا۔ دوم خائف کو علم ہو کہ صاحب قدرت کو میری برائیوں کا علم ہے کیونکہ بادشاہ کا مال چوری کرنے والا جانتا ہے کہ بادشاہ سزا دینے پر قادر ہے مگر چور سمجھتا ہے کہ بادشاہ کو چوری کرنے کا علم نہیں اس لئے وہ بادشاہ سے نہیں ڈرتا۔ سوم یہ کہ خائف کو صاحب قدرت کے حکیم ہونے کا علم ہو کیونکہ مسخرہ جانتا ہے کہ بادشاہ قادر ہے اور میرے افعال قبیحہ سے باعلم ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ بادشاہ صاحب حکمت نہیں اس لئے وہ قبیحہ افعال پر راضی ہو جاتا ہے، تو مسخرہ بادشاہ سے نہیں ڈرتا۔ معلوم ہوا کہ علم بالقدرۃ اور علم بالعلم اور علم بالحکمۃ تین امور موجب خشیت ہیں۔ جب بندہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اللہ تعالیٰ کو میرے اعمال کا

علم ہے اور اللہ تعالیٰ حکیم ہے، بُرے اور قبیح افعال کو پسند نہیں کرتا بلکہ ناراض ہوتا ہے تو اب خوف لاحق ہوگا۔ (کبیر)

◄◄ **فائدہ:** ان علوم ثلثہ سے مراد خاص حضوری اور احساسی علوم ہیں جو بندے کے دل میں خشیت کو پیدا کریں اور یہ صفت فقط صاحبانِ احسان کا خاصہ ہے جس طرح کہ حدیثِ جبرائیل میں مذکور ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی مکرم ﷺ سے عرض کی: "**فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ. قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ**" (ترجمہ: جبرائیل نے عرض کی: مجھے احسان کے بارے میں بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یہ جان لے کہ یقیناً وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔) یہی حضوری ہے اور یہی وہ احساس ہے جو اُن مذکورہ علومِ ثلاثہ کے بعد ودیعت کیا جاتا ہے۔ اور حضور اور احساس یہ کہ بندہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور یہ احساس غالب ہوجائے یا اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا احساس اور تصور غالب ہوجائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور حضور اور احساس سے غفلت نہ ہو۔ جب تک یہ کیفیت نہیں ہوگی علوم ثلثہ کے علم کے باوجود خشیت پیدا نہیں ہوگی۔ اور حضور اور احساس وہبی اور عطائی ہوتا ہے کسبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ابلیس اور اس کے پیروکار تمام علماء کو تینوں علوم حاصل ہوتے ہیں مگر غفلت اور عدم توجہ کی وجہ سے خوف نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب تک حضور اور حضور کا احساس اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ذوقی اور احساسی نہ بنے اور علم کی حد تک رہے اس سے خوف پیدا نہیں ہوگا۔ اور ذوقی معرفت اور مرتبہ حضور اور حضور کا احساس اللہ تعالیٰ کے فضل اور اولیائے کرام اور علماء ربّانیین کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے اور علماء ربّانیین نہ ملیں تو علماء ربّانیین کی کتابوں

سے حاصل ہوتا ہے۔آج تو صرف علماء آخرت کی کتابوں سے ہی ذوقی علوم اور معرفت حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ علماء ربّانین کا ملنا نہایت مشکل ہوگیا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ تصوف کی کتابوں کا نہایت توجہ سے مطالعہ کیا جائے۔

● حدیث شریف میں ہے:

اَلْعُلَمَاءُ سَادَّةٌ وَ الْفُقَهَاءُ قَادَّةٌ وَ مُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ (کبیر)

(ترجمہ) ''علماء سیّد ہیں اور فقہاء قائد ہیں اور ان کی مجالست علم اور عمل کی زیادتی کا باعث ہے''

● مومن کو علم حاصل کرنے میں دلچسپی نہیں ہوسکتی جب تک وہ چھ ضرورتوں کو نہیں سمجھتا۔ اوّل، وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرائض کی ادائیگی بغیر علم نہیں ہوسکتی۔دوم، اللہ تعالیٰ نے معاصی سے اجتناب کا حکم دیا ہے مگر معاصی سے اجتناب بغیر علم ناممکن ہے۔سوم، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور شکر ادا کرنا بغیر علم کے ممکن نہیں۔چہارم، اللہ تعالیٰ نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے مگر انصاف کرنا بغیر علم کے ممکن نہیں۔پنجم، اللہ تعالیٰ نے مصائب پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے مگر صبر بغیر علم ناممکن ہے۔ششم، اللہ تعالیٰ نے شیطان سے عداوت کا حکم دیا ہے مگر شیطان کی عداوت کرنا بغیر علم نہیں ہوسکتی۔

● بعض محققین نے فرمایا، علماء تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) عالم باللہ غیر عالم بامر اللہ۔(۲) عالم بامر اللہ غیر عالم باللہ۔(۳) عالم باللہ و بامر اللہ۔

● اوّل قسم علماء کا وہ گروہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔وہ احکام اور امور شرعی کا تفصیلی علم حاصل نہیں کرسکے۔دوسری قسم علماء کی وہ جماعت ہے جنہیں احکام شرعی اور حلال اور حرام کا تفصیلی علم ہے مگر انہیں

معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوسکی۔ ایسے علماء کو اسرار کی معرفت اور مناجات کی لذت اور عبادات کی حلاوت حاصل نہیں ہوتی۔تیسری قسم کے علماء کرام وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور شرعی احکام کی تفصیل دونوں حاصل ہیں۔ یہ لوگ عالم باللہ اور بامر اللہ ہیں۔ یہ علماء معقولات اور محسوسات دونوں کے کناروں پر متمکن ہیں، ان کی کبھی اللہ تعالیٰ کی محبت میں استغراق کی وجہ سے محسوسات کی طرف التفات نہیں رہتی اور کبھی مخلوق پر رحمت اور شفقت کی وجہ سے ان کی مخلوق کی طرف التفات ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ عام حیثیت میں بیٹھے ہوتے ہیں۔اور جب ان علماء ربّانین کا رجوع خلق کی طرف ہوتا ہے تو یہ عام آدمی کی طرح ایک عام فرد لگتے ہیں اور جب ان کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ خلق کو نہیں جانتے، صرف خالق کو جانتے ہیں۔ یہ مرتبہ انبیائے عظام علیہم السلام اور صدیقین کا ہوتا ہے۔

شاید یہی تینوں علماء اس حدیث شریف کا مصداق ہیں:

سَأئِلِ الْعُلُمَاءَ وَ خَالِطِ الْحُکُمَاءَ وَ جَالِسِ الْکُبَرَاءَ " (کبیر)

(ترجمہ) "علماء سے سوال کرو اور حکماء کے ساتھ اختلاط کرو اور کبراء کے ساتھ مجالست کرو۔"

● اس حدیث میں علماء سے مراد علماء بامر اللہ ہیں اور حکماء سے مراد علماء باللہ ہیں اور کبراء سے مراد علماء بامر اللہ اور باللہ ہیں۔ (رازی)

● حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں ان تینوں قسم کے علماء کی تین تین علامتیں ہیں۔ عالم بامر اللہ فقط کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ ذاکر باللسان ہوتا ہے، ذاکر بالقلب نہیں ہوتا۔ دوسری علامت، وہ خائف عن الخلق ہوتا ہے خائف عن الخالق نہیں ہوتا۔تیسری علامت یہ کہ وہ ظاہر اور جلوت میں لوگوں سے حیاء کرتا ہے مگر سرّ اور خلوت میں اللہ تعالیٰ سے حیاء

نہیں کرتا۔

● اور عالم باللہ کی تین علامتیں ہیں کہ وہ ذاکر بالقلب اور خائف من اللہ اور مستحی من اللہ ہوتا ہے اس کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور خلوت میں بھی اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہے اور عالم باللہ و بامر اللہ ذاکر باللسان والقلب اور خائف عن الخالق اور مستحی من اللہ فی الظاہر والباطن ہوتا ہے۔ اور عالم بامر اللہ اور باللہ کی مثال سورج کی ہے نہ زائد ہوتا ہے اور نہ ناقص اور عالم باللہ کی مثال چاند کی ہے کبھی زائد ہے اور کبھی ناقص اور عالم بامر اللہ کی مثال چراغ کی ہے خود کو جلاتا ہے مگر لوگوں کو روشنی پہنچاتا ہے۔

◄◄ **تبصرہ:** موجودہ دور میں عالم بامر اللہ بھی نہایت کم تعداد میں نظر آتے ہیں اکثریت عالم نما جاہلوں کی ہے اور دوسری اور تیسری قسم کے علماء شاید کہیں نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ شاید اس دنیا کو ختم فرمانا چاہتا ہے۔ علم الانبیاء علیہم السلام کے وارث اٹھ گئے اور علم بھی ساتھ لے گئے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

متعلم کے آداب: متعلم اور طالب علم کے لئے دس آداب ہیں۔ (احیاء)

(۱) پہلا ادب یہ ہے کہ متعلم اور معلم بُرے اخلاق اور ذمیمہ صفات سے نفس کو پاک کریں، کیونکہ علم دل کی عبادت ہے اور سِرّی نماز ہے۔ اور علم اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہے جس طرح جسمانی طہارت جسمانی نماز کے لئے شرط ہے اسی طرح روحانی طہارت روحانی نماز یعنی علم کے لئے شرط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النِّظَافَةِ**'' (احیاء) دین کی بنیاد پاکی پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتاً فِیْهِ کَلْبٌ**'' (بخاری ومسلم) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا

موجود ہو۔انسان کا دل ملائکہ رُحمت کا گھر ہےاور رذیلہ صفات دل میں کتے کی طرح نجس ہیں۔جس دل میں رذیلہ صفات ہوں گی اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوں گے۔ لہٰذا نورانی علم بھی داخل نہیں ہوگا۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”لَیْسَ الْعِلْمُ بِکَثْرَةِ الرِّوَایَةِ اِنَّمَا الْعِلْمُ نُوْرٌ یُقْذَفُ فِی الْقَلْبِ“ (احیاء)علم کثرت روایات کا نام نہیں ہےعلم نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے۔اسی لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ علم خشیت اورخوفِ خدا کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:”اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہٖ الْعُلَمٰٓؤُا“ (القرآن) بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔(غیر علماء نہیں ڈرتے)

(۲) دوسرا ادب یہ ہے کہ طالب علم،علم حاصل کرنے کے زمانہ میں اپنے گھر اور اہل وعیال سے دور رہےاور دنیاوی امور میں مشغول نہ ہو۔صبح شام علم حاصل کرےاور علم کے تصور میں غرق رہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایاء ”مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ“ (ترجمہ) اللہ نے آدمی کے پیٹ میں دو دل پیدا نہیں فرمائے۔یعنی دل کی ایک ہی طرف توجہ ہوسکتی ہے،دوطرف نہیں ہوسکتی۔اسی لئے علماءفرماتے ہیں ”اَلْعِلْمُ لَا یُعْطِیْکَ بَعْضَہٗ حَتّٰی تُعْطِیَہٗ کُلَّکَ“ (ترجمہ)علم تجھے اپنا بعض نہیں دے گا حتیٰ کہ تو اس کو اپنا آپ سارا دے دے۔

(۳) تیسرا ادب یہ ہے کہ طالب علم،علم کی وجہ سے تکبر نہ کرے،ہر مسلمان کی خدمت کرے اور تواضع سے پیش آئے اور استاذ کی خدمت اپنے لئے ثواب سمجھے۔حضرت شعبی نے فرمایا،حضرت زید بن ثابتؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی آپ سوار ہونے لگے حضرت عبداللہ بن عباس نے آپ کی رکاب پکڑی۔حضرت زید نے فرمایا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے

ایسا نہ کرو۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا ''هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِالْعُلَمَاءِ وَ الْكُبَرَاءِ'' ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا کہ ہم علماء اور بڑوں کا ادب کریں۔ حضرت زید نے حضرت عبداللہ کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا اور فرمایا ''هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وسلم'' ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ پیار کریں۔ حضرت زید بن ثابت بوڑھے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس کے لئے استاذ کی جگہ تھے۔

● ہارون الرشید کا بیٹا اپنے بوڑھے استاذ کے اعضاء پر وضو کرتے وقت پانی ڈال رہا تھا۔ ہارون الرشید وہاں سے گزرے تو دیکھ لیا اور جا کر بیٹے کو ڈانٹ کر کہا صرف پانی نہ ڈالو بلکہ استاذوں کے پیروں کو اپنے ہاتھوں سے صاف بھی کرو۔ (ملفوظ استاذیم)

● ہارون الرشید نے ایک نابینا عالم کی دعوت کی اور کھانا کھلایا جب نابینا عالم کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے لگے ہارون الرشید نے ہاتھوں میں لوٹا لے کر آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کیا اور اس نابینا عالم سے عرض کیا آپ جانتے ہیں آپ کے ہاتھ کون دُھلا رہا ہے؟ نابینا عالم نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ ہارون نے کہا آپ کا خادم ہارون پانی ڈال رہا ہے۔ تو نابینا عالم نے دعا دی۔ فرمایا ''اَعَزَّكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ كَمَا اَعْزَزْتَ عِلْمَ الدِّيْنَ'' اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں عزت دے جس طرح تو نے علمِ دین کی عزت کی۔ ہارون الرشید نے عرض کیا اسی دعاء کے حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنا ذکر کر دیا اور ہاتھ دھلانے کا یہ حیلہ کیا۔ (ملفوظ اعلیٰحضرت)

● کسی شخص کے لئے تملّق اور چاپلوسی جائز نہیں مگر اپنے استاذ اور معلم کی خوشامد جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَيْسَ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ التَّمَلُّقُ اِلَّا فِيْ طَلَبِ

الْعِلْمِ "(احیاء) مومن کے اخلاق سے تملق نہیں ہونا چاہئیے مگر علم کے طلب کرنے میں۔
لہٰذا علم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم اپنے معلم کی تواضع کرے اور خوشامد کرے اور معلم کی بات قبول کرے۔ قرآن مجید میں ہے "**اِنَّ فِی ذَالِکَ ذِکْریٰ لِمَنْ کَانَ لَہ' قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ ھُوَ شَھِیْدٌ**" بے شک اس قرآن میں اس آدمی کے لئے نصیحت ہے جس کے لئے دل ہے (یعنی علم اور فہم رکھنے والا ہے اور فہم پر قدرت تب ہوگی جب وہ توجہ اور حضور قلب سے کلام سُنے) یا اس نے سماعت کی اس حال میں کہ وہ حاضر تھا (یعنی دماغ حاضر تھا)۔ لہٰذا جب بھی معلم اپنی رائے پیش کرے تو متعلم قبول کرے اور اپنی رائے کا اظہار نہ کرے، مگر معلم کی اجازت کے بعد۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور خضر علیہم السلام کے قصہ سے اس امر پر تنبیہ فرمائی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا "**اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْراً وَ کَیْفَ تَصْبِرُ عَلیٰ مَالَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْراً**" بے شک تو میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا اور تو ایسی باتوں پر کیسے صبر کر سکتا ہے جن باتوں کی خبر پر آپ کو احاطہ نہیں ہوگا۔

● حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے استفادہ کے لئے شرط لگائی کہ آپ خاموش رہیں گے اور جو کچھ میں کروں اس کو قبول کریں گے۔ عرض کیا "**فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثُ لَکَ مِنْہ' ذِکْراً**" پس اگر تو میری اتباع کرے پس نہ سوال کر کسی شے سے حتّٰی کہ میں تیرے لئے اس شے کا بیان کروں ذکر کے لئے۔

معلوم ہوا "**فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**" (سوال کرو اہلِ علم اور اہلِ

ذکر سے اگر تم نہیں جانتے)، کا حکم اس وقت ہے جب معلم اور شیخ اجازت دے یا معلم کی بات سمجھ نہ آرہی ہو۔ بغیر اجازت اگر سوال کیا گیا تو استفادہ رُک جائے گا، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوالات بغیر اذن کے تھے اس لئے مزید استفادہ نہ ہوسکا۔ اسی مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر موسیٰ علیہ السلام خاموش رہتے تو کافی باتوں سے پردہ اٹھ جاتا۔'' (احیاء)

● علم الباطن میں ادب زیادہ کرنا چاہیئے کیونکہ شیخ کامل مکمل کی ناراضگی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ شیخ کامل اپنے متعلم کی استعداد اور استفادہ کے وقت کو جانتا ہے اگر روحانی تلمیذ سوالات سے شیخ کو تنگ کرے گا تو اس کی طبیعت پر ثقل اور بوجھ سے مرید کو نقصان ہوسکتا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ اَنْ لَا تُكْثِرَ عَلَيْهِ بِالسَّوَالِ وَلَا تُعَنِّتَهُ فِي الْجَوَابِ وَلَا تُلِحَّ عَلَيْهِ اِذَا كَسَلَ وَلَا تَأْخُذَ بِثَوْبِهِ اِذَا نَهَضَ وَلَاتُفْشِيَ لَهُ سِرًّا وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَهُ اَحَداً وَلَا تَطْلُبَنَّ عَثْرَتَهُ وَاِنْ زَلَّ قُبِلَتْ مَعْزِرَتُهُ وَ عَلَيْكَ اَنْ تُوَقِّرَهُ وَ تُعَظِّمَهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا دَامَ يَحْفِظُ اَمْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ لَا تَجْلِسْ اَمَامَهُ وَاِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ سَبَقْتَ الْقَوْمَ حَاجَتَهُ اِلٰى خِدْمَتِهٖ (احیاء)

(ترجمہ) ''عالم کے حقوق میں سے ہے کہ تو اس پر سوالات کی کثرت نہ کر اور جواب میں اسے مشقت میں نہ ڈال اور جب وہ سُستی کرے تو سوال پر اصرار نہ کر اور اس کے کپڑوں سے نہ کھیچ جب وہ کھڑا ہو اور اس کے رازوں کا افشاء نہ کر اور اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کر اور اس کی لغزشوں کی تلاش نہ کر اگر اس سے لغزش ہو جائے تو اس کی معذرت قبول کر تیرے اوپر اس کی تعظیم اور توقیر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے جب تک وہ عالم اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر کی حفاظت کرتا رہے اور اس کے آگے نہ بیٹھ اگر عالم کو کوئی

حاجت ہوتو قوم سے پہلے اس کی خدمت کے لئے تو سبقت کر۔''

(۴) چوتھا ادب یہ ہے کہ طالب علم ایسے معلم سے علم سیکھے جو صاحب علم اور صاحب تقویٰ ہو اور ابتداء میں مسالک کی اختلافی باتوں سے اجتناب کراتا ہو اور صرف دینی اور شرعی بنیادی علوم پڑھاتا ہو۔ اگر معلم خود صاحب علم نہیں تو دوسری کو علم کس طرح منتقل کرے گا۔ نابینا، نابینوں کی قیادت اور رہنمائی کیسے کر سکتا ہے اور اگر معلم صاحب علم ہے لیکن صاحبِ تقویٰ نہیں تو اس کے کمزور کردار سے غلط پیغام منتقل ہوگا۔ اور تلامذہ اس کے کردار کو حجت سمجھ کر فسق میں مبتلا ہوں گے۔

● حضرت مجدد الف ثانیؒ سے کسی عالم نے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا مولانا نصیحت یہ ہے کہ کردار سے تبلیغ کرو صرف گفتار سے نہ کرو اگر مبتدی کو اختلافی مسائل میں اُلجھا دیا جائے تو طالب علم بجائے یقین کے حیرت اور تردّد میں پڑ جائے گا۔ مبتدی طالب علم کو اختلافات پڑھانے والے عالم سے اس طرح اجتناب کرنا چاہیئے جس طرح نو مسلم کو کافروں کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ابتداء میں ناپختگی ہوتی ہے جب طالب علم منتہی ہو جائے تو پختہ ہونے کی وجہ سے مسالک کا اختلاف اس پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ قوی تر علماء کے معاملات ضعیف تر علماء کے خلاف ہوتے ہیں جب انسان روحانیت کا سفر شروع کرتا ہے تو اس کی عبادات زیادہ نظر آتی ہیں اور وہ جوں جوں منزل کے قریب ہوتا جاتا ہے اس کی عبادات کم ہوتی جاتی ہیں کیونکہ اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے شہود اور ذکر اور حضور کی استغراقی کیفیت کی وجہ سے ظاہری نفلی عبادات کم کرتا ہے اس لئے بعض صوفیاء نے کہا ''مَنْ رَآنِیْ فِی الْبِدَایَةِ صَارَ صِدِّیْقاً وَ مَنْ رَآنِیْ فِی النِّھَایَةِ صَارَ زِنْدِیْقاً'' (احیاء) جس شخص نے مجھے ابتداء میں دیکھا وہ صدیق بن گیا اور جس نے مجھے انتہاء میں دیکھا وہ زندیق بن گیا۔ لہٰذا متعلم اگر معلم کی ریاضت اور مجاہدات بڑھاپے میں کم دیکھے تو وہ

اسے نقصان پر محمول نہ کرے اور ضعیف کو قوی کے ساتھ تشبیہ نہ دے۔

(۵) پانچواں ادب یہ ہے کہ طالب علم ہر فنی علم بقدر ضرورت پڑھ کر علم حدیث اور علم تفسیر اور علم باطن حاصل کرے کسی فنی علم میں تبحر اور مہارت حاصل کرنا بے فائدہ ہے۔ اس میں عمر ضائع نہ کرے بلکہ باطن کی اصلاح اور تزکیہ حاصل کرنے کے لئے علوم آخرت حاصل کرے۔

(۶) چھٹا ادب یہ ہے کہ فنی علوم حاصل کرنے کے اوقات میں بھی علوم آخرت اور اعمال صالحہ پر وقت زیادہ صرف کرے تاکہ علوم آخرت اور اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ معرفت سے مراد تصدیق اور یقین ہے اور یقین اس نور کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ آدمی کے دل میں دل کی طہارت کے بعد پیدا فرماتا ہے جو یقین اور نور ایمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھا اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِی بَکْرٍ بِاِیْمَانِ الْعَالَمِیْنَ لَرَجَحَ" (بیہقیؒ) اگر ابوبکر صدیقؓ کا ایمان تمام جہانوں کے لوگوں کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر صدیقؓ کے ایمان کا وزن زیادہ ہوگا۔ ایسا نور ایمان علوم آخرت اور اعمال صالحہ اور تقویٰ کے ثمرات سے ہوتا ہے۔

(۷) ساتواں ادب یہ ہے کہ فنی علوم ترتیب سے حاصل کرے پہلے صَرف اور نحو اور پھر فقہ اور اصول فقہ اور پھر علم حدیث اور علم تفسیر اور علوم آخرت۔

(۸) آٹھواں ادب یہ ہے کہ ان اسباب کی معرفت حاصل کرے جن کی وجہ سے علم کو شرافت حاصل ہے اور شرافت کا معیار دو چیزیں ہوتی ہیں ایک اس علم کے ثمرات، دوم اس کے دلائل کی قوت، مثلاً علم دین اور علم طب دو الگ الگ علم ہیں۔ علم دین کا ثمرہ ابدی حیات ہے اور علم طب کا ثمرہ فانی حیات ہے۔ لہٰذا علم دین علم طب سے اشرف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم سے اشرف اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم اور ملائکہ اور انبیاء اور کتب کا علم

ہےاور وہ علوم بھی اشرف ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی صفات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔

(۹) نواں ادب یہ ہے کہ علوم حاصل کرنے سے طالب علم کی غرض اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا ہو اور مقربین اور صالحین کی جماعت میں شامل ہونا ہو علوم حاصل کرنے سے غرض مال اور ملازمت اور سیاست اور حکومت مناصب کا حصول نہ ہو۔

● علوم کے اہمیت کے اعتبار سے مختلف درجات ہیں مثلاً لغت کا علم اور نحو کا علم اور گریمر کا مرتبہ اور درجہ وہ نہیں ہے جو علم تفسیر اور علم حدیث اور علم فقہ کا ہے اور ان سب سے اعلیٰ درجہ علوم آخرت کا ہے۔

● اسی طرح علماء کے درجات بھی مختلف ہیں بشرطیکہ علوم سے غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی خدمت ہو سب سے اعلیٰ درجہ ان علماء کرام کا ہے جو علوم آخرت کے امین ہیں۔ان علماء کو اولیاء اللہ بھی کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''**يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ**'' اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور اُن لوگوں کے جو علم دیئے گئے ہیں درجات بلند فرمائے گا۔دوسری جگہ فرمایا: ''**هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ**'' وہ اصحاب درجات ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ جب اشرف اور اقدم درجہ علماء آخرت کا ہے تو طالب علم کو علماء آخرت سے ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ہمارے نزدیک سب سے بلند رتبہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے پھر اولیاء کرام کا اور پھر علماء راسخین کا اور پھر صالحین کا۔ ہر طالب علم کو اولیاء یا علماء راسخین کی جماعت میں شرکت کے لئے محنت کرنا چاہیئے اور یہ شرکت تقویٰ اور مجاہدات سے حاصل ہوسکتی ہے۔

(۱۰) دسواں ادب یہ ہے کہ طالب علم ہر علم کی مناسبت مقصد کے ساتھ ملحوظ رکھے اللہ تعالیٰ کا لقاء اور رویت اور اس کی نعمتیں ہر مؤمن کا مقصد ہیں۔طالب علم اُن علوم کو ترجیح دے جن کی

وجہ سے مقصد حاصل ہو سکے اور وہ علوم آخرت ہیں۔ یعنی علم دین اور عمل۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اگر طالب علم علم فقہ یا تفسیر اور حدیث حاصل کرے لیکن اس کے مطابق عمل نہ کرے تو اسکے حق میں علم فقہ اور تفسیر اور حدیث بھی علم طب کی طرح دنیاوی علم ہو جائے گا اور اگر اس فقہ پر عمل بھی کرے تو علم فقہ علوم آخرت سے ہو جائے گا۔ اور اگر ان مبارک علوم سے مقصد فساد اور شر پھیلانا ہو تو یہ علوم دخول جہنم کا باعث ہوں گے۔

معلم اور استاذ کے آداب کے ذکر سے پہلے مقدمہ :

● آدمی جب مال حاصل کرتا ہے اس کی چار حالتیں ہوتی ہیں: مال حاصل کرنے کا عمل اور حاصل شدہ مال کا ذخیرہ کرنا اور مال کو اپنے نفس پر خرچ کرنا اور مال کو غیر پر خرچ کرنا۔ اسی طرح آدمی جب علم حاصل کرتا ہے تو اس کی بھی چار حالتیں ہوتی ہیں: علم حاصل کرنے کا عمل اور حاصل شدہ علم کا ذخیرہ اور اس علم پر خود عمل کرنا اور اس علم سے غیروں کو فائدہ پہنچانا یعنی تعلیم دینا سب سے اشرف حال تعلیم کا ہے لہٰذا ''**فَمَنْ عَلِمَ وَ عَمِلَ وَ عَلَّمَ**'' جس شخص نے علم سیکھا اور عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا وہ شخص آسمانوں پر عظیم پکارا جاتا ہے اور تعلیم دینے والے عالم کی مثال سورج کی ہے جو خود بھی روشن ہے اور دنیا کو بھی روشن کرنے والا ہے اور معلم عالم کی مثال کستوری کی ہے خود بھی خوشبو ہے اور دوسروں کو خوشبو سے مہکانے والی ہے اور وہ عالم جو علم پڑھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا اس کی مثال اس رجسٹر یا کمپیوٹر کی ہے جس میں سب کچھ موجود ہے لیکن اُسے کوئی فائدہ نہیں اور اس کی مثال اس پتھر کی ہے جو چھری کو تیز کرتا ہے لیکن کاٹ نہیں سکتا اور اس کی مثال اس سوئی کی ہے جو غیروں کو کپڑے پہناتی ہے لیکن خود بے لباس ہے اور اس کی مثال اس موم بتی کی ہے جو خود جل رہی ہے مگر دوسروں کو روشنی پہنچا رہی ہے۔

معلم اور مرشد کے لئے آداب:

(۱) پہلا ادب یہ ہے کہ معلم طالب علموں کے لئے شفیق ہو جس طرح والد اپنی اولاد کے لئے شفیق ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ** (ابن ماجہ) ''میں تمہارے لئے مثل والد کے ہوں اپنی اولاد کے لئے'' معلم طالب علموں کو آخرت کی آگ سے نکالنے کا ارادہ کرتا ہے اور والدین دنیا کی آگ سے اولاد کو نکالتے ہیں۔ اس لئے والد سے معلم کا حق زیادہ ہے۔ معلم حیاتِ ابدی کا سبب ہے اور والدین حیاتِ فانی کا سبب ہیں جس طرح ایک آدمی کی اولاد ایک دوسرے سے تعاون کرتی ہے اسی طرح ایک معلم کے تلامذہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ اسی لئے قرآن مجید میں ہے: **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ** ''بے شک مؤمن باہم ایک دوسرے کے بھائی اور معاون ہیں''۔ دوسری جگہ فرمایا: '' **اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ** '' باہم دوست اس قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی اور صاحبِ تقویٰ لوگ۔ معلوم ہوا معلم اور ان کے تلامذہ کے درمیان حسد اور بغض نہیں ہوتا اور یہ صفت ان علماء کی ہے جو شریعت پر عمل کرتے ہیں، جنہیں اولیاء کہا جاتا ہے۔ اور دنیا کے طالب نام نہاد علماء ایک دوسرے سے حسد اور کینہ کی وجہ سے ہر وقت حالت جنگ میں رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مذکورہ دونوں آیتوں کے مفہوم سے خارج ہیں۔

(۲) دوسرا ادب یہ ہے معلم تعلیم اور پڑھانے کا عمل فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے نہ اُجرت لے اور نہ جزاء، بلکہ طالب علموں کی جانب سے شکریہ ادا کرنے کی تمنا کا تصور بھی نہ کرے اور طالب علموں پر احسان کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے بلکہ طالب علموں کا احسان سمجھے اور ان کا شکریہ ادا کرے کہ انہوں نے اپنے اذہان اور قلوب کی زمین معلم کو اپنے علم کی

کاشت اور زراعت کے لئے عطا کی ہے اگر طالب علم نہ ہوتے تو معلم کا علم کہاں کاشت کیا جاتا اور اس کا پھل کیسے کھایا جاتا۔ لہٰذا معلم کو طالب علم کا شاکر ہونا چاہیئے معلم اللہ تعالیٰ سے ہی اجر طلب کرے۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے: ''**یَا قَوْمِ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مَا لاً اِنْ اَجْرِیَ عَلَی اللّٰهِ**'' اے میری قوم میں اس پر مال طلب نہیں کرتا میرا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ جب معلم کے لئے حصول اجر اور ثواب کا باعث طالب علم ہیں تو طالب علموں کو معلم اپنی ذات سے بہتر سمجھے اور ان کی خدمت کرے۔ کم از کم ان کے لئے دعاء کرتا رہے۔ لہٰذا بعض معلمین کا طالب علموں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ میری خدمت کریں اور میرے دوستوں سے محبت رکھیں اور دشمنوں سے عداوت رکھیں، اگر ایسا نہ کریں تو ان پر ناراضگی کرنا بڑی خِست اور ہلکے پن کی بات ہے۔

(۳) تیسرا ادب یہ کہ معلم طلبہ کے حق میں مخلص ہو، طلباء کے لئے جو علوم بہتر ہوں ان کی رغبت دلائے، پرہیز گاری اور اعمال صالحہ کے لئے ان کی مدد کرے اور انہیں علم پڑھنے اور پڑھانے کی غرض صرف اللہ تعالیٰ کا قُرب بتائے اور دنیا اور مال کے معاوضہ میں دین کا کام کرنے سے انہیں روکے۔ طالب علم کو علم تفسیر اور حدیث اور علم فقہ اور علم الباطن پڑھائے اور طالب علموں کی زندگی ضائع نہ کرے۔ اگر معلم طالب علموں کو بعض علوم یا بعض کتابیں پڑھانے کی استعداد نہیں رکھتا تو اُسے طالب علموں سے معذرت کر لینی چاہیئے۔ طالب علموں کی زندگی ضائع کرنا اکبر الکبائر سے ہے۔ (احیاء)

● موجودہ دور کے المیوں میں سے ایک المیہ یہ بھی ہے کہ مدرس اور معلم طالب علموں کی زندگیاں ضائع کر رہے ہیں۔ نا اہل غیر مدرس آدمی صدر مدرس بلکہ شیخ الحدیث والتفسیر کے مسند پر بیٹھ جاتے ہیں مگر انہیں ابتدائی کتابیں پڑھانے کی استعداد بھی نہیں ہوتی اور اگر پڑھانے کی استعداد ہو پھر بھی لایعنی باتوں میں درس کا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ آجکل

چونکہ عموماً مدارس کے ناظمین بھی جاہل ہوتے یا خوشامد پسند ہوتے ہیں، ناظمین ایسے غیر اہل مدرسین کی جگہ دوسرے صحیح مدرسین کا انتظام نہیں کرتے ،ناظم اور مدرس دونوں برابر طلباء کی زندگی کے ضیاع میں گنہگار ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ ایک مدرسہ میں ایک معلم اصول الشاشی کی عبارت کا ترجمہ بھی نہیں کرسکتا تھا، جب طلباء نے مدرسہ کے ناظم کو شکایت کی تو ناظم صاحب نے مدرس کو بلایا اور اُسے ترجمہ کرنے کے لئے کہا تو بیچارہ معلم ترجمہ نہ کرسکا اب عدل تو یہ تھا کہ اس مدرس کی چھٹی کردی جاتی مگر ہوا یہ کہ ناظم صاحب نے طلباء سے فرمایا اگر پڑھنا ہے تو اسی مدرس سے پڑھو ورنہ تم مدرسہ سے چلے جاؤ۔ اسی مدرسہ میں ایک مدرس نے 'کنزالدقائق' کی عبارت ''النکاح عند التوقان واجب'' کا مفہوم یہ بیان کیا کہ ''امام توقان کے نزدیک نکاح واجب ہے۔ طلبہ نے جب سوال کیا کہ امام توقان کون تھے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ، نام تو سنے ہیں مگر امام توقان کا نام نہیں سنا؟ مدرس نے کہا توقان امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے اور صاحبین کے ساتھی تھے۔ طلباء نے مدرسہ کے ناظم سے شکایت کی پھر بھی طلباء کو اسی مدرس سے کنزالدقائق پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ چونکہ مدرس ناظم کا ہم لسان اور خوشامدی تھا اس لئے ناظم نے مدرسین کی بجائے طلباء پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ یہ ہمارے ناظمین اور مدرسین کا حال ہے۔ میرے خیال میں ایسے ناظمین اور مدرسین جو طلباء کی زندگیاں ضائع کرتے ہیں، کا اگر کوئی دوسرا گناہ نہ بھی ہو ان کے لئے یہی طلباء کی زندگی کا ضائع کرنا کبیرہ گناہ جہنم کے استحقاق کے لئے کافی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''کَفٰی بِالْمَرءِ اِثْمًا اَنْ یُضِیعَ مَنْ یَعُوْلُ'' (ترجمہ: آدمی کے لئے صرف یہ گناہ کہ جن لوگوں کی وہ عیال داری کرتا ہے ان کو ضائع کردے، کافی ہے۔ اور یہ بھی اس دَور کا المیہ ہے کہ آج کل کے بعض اساتذہ اور ناظمین اعمال صالحہ واجبہ کے تارک بلکہ بدکردار ہوتے ہیں۔ جماعت ہورہی ہوگی لیکن ناظمین اور مدرسین جماعت

کی پرواہ نہیں کریں گے بلکہ بعض مرتبہ نماز تک نہیں پڑھیں گے۔ جب اصحاب تربیت کا یہ حال ہو تو طالب اور سالک نوجوان فاسق اور فاجر نہیں ہوں گے تو کیا ہوں گے؟ آج صحیح تدریس اور تعلیم بھی ایک ذریعۂ معاش بن گئی ہے۔حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نہایت حزین تھے آپ سے حزن کی وجہ پوچھی گئی آپ نے فرمایا ہم علماء دنیا داروں کے لئے کمرشل اور تجارت بن گئے ہیں۔ جب بھی کوئی شخص عالم بن جاتا ہے اُسے قاضی بنادیا جاتا ہے یا گورنر بنادیا جاتا ہے یا جیل کا سپرنٹنڈنٹ بنادیا جاتا ہے۔مگر یہ تو حضرت سُفیان ثوریؒ کے زمانہ کی بات تھی،آج تو تعلیم اور تعلم کی ابتداء ہی دنیا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) (رفیق حسنی)

(۴) چوتھا ادب یہ ہے کہ معلم اپنے تلامذہ کو برے اخلاق اور عادتوں سے اشارات اور کنایات کے ساتھ خلوت میں منع کرے اور صراحت کے ساتھ یا مجلس میں منع کرنے سے گریز کرے کیونکہ صریح الفاظ کے ساتھ یا مجلس میں نصیحت کرنے سے طالب علم کے ذہن سے ناصح کی ہیبت اور رعب ختم ہوجاتا ہے اور تلامذہ مخالفت اور عداوت پر اتر آتے ہیں۔ نیز معلم خلوت میں بھی شفقت اور پیار کے انداز میں طالب علموں کو منع کرے ڈانٹ ڈپٹ سے احتراز کرے اگر تلامذہ کو ڈانٹ کر منع کیا جائے تو بجائے برائی چھوڑنے کے برائی پر اصرار کرتے ہیں اسی لئے معلم کائنات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَوۡ مُنِعَ النَّاسُ عِنۡ فَتِّ الۡبَعۡرِ لَفَتُّوۡہُ وَقَالُوۡا مَا نُھِیۡنَا عَنۡہُ اِلَّا وَ فِیۡہِ شَیۡءٌ“

(احیاء)

اگر بالفرض لوگوں کو اونٹ کی مینگنی کے توڑنے سے روکا جائے تو لوگ اس کو ضرور توڑیں گے اور کہیں گے ہمیں منع نہیں کیا گیا مگر اسمیں کوئی چیز ہے۔لہذا اشارات اور کنایات اور خلوت میں شفقت اور پیار کے ساتھ نصیحت زیادہ مؤثر ہوگی۔

(۵) پانچواں ادب۔ایک علم کا ماہر طالب علموں کے ذہن میں دوسرے علوم کیلئے نفرت پیدا نہ کرے مثلاً فقہ کا معلم علم حدیث اور علم تفسیر کی اہمیت کم نہ کرے اسی طرح حدیث اور تفسیر کا استاذ علم فقہ کی اہمیت کے خلاف بیان نہ کرے۔

(٦) چھٹا ادب یہ کہ معلم تلامذہ کے فہم اور استعداد کے مطابق بات کرے باریک اور گہرائی والا کلام جو متعلم کے فہم سے فوق ہو بیان نہ کرے جسطرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نَحْنُ مُعَاشِرِ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ وَ نُكَلِّمُهُم عَلیٰ قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ '' (احیاء)

(ترجمہ) ''ہم انبیاء کی جماعت امر کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو اپنے اپنے مقام پر اتاریں اور ان کے عقل اور فہم کے مطابق اُن سے کلام کریں۔''

- ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَا اَحَدٌ یُحَدِّثُ قَوْماً بِحَدِیْثٍ لَا تَبْلِغُه' عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ فِتْنَةً عَلیٰ بَعْضِهِمْ '' (احیاء)

(ترجمہ) ''کوئی ایک آدمی کسی قوم سے ایسی بات جس تک ان کے عقل نہیں پہنچتے بیان کرتا ہے مگر وہ بات ان کے بعض کیلئے فتنہ ہو جائیگی۔''

- حضرت علیؓ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اِنَّ هٰهُنَا لَعُلُوْماً جُمَّةً لَوْ وُجِدَتْ لَهَا حَمَلَةً ''۔

(ترجمہ) ''بے شک اس سینے میں بے شمار علم جمع ہیں اگر ان کیلئے حاملین ہوں''۔

اور آپ نے سچ فرمایا کیونکہ ' قلوب الابرار قبور الاسرار' یہ کہ ابرار اور صالحین کے دل خفیہ علوم کی قبریں ہوتی ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''جواہر خنازیر کے گلے میں نہ ڈالو کیونکہ علم جوہر سے بہتر ہے اور جو علم کی قدر نہیں کرتا وہ خنزیر سے بُرا ہے اس لئے اسے علم نہ سکھاؤ۔''

● ایک سائل نے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا عالم نے اُسے جواب نہ دیا سائل نے کہا کیا تو نے نہیں سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''مَنْ كَتَمَ عِلْماً نَافِعاً جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْجَماً بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ'' (ابن ماجہ)

(ترجمہ) ''جس شخص نے علم نافع چھپایا وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اسکے منہ میں جہنم کی آگ سے گرم لگام دیا گیا ہوگا۔''

عالم نے جواب دیا لگام چھوڑ اور چلا جا اگر کوئی صاحب فہم آئے گا اور اس سے میں بات چھپاؤں گا تو وہ میرے منہ میں لگام دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ ''۔ ''اپنے مال کم عقل لوگوں کو نہ دو۔'' عالم نے سائل کو تنبیہ کی کہ غیر مستحق سے یا مفسد سے علم کو چھپانا ظلم نہیں ہے بلکہ جائز ہے یا واجب ہے۔

(۷) ساتواں ادب یہ ہے کہ معلم ناقص اور قاصر طالب علم سے واضح اور ظاہر افادہ نہ روکے مگر دقیق امور اپنے سینہ میں محفوظ رکھے اگر واضح اور ظاہر امور کسی ناقص طالب سے روکے گا تو طالب علم پریشان ہوگا اور اسکی علم حاصل کرنے کی رغبت کم ہو جائیگی۔ لہذا معلم اُسے علم سے بالکل محروم نہ کرے۔ ہر ایک شخص خود کو ہر دقیق علم کا اہل سمجھتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں جو کمال عقل کا دعویدار نہ ہو۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہر شخص خود کو عقل مند سمجھتا ہے، اسی وجہ سے کسی شخص کو ہم نے نہیں دیکھا کہ وہ اپنے عقل کے کامل ہونے کی دعا کرتا، ہو حالانکہ وہ شخص جو اپنی عقل کو کامل سمجھتا ہے وہ احمق ترین ہے۔' اس سے معلوم ہوا عوام میں اعتقادات کی باریکیاں نہ بیان کی جائیں ان کے ایمان کیلئے اجمالی تصدیق کافی ہے کیونکہ عوام کا عقل ناقص طالب علموں سے بھی کم ہوتا

ہے۔

''آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمُ الْآخِرِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ''

(ترجمہ) ''میں تصدیق کرتاہُوں اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں کی اور یوم آخر کی اور تقدیر کے ساتھ یہ کہ خیر اور شر اللہ تعالیٰ کے جانب سے مخلوق ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور ان سب امور کا زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق کرتا ہوں۔''

یہ اجمالی ایمان ہے عوام کیلئے یہی کافی ہے خلق قران اور غیر خلق اور صفات باری تعالی میں بحث کرنا کہ عین ذات ہیں یا غیر ہیں، باریک بحثیں عوام کی مجالس میں ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں (رفیق حسنی) کہتا ہوں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے متعلق اور آپکی صفات کے متعلق گہرائی میں جا کر عوام کی مجالس میں یہ بیان کرنا کہ آپ حاضر و ناضر ہیں یا نہیں، آپ کا علم غیب کلی ہے یا جزئ، آپ کا اختیار کلی ہے یا جزئ وغیرہ وغیرہ، باریک بحثیں عوام کے سامنے ذکر کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ ایسی باتوں کے سمجھ نہ آنے سے عوام میں تفریق اور تشویش بڑھے گی اور فرقہ واریت پیدا ہوگی اور پھر یہ تشدد اور دہشت گردی کا باعث ہوگا۔ گہرائی والی باتوں کی عوام تو عوام خواص کو بھی ضرورت نہ تھی مگر فتنہ پرور علماء نے جب اللہ تعالیٰ کی صفات میں باریک بحثیں شروع کیں تو لوگ قدریہ اور جبریہ، مرجیۂ اور معتزلہ میں تقسیم ہو گئے اور جب رسول اللہ ﷺ کی ذات اور صفات میں دقیق بحثیں کی گئیں کہ وہ نور ہیں یا بشر اور ان کا علم کلی ہے یا جزئ اور انکا اختیار کلی ہے اور یا غیر مختار ہیں، ان بحثوں سے وہابیت وغیرہا ظہور میں آئی اور باہمی مختلف فرقوں کے درمیان ایک

دوسرے پر کفر اور شرک کے فتوی جاری کئے گئے، حتی کہ قتال اور قتل تک نوبت پہنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ لہذا علماء کو علمی بحث اگر کرنا ہو تو آپس میں بحث کریں عوام تک دقیق بحثیں نہ پہنچائیں (رفیق حسنی عفی عنہ)

آٹھواں ادب یہ ہے کہ معلم اپنے علم کے مطابق عمل کرنے والا ہو معلم کا قول اس کے فعل کی تکذیب نہ کرے کیونکہ علم ایک معنوی چیز ہے جس کا ادراک دیکھنے سے نہیں ہوسکتا لیکن عمل اور کردار نظر آنے والی چیز ہے، اور کردار پر نگاہ رکھنے والے لوگ زیادہ ہیں۔ جب معلم تلامذہ سے کہے گا نماز جماعت کے ساتھ پڑھو لیکن خود جماعت کے وقت سوتا رہے گا، تو طلباء پر اسکی تبلیغ کا اثر نہیں ہوگا، بلکہ طلباء اس استاذ سے استہزاء کریں گے اور اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ قران مجید میں ہے:

”كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ “

(ترجمہ) ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے یہ کہ تم جو کہتے ہو، خود نہیں کرتے۔“

علماء سوء اور علماء آخرت کی علامتوں کا بیان :

جسطرح ہم ذکر چکے ہیں کہ وہ علماء جو الوہیتہ یا رسول ﷺ یا صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے گستاخ ہیں، اور بدعقیدہ ہیں، وہ علماء یہی نہیں کہ ہماری بحث سے خارج ہیں بلکہ انہیں عالم کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لئے علماء سوء اور علماء آخرت کی تقسیم ان علماء کیلئے ہے جو صحیح العقیدہ ہیں۔ یہ علماء اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور یہ علماء حق پر ہیں اور حقیقی علماء ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں، علماء دنیا اور علماء آخرت۔ علماء دنیا کا دوسرا نام علماء سوء بھی ہے، علماء سوء وہ علماء ہیں جو علم دین قران وحدیث اور فقہ کے علم کو دنیاوی امور کے حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ بناتے ہیں، انہیں دین سے کوئی غرض نہیں، انہیں مال اور اقتدار اور کرسی چاہیے۔ ایسے علماء سوء کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعُہ، اللّٰہ ِ بِعِلْمِہٖ ''

(ترجمہ)'' بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سے شدید تر عذاب اس عالم پر ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع اٹھانے کی توفیق نہیں بخشی۔''

یعنی وہ عالم نہ خود علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور نہ ہی لوگوں کو علم کا نفع پہنچا تا ہے۔

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَا یَکُوْنُ الْمَرْءُ عَالِماً حَتّٰی یَکُوْنَ بِعِلْمِہٖ عَامِلاً '' (بیہقی)

(ترجمہ)'' آدمی عالم اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے علم کے ساتھ عمل کرنے والا نہ ہو۔'' یعنی کامل علم والا تب کہا جائے گا جب وہ عمل بھی کرے۔

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی خَلْقِہٖ وَ عِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ '' (ترمذی)

(ترجمہ)'' علم، دو علم ہیں، ایک زبانی علم (بغیر عمل کے) یہ علم اللہ تعالیٰ کی حجت اور دلیل ہے اپنے مخلوق کے خلاف، اور ایک علم قلبی ہے، پس یہ علم نافع ہے۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ عِبَادٌ جُھَّالٌ وَ عُلَمَاءٌ فُسَّاقٌ '' (رواہ حاکم)

(ترجمہ)'' زمانہ کے آخر میں عبادت کرنے والے لوگ جاہل ہوں گے اور علماء فاسق ہوں گے۔''

موجودہ دور میں اس حدیث شریف کا مفہوم سو فی صد پایا جاتا ہے۔ عابد دن رات عبادت کرنے والے اکثر علم سے خالی ہیں اور علم کو حجاب سمجھتے ہیں اور علماء اکثر نفلی عبادات تو درکنار فرائض کے تارک اور معاصی کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لاتتعلَّمُوْا الْعِلْمِ لِتبَا هُوْا بِهِ الْعُلْمَاءَ وَ لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفُهَاءَ وَ لِتَصْرِفُوْا بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْكُمْ فَمَنْ فَعَلَ فَهُوَ فِي النَّارِ '' (ابن ماجہ)

(ترجمہ) ''علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علم کی وجہ سے علماء پر فخر کرو اور اس علم کی وجہ سے سفہاء کے ساتھ جدال کرو اور دنیا داروں اور حکمرانوں کو اپنی طرف متوجہ کرو پس وہ شخص جو اس طرح کرے گا وہ نارِ جہنم میں ہوگا۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' لَا نَا مِنْ غَيْرِ الدَّجَّالِ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ مِنَ الدَّجَّالِ فَقِيْلَ مَا ذَالِكَ؟ فَقَالَ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ '' (رواہ احمد)

(ترجمہ) ''بے شک میں غیر دجال سے دجال کی نسبت تمہارے اوپر زیادہ خوف رکھتا ہوں عرض کیا گیا، یہ کیا ہے؟ (یعنی وہ غیر دجال کون ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا، گمراہ کرنے والے امام یعنی علماء سوء۔''

● جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مَنِ ازْدَادَ عِلْماً وَ لَمْ يَزْدِدْ هُدَىً لَمْ يَزْدِدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْداً '' (دیلمی)

(ترجمہ) ''جس شخص کا علم بڑھتا جائے اور ہدایت نہ بڑھے اس کا اللہ تعالیٰ سے دور ہونا بڑھتا جائے گا۔''

● اِن احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا وہ علم جس کے ساتھ عمل صالح ہے وہ سعادت ابدی کا سبب ہے اور جس کے ساتھ عمل نہیں وہ آدمی کیلئے ہلاکت کا سبب ہے (رفیق حسنی)

● حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

'' اِنَّ اَخوَفُ مَا اَخَافُ عَلیٰ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْمُنَافِقُ الْعَلِیْمُ قَالُوْا وَ کَیْفَ یَکُوْنُ مُنَافِقاً عَلِیْماً قَالَ عَلِیْمُ اللِّسَانِ جَاهِلُ الْقَلْبِ وَ الْعَمَلِ ''

(ترجمہ) '' بے شک سب سے زیادہ جس آدمی سے اس امت پر میں خوف کرتا ہوں وہ منافق علیم ہے، لوگوں نے عرض کیا، منافق صاحب علم کون ہے؟ آپ نے فرمایا' جس کی زبان پر علم ہو اور دل میں جہالت ہو اور عمل سے خالی ہو۔''

● خلیل بن احمد نے کہا:

'' اَلرِّجَالُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ یَدْرِیْ اَنَّه' یَدْرِیْ فَذَالِکَ عَالِمٌ فَاتَّبِعُوْه' وَ رَجُلٌ یَدْرِیْ وَلَا یَدْرِیْ اَنَّه' یَدْرِیْ فَذَالِکَ نَائِمٌ فَاَیْقَظُوْهُ وَ رَجُلٌ لَا یَدْرِیْ اَنَّه' لَا یَدْرِیْ فَذَالِکَ مُسْتَرْشِدٌ فَاَرْشِدُوْهُ وَ رَجُلٌ لَا یَدْرِیْ وَلَا یَدْرِیْ اَنَّه' لَا یَدْرِیْ فَذَالِکَ جَاهِلٌ فَارْفِضُوْه' '' (احیاء)

(ترجمہ) '' آدمی چار ہیں ایک آدمی علم رکھتا ہے اور اسے اپنے علم کا بھی علم ہے پس یہ عالم ہے اسکی اتباع کرو، اور ایک آدمی علم رکھتا ہے لیکن اس کو اپنے علم کا علم نہیں ہے پس یہ سونے والا ہے اسکو جگاؤ، ایک آدمی نہیں جانتا اور نہ جاننے کا اسے علم بھی ہے یہ رہنمائی کا مستحق ہے اسکی رہنمائی کرو، ایک آدمی علم نہیں رکھتا اور اسے علم نہ ہونے کا علم نہیں ہے وہ جاہل ہے اسے چھوڑ دو۔''

● حضرت سُفیان ثوریؒ نے فرمایا: ''علم عمل کرنے کیلئے آواز دیتا ہے، پس اگر عمل نے جواب دیا علم قائم رہتا ہے ورنہ علم آدمی کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔''

● حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: '' مجھے تین بندوں پر بہت رحم آتا ہے۔ ایک، قوم کا عزت والا آدمی ذلیل ہو جائے۔ دوم، قوم کا غنی جو فقیر ہو جائے۔ سوم، وہ عالم جس کے

ساتھ دنیا کھیلے یعنی دنیاداروں کا کھلونا ہے۔''

● حدیث شریف میں ہے:

''یُوْتَی الرَّجُلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُلْقیٰ فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فَیَدُرُّ بِهَا کَمَا یَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرَّحیٰ فَیَطِیْفُ بِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ مَالَکَ فَیَقُوْلَ کُنْتُ اٰمُرُ بِالْخَیْرِ وَلَا اٰتِیْهِ وَاَنْهیٰ عَنِ الشَّرَّ وَ اٰتِیْهِ'' (بخاری ومسلم)

(ترجمہ) ''قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا پھر اسے جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی وہ انتڑیوں کے ساتھ آگ میں چکر لگائے گا، جس طرح گدھا چکی کے ساتھ چکر لگاتا ہے، اس کے اردگرد جہنمی لوگ چکر لگائیں گے اور پوچھیں گے، تیرے لئے کیا ہے؟ وہ کہے گا میں خیر کا امر کرتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا اور شر سے منع کرتا تھا مگر خود شر کا ارتکاب کرتا تھا۔''

معلوم ہوا عالم جو دوسروں کو تبلیغ کرتا ہو مگر خود عمل نہیں کرتا اس کو زیادہ عذاب ہوگا اور جو عالم نہ خود عمل کرتا ہے اور نہ دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے اُس کا حال زیادہ بُرا ہوگا۔ مگر یہ ہر عالم غیر عابد کے ساتھ معاملہ نہیں ہوگا بلکہ بعض کے ساتھ ہوگا، کیونکہ نفس علم خیر کا محل ہے اور اس عمل کا اجر اور ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ مگر بعض علماء کو کسی خاص معصیت کی وجہ سے زیادہ عذاب ہوگا۔ میرے خیال میں فتنہ پرور اور فساد کرانے والے علماء شاید مذکورہ حدیث سے مراد ہُوں کیونکہ کافروں میں بھی مفسد منافق کو عام کافروں سے زیادہ عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'' (القرآن)

(ترجمہ) ''بے شک منافق جہنم میں سب سے نیچے والے درجہ میں ہونگے۔''

چونکہ منافق فتنہ انگیز اور مفسدین تھے، اس لئے انہیں عام کافروں کی نسبت زیادہ عذاب

ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ اور یہود میں سے یہودی مفسد اور فتنہ انگیز ہوتے ہیں۔اس لئے انہیں نصاریٰ سے زیادہ بڑا کہا گیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَلَمَّا جَاءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ''

(ترجمہ)''پس جب آیا ان کے پاس وہ جس کو پہچانتے تھے،تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا پس اللہ تعالیٰ کی کافروں پرلعنت ہے۔''

یہاں کافروں سے مراد یہودی ہیں کیونکہ یہودیوں کے متعلق ہی قرآن فرماتا ہے:

''يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ ''

(ترجمہ)''یہودی جناب رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

لہٰذا لعنت یہودیوں پر ہے۔

بلعام بن باعورا ایک یہودی عالم تھا جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کے خلاف دعاء کی اور یہودیوں کو فساد کی بات سمجھائی کہ اپنی لڑکیاں خوبصورت شکل اور لباس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں بھیج دو تاکہ زنا کرنے پر مسلمانوں کو شکست ہوجائے تو اس فساد کرانے پر اس عالِم ُبلعام بن باعورا' کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں زیادہ عذاب دیا۔قران مجید میں ہے:

''فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ''(القرآن)

(ترجمہ)''اس (بلعام) کی مثال کتّے کی ہے اگر تو اس پر حملہ کرے وہ زبان لٹکائے اور اسے چھوڑ دے تب بھی وہ زبان لٹکائے۔''

معلوم ہوا فساد کرانے والا عالم اگر چہ صاحب ایمان ہواُسے عذاب زیادہ ہوگا۔

موجودہ دور میں ہر فرقہ کے بعض علماء ایک دوسرے کے خلاف فتنہ اور فساد کرانا اپنے ایمان کا

حصہ سمجھتے ہیں ،آئے دن مساجد اور مدارس میں جھگڑے ہو رہے ہیں ۔لہذا ان علماء کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے ۔اہل سنت و جماعت مسلک حق کے بعض علماء بھی فساد کنندہ اور شرارتی ہوتے ہیں ۔ بلا وجہ اپنے مقاصد کے لئے اپنے مسلک کے لوگوں پر فتویٰ لگا دیتے ہیں کہ فلاں عالم سنی نہیں ہے ۔ایسے علماء بھی شر پسند اور مفسدین میں داخل ہیں ،انہیں بدکردار علماء سے زیادہ عذاب ہوگا ۔مثلاً کسی سنی امام کو مسجد سے نکالنا ہو یا کسی سنی عالم کی عوامی مقبولیت بڑھ رہی ہو یا سنی عالم سے سیاسی خطرہ ہو کہ اہل سنت کی قیادت مجھ سے چھن جائے گی اور فلاں عالم قیادت سنبھال لے گا ۔شر پسند اور فسادی مولوی فوراً اپنے راستہ سے صحیح سنی عالم کو ہٹانے کے لئے اس پر کفر کا فتوی لگا دے گا ۔تحریر اور تقریر اور اخبارات کے ذریعہ اپنے فتوی کو مشتہر کرے گا ۔میں (رفیق حسنی) خود اس امتحان سے گزر چکا ہوں ۔

وہ علماء جن کو صوفیاء اور علماء آخرت کہا جاتا ہے ۔اور وہ الحمد اللہ ہماری جماعت اہل سنت ہی میں موجود ہیں دوسرے مسلک کے علماء میں موجود نہیں ہیں ۔ ہمارے علماء جو فساد اور فتنوں سے دور رہتے ہیں ۔آجکل ہمارے پاکستان میں دہشتگردی کا طوفان برپا ہے آئے دن خود کش حملے ہو رہے ہیں ہزاروں لوگ مارے جارہے ہیں ہر شخص جانتا ہے یہ دہشتگردی دوسرے مسالک کے لوگ کررہے ہیں ان کے علماء کرا رہے ہیں ،ہمارے مسلک کے معصوم لوگ اور علماء اپنی اور اپنے تلامذہ اور مریدین کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ شرارتی اور فسادی علماء سے امان عطا فرمائے (رفیق حسنی)

علماء حق اور علماء آخرت کی چند علامتیں :

- ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے ساتھ دنیا کے طالب نہ ہوں ، یہ کہ دنیا کے معاوضہ میں علم دین فروخت نہ کریں ۔ کیونکہ ادنیٰ درجے کا عالم وہ ہے جو دنیا کی حقارت اور

خستہ کا اور آخرت کی عظمت اور جلالت کا ادراک رکھتا ہو۔ اور اسے علم ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں متضاد چیزیں ہیں، دونوں دو سوکنوں کی طرح ہیں، ایک کو راضی کریگا تو دوسری ناراض ہو جائے گی۔ اور دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں، جب ایک وزنی ہوگا تو دوسرا ہلکا ہو جائے گا، اور دونوں مشرق اور مغرب کی طرح ہیں، ایک کے قریب ہوگا تو دوسری سے دور ہو جائے گا۔ جو شخص دنیا کو آخرت کی ضد نہیں سمجھتا، اور دونوں کو جمع رکھنے کی اُمید رکھتا ہے، اُسے انبیاء عظام علیہم السلام کی شریعتوں کا علم نہیں ہے۔ وہ کس طرح عالم ہو سکتا ہے؟ اور جب ایک عالم یہ سب کچھ جانتا ہے، پھر بھی آخرت کو دنیا پر ترجیح نہیں دیتا، وہ شیطان کا اسیر ہے۔ اس کو اس کی خواہشات نفسانی نے ہلاک کر دیا ہے۔ وہ علماء راسخین سے کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار میں اللہ تعالیٰ سے حکایت ہے:

''اِنَّ اَدْنیٰ مَا اَصْنَعُ بِالْعَالِمِ اِذَا اٰثَرَ شَھْوَتَہٗ عَلیٰ مَحَبَّتِیْ اَنْ اُحَرِّمَہٗ لَذَّۃَ مُنَاجَاتِیْ یَا دَاوٗدُ لَا تَسْأَلْ عَنِّیْ عَالِماً قَدْ اَسْکَرَتْہُ الدُّنْیَا فَیَصُدُّکَ عَنْ طَرِیْقِ مَحَبَّتِیْ اُولٰئِکَ قُطَّاعُ الطَّرِیْقِ عَلیٰ عِبَادِیْ'' (احیاء)

(ترجمہ) ''بے شک کم سے کم اس عالم کے ساتھ جو اپنی خواہشات نفسانی کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے اس کے ساتھ یہ کروں گا کہ اس کو اپنی مناجات اور ہمکلامی کی لذت سے محروم کر دوں گا۔ اے داؤد مجھ سے اس عالِم کے متعلق سوال نہ کر جس کو دنیا نے نشہ میں ڈال دیا ہے وہ تجھے میری محبت کے راستے سے روک دے گا۔ ایسے علماء میرے بندوں کے لئے ڈاکو ہیں۔''

● قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جب علماء ربانی تلاوت کرتے ہیں یا سنتے ہیں اور مفاہیم ان کے دل میں اترتے ہیں، ذہن میں بات آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہُوں اور مناجات کر رہا ہوں۔ اس مناجات اور ہمکلامی میں جو لذت ہوتی ہے، ان

لوگوں کو ہی معلوم ہے جو لذت پا چکے ہیں۔ کیونکہ ذوقی چیزیں ذوق سے معلوم ہوتی ہیں اس لئے مشائخ فرماتے ہیں، ''مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یُدْرِکْ''۔ ''جس نے نہیں چکھا اُس کو علم نہیں ہو گا۔'' (رفیق حسنی)

▸▸ **فائدہ :** دنیا سے مراد ہر وہ امر ہے جسکی وجہ سے آخرت یاد نہ رہے، اگر دنیاوی امور میں مصروف آدمی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو، اس آدمی کے حق میں دنیاوی امور دنیا نہیں رہتے۔ اور اگر دینی امور میں مصروف آدمی اللہ تعالیٰ سے غافل ہو دینی اموراس آدمی کے حق میں دین نہیں رہتے۔ رسالہ قشیریہ میں ہے، ''حضرت ابراھیم بن ادھمؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے اس سال حج میں کوئی تعجب انگیز امر دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا، میں نے دیکھا منٰی میں ایک شخص مختلف اشیاء فروخت کر رہا تھا، مگر وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں تھا، اس آدمی سے مجھے بہت تعجب ہوا، اور دوسرا شخص کعبہ کا غلاف پکڑ کر رو رو کر دعا مانگ رہا تھا مگر اللہ تعالیٰ سے وہ شخص غافل تھا۔ مجھے اس آدمی سے بہت تعجب ہوا۔''

معلوم ہوا دولت اور مال اور کاروبار اور اہل وعیال اور اقتدار، اگر آخرت کے خوف اور اللہ تعالیٰ سے غفلت کا باعث نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کی یاد کا باعث ہوں۔ تو یہ امور دین میں داخل ہیں۔ اور اگر علم اور قرآن اور حدیث حصول دنیا کے لئے ہوں اور غفلت اور خوفِ باری تعالیٰ سے مانع اور رکاوٹ ہوں، تو یہ دینی اموراس آدمی کے حق میں دنیا میں داخل ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہونا چاہیے۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ شیخ کی تلاش میں حضرت عبید اللہ احرارؒ کی خانقاہ پر پہنچے تو دیکھا آپ کی خانقاہ پر دولت کی فراوانی ہے حتیٰ کہ گھوڑوں کی پچھاوڑی کی رسیاں خالص ریشم کی ہیں اور آگے پیچھے گھوڑے باندھنے کی میخیں اور کِلّے سونے اور چاندی کے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن جامی اس منظر کو دیکھتے ہی بغیر ملاقات واپس جا رہے تھے، خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ جامی خانقاہ پر

دولت کی فراوانی دیکھ کر واپس جا رہا ہے اُسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت جامی جب حضرت عبید اللہ کے پاس واپس آئے آپ نے پوچھا جامی تم واپس کیوں جا رہے تھے۔ جامی نے عرض کیا حضرت ''نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد''۔ ''وہ شخص کامل مرد نہیں ہوسکتا جو دنیا کو دوست رکھتا ہے۔'' حضرت عبید اللہ احرار نے فوراً جواب دیا فرمایا، اے جامی ''اگر دارد برائے دوست دارد''۔ ''اگر مرد دنیا کو دوست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دوست رکھتا ہے۔'' آپ نے جامی سے فرمایا یہ جہاد کے گھوڑے ہیں جہاد کی عظمت کی وجہ سے ہم نے سونے اور چاندی کی میخوں اور ریشم کی رسیوں سے اُن کو باندھا ہوا ہے۔ حضرت جامی نے معافی مانگی، اسی وقت آپ کی بیعت کر کے 'سلسلۂ نقشبندیہ' میں داخل ہو گئے۔

● حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس کروڑوں کی دولت تھی، مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے دولت اور مال اور عیال صرف کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے، اور صرف کرتے تھے۔ ہاں بعض صالحین اور عارفین اس لئے دولت اور مال احتیاطاً ترک کرتے ہیں، ہوسکتا ہے یہ چیزیں غفلت کا باعث بن جائیں۔ پھر بعض عارفین ترک دولت اور اقتدار اور حکومت میں انتہا کو چلے گئے۔ جس طرح سیدنا ابراھیم بن ادھمؒ نے بلخ کی حکومت اور اہل وعیال کو ترک کر دیا، اور نیشا پور کی غاروں میں جا کر گیارہ سال تک ذکر اور فکر میں مصروف رہے۔ دن کو جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹتے تھے، شام کو فروخت کر کے آدھی رقم صدقہ کر دیتے تھے اور آدھی رقم کا کھانا کھاتے تھے۔ دنیا کی بادشاہت اور مال وعیال ترک فرمائے، اللہ تعالیٰ نے روحانیت کی دولت اور بادشاہی عطا فرمائی۔ نیشا پور سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ساری زندگی وہیں مکہ مکرمہ میں گزار دی تیونس مغربی ملک میں ایک بزرگ کا واقعہ علامہ حضرت یوسف نبہانی رحمہ اللہ نے

''جامع کرامات اولیاء'' میں لکھا ہے، 'عبداللہ تیونسی' آپ کا نام تھا انہوں نے 'تلسمان' شہر سے باہر خانقاہ بنالی تھی۔اس وقت 'تلسمان' کا بادشاہ 'یحییٰ بن یفانی' تھا۔ایک دن 'تلسمان' کے شہر میں حضرت عبداللہ تونسی جارہے تھے، اتفاق سے تلسمان کے بادشاہ یحییٰ بن یفان جو کہ بادشاہی لباس اور جاہ وحشمت کے ساتھ گھوڑے پر سوار جارہے تھے، انکی حضرت عبداللہ کے ساتھ ملاقات ہوگئی، بادشاہ سے کہا گیا یہ بزرگ عبداللہ تونسی اپنے وقت کے عابد انسان ہیں۔بادشاہ نے گھوڑے کو روکا اور شیخ کو سلام کیا، آپ نے جواب دیا۔بادشاہ نے قابلِ فخر پاک صاف لباس پہنا ہوا تھا۔بادشاہ نے عرض کیا اے شیخ اس لباس میں میری نماز ہوجاتی ہے؟ شیخ ہنس پڑے۔بادشاہ نے عرض کیا آپ کیوں ہنسے؟ آپ نے فرمایا تیری کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے۔آپ نے پھر بادشاہ سے فرمایا 'تیری مثال میرے نزدیک اس کُتے کی ہے جو سارادن مردار جانوروں کا گوشت کھاتا ہے مگر جب پیشاب کرتا ہے تو قدم اٹھا کر پیشاب کرتا ہے۔تاکہ پیشاب کے چھینٹے اسکے جسم پر نہ پڑیں۔تو ایک ایسا برتن ہے جو حرام سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کے مظالم تیری گردن پر ہیں، اور تیرا حال یہ ہے کہ تو کپڑوں کے متعلق سوال کرتا ہے کہ ان میں نماز ہوگی یا نہیں۔شیخ کی بات نے اس پر اتنا اثر کیا کہ وہ گھوڑے سے اتر آیا، اور رونا شروع کردیا اور حکومت چھوڑ کر شیخ عبداللہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔شیخ نے تین دن تک میزبانی فرمائی، اور چوتھے دن اس کو ایک رسی دی اور فرمایا 'اے بادشاہ آدمی تین دن تک مہمان ہوتا ہے اب اٹھو جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بازار میں فروخت کرو اور اپنا کھانا اپنی محنت سے کھاؤ۔یحییٰ بن یفان لکڑیاں کاٹ کر سر پر اٹھا کے بازار میں فروخت کرتے تھے اور لوگ اسکو تعجب سے دیکھا کرتے تھے۔سابق بادشاہ یحیٰ اپنی ضرورت پوری کرکے باقی رقم صدقہ کردیتا تھا۔ہمیشہ اسی طرح کرتا رہا، حتّٰی کہ شیخ کی خانقاہ میں دفن ہوا۔اس وقت بھی اس بادشاہ کی قبر لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

جب شیخ عبداللہ کے پاس لوگ دعا کیلئے حاضر ہوتے، آپ فرمایا کرتے، جاؤ اس لکڑیاں اٹھانے والے آدمی سے دعا کراؤ، کیونکہ یہ بادشاہ بھی رہے اور زاہد بھی ہیں۔ اگر میں اسکی طرح حکومت کے ساتھ مبتلا ہوتا تو میں ایسا نہ کرسکتا جس طرح اس نے کیا ہے۔

(جامع کرامات اولیاء: ص۔۶۸)

یہ واقعہ حضرت محی الدین ابن عربی نے بیان فرمایا ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں، یحییٰ بن یفان میرے ماموں لگتے تھے (رفیق حسنی)

● حضرت بشر حافیؒ فرمایا کرتے تھے: ''حدثنا بھی دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کیونکہ حدیث بیان کرنے کے لئے معلم اور استاذ ہونا بھی ایک منصب ہے۔ زاہد علماء جس طرح تارکِ دنیا ہوتے ہیں، اسی طرح تارکِ حکومت اور منصب بھی ہوتے ہیں اور ترکِ حکومت اور ترک منصب کی انتہا یہ ہے کہ عام حالات میں لوگوں کی ضرورت یا خواہش کے بغیر صرف اپنی خواہش پر کہ میں بھی حدیث یا تفسیر بیان کرتا ہوں، حدثنا کہنا بھی دنیا میں داخل ہے، کیونکہ حدیث بیان کرنے کیلئے محدث کہے گا میرے لئے مسند بناؤ اور مسند پر بیٹھنے میں بھی التذاذ ہے جو کہ دنیا سے ہے۔ حضرت بشر حافیؒ نے اسی تصور سے دینی کتابوں کے دس سے زیادہ بنڈل زمین میں دفن کر دیئے تھے، اور فرماتے تھے کہ مجھے اشتہاء ہوتا ہے کہ میں اپنی برتری ظاہر کرنے کیلئے حدیث بیان کروں جب میرے نفس سے یہ اشتہاء ختم ہو جائیگا، تو حدیث بیان کرونگا۔''

بعض زاہد ولیاء کرام اس طرح اس لئے کرتے ہیں کہ منصبِ ارشاد پر بیٹھنے میں دنیا کی نعمتوں سے بھی زیادہ تلذّذ حاصل ہوتا ہے۔ جس عالم نے منصبِ ارشاد کو نفس کی ذاتی خواہش پر اختیار کیا وہ ابناء دنیا سے ہے اسی لئے سُفیان ثوریؒ نے فرمایا:

''فِتْنَةُ الْحَدِيْثِ اَشَدُّ مِنْ فِتْنَةِ الْاَهْلِ وَ الْمَالِ وَ الْاَوْلَادِ ''

(ترجمہ)''حدیث بیان کرنے کا امتحان اہل اور مال اور اولاد کے امتحان سے زیادہ سخت ہے'' (احیاء)

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں: ''فقط علم دنیا ہے اور وہ علم جس کے ساتھ عمل کیا گیا وہ علم آخرت ہے۔ اور سارے اعمال ہوا میں اڑنے والے ذروں کی طرح بے وزن ہیں، مگر وہ عمل جس میں اخلاص ہو۔'' فرمایا: ''لوگ سب مُردے ہیں مگر علماء اور علماء علم کے نشہ میں مدھوش ہیں، مگر عمل کرنے والے، اور عمل کرنے والے مغرور ہیں، مگر مخلص ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں کہ خاتمہ کس طرح ہوگا ایمان پر خاتمہ ہوگا یا کفر پر، نجات ہوگی یا نہیں؟۔ ان کی نیندیں اُڑ جاتی ہیں اور سکون ختم ہو جاتا ہے۔''

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

'' كَيْفَ يَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ يَطْلُبُ الْكَلَامَ لِيُخْبِرَ بِهٖ لَا لِيُعْمَلَ بِهٖ ''

(احیاء)

(ترجمہ)''وہ آدمی اہل علم سے کس طرح ہوگا جو کلام طلب کرتا ہے تا کہ اس کے ساتھ خبر دے نہ اس لئے کہ وہ خود عمل کرے۔''

● حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ طَلَبَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرْضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عُرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ '' (ابن ماجہ)

(ترجمہ)''جو شخص ایسا علم حاصل کرتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی جاسکتی ہے (یعنی علم دین) تا کہ اس دینی علم کے ساتھ دنیا سے مال حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔'' معلوم ہوا دنیوی علوم کو دنیا حاصل کرنے کے لئے حاصل کرنا ممنوع ہے۔

● اہل کتاب سے دین فروش علماء سوء کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہ وہ علم کو دنیا کا ذریعہ بناتے ہیں۔'' قرآن مجید میں ہے:

''وَ اِذَا اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ فَنَبَذُوْہُ وَرَاءَ ظُھُوْرِھِمْ وَ اشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَناً قَلِیْلاً'' (القرآن)

(ترجمہ) ''جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی یہ عہد لیا کہ تم ضرور اُس کتاب کو بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے پس انہوں نے اس عہد کو اپنے پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کتاب کو تھوڑے سے پیسے کے معاوضہ میں فروخت کر دیا۔''

● اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے علماء آخرت کی صفت خشوع اور زہد کے ساتھ ذکر فرمائی:

''وَ اِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ خَاشِعِیْنَ لِلّٰہِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِآیَاتِ اللّٰہِ ثَمَناً قَلِیْلاً اُوْلٰئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ'' (القرآن)

(ترجمہ) ''اور بے شک اہل کتاب سے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور ان احکام کے ساتھ جو تمہاری طرف نازل کئے گئے اور وہ جو انکی طرف نازل کئے گئے خشوع اور عاجزی کرنے والے اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں خرید کرتے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ثمن قلیل وہی لوگ ہیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر ہے۔''

● حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلٰی بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ قُلْ لِلَّذِیْنَ یَتَفَقَّھُوْنَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَ یَتَعَلَّمُوْنَ لِغَیْرِ الْعَمَلِ وَیَطْلُبُوْنَ الدُّنْیَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَۃِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ مُسُوْکَ الْکِبَاشِ وَ قُلُوْبُھُمْ کَقُلُوْبِ الذِّیَابِ اَلْسِنَتُھُمْ اَحْلٰی مِنَ الْعَسْلِ

وَ قُلُوْبُهُمْ اَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ اِیَّایَ یُخَادِعُوْنَ وَ بِیْ یَسْتَهْزِءُوْنَ لَاَفْتَحَنَّ لَهُمْ فِتْنَةً تَذَرُ الْحَلِیْمَ حَیْرَانَ '' (اخرجہ ابن عبدالبر)

(ترجمہ) ''اللہ عزوجل نے بعض انبیاء کی طرف وحی فرمائی کہ ان لوگوں کو کہہ دو جو دین کے غیر کیلئے فقہ حاصل کرتے ہیں، اور غیر عمل کیلئے علم حاصل کرتے ہیں، اور آخرت کے عمل کے ساتھ دنیا طلب کرتے ہیں، لوگوں کے دکھاوے کیلئے کھالوں کے جُبّے پہنتے ہیں، اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں جیسے ہیں، انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں، اور دل ان کے مُصبر دواء سے زیادہ کڑوے ہیں، مجھے فریب دیتے ہیں اور میرے ساتھ استہزاء کرتے ہیں، ان کیلئے میں ایسا فتنہ کھولوں گا، کہ حوصلہ والے آدمی کو بھی حیران اور پریشان کردے گا۔''

● حضرت ابن عباس سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عُلُمَاءُ هَذِهِ الْاُمَّةِ رَجُلَانِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْماً فَبَذَلَهُ لِلنَّاسِ وَ لَمْ یَأْخُذْ عَلَیْهِ طَمْعاً وَلَمْ یَشْتَرِ بِهٖ ثَمَناً فَذَالِکَ یُصَلِّی عَلَیْهِ طَیْرُ السَّمَاءِ وَ حِیْتَانُ الْمَاءِ وَ دَوَابُّ الْاَرْضِ وَ الْکِرَامُ الْکَاتِبُوْنَ یَقْدِمُ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَیِّداً شَرِیْفاً حَتّٰی یُوَافِقُ الْمُرْسَلِیْنَ وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْماً فِی الدُّنْیَا فَضَنَّ بِهٖ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ وَ اَخَذَ عَلَیْهِ طَمْعاً وَ اشْتَرٰی بِهٖ ثَمَناً فَذَالِکَ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مُلْجَماً بِلَجَامٍ مِنْ نَارٍ یُنَادِیْ مُنَادٍ عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ هَذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْماً فِی الدُّنْیَا فَضَنَّ بِهٖ عَلَی عِبَادِهٖ وَ اَخَذَ بِهٖ طَمْعاً وَ اشْتَرٰی بِهٖ ثَمَناً فَیُعَذَّبُ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ'' (طبرانی)

(ترجمہ) ''اس امت کے علماء دو آدمی ہیں، ایک وہ آدمی جسکو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اس نے علم

کولوگوں میں پھیلایا اوراس پر نہ لالچ کی اور نہ اس سے ثمن اور روپے خریدے، یہ وہ عالم ہے جس کیلئے آسمانوں کے پرندے اور پانی کی مچھلیاں اور زمین کے جانور اور ملائکہ اور کراماً کاتبین استغفار کرتے ہیں۔ وہ عالم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیادت اور شرافت کے ساتھ قیامت کے دن حاضر ہوگا حتّٰی کہ موافق ہوگا رسولوں کے۔ اور ایک وہ عالم ہے، جسکو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم دیا، اُس نے اللہ کے بندوں پر علم کے ساتھ بخیلی کی اور اس علم پر لالچ کی اور پیسے لئے پس یہ عالم قیامت کے دن جہنم سے گرم کیا ہوا لجام منہ میں ڈالے ہوئے حاضر ہوگا، مُنادی نِدا دے گا ساری مخلوق کے سامنے کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے، اس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم عطا فرمایا تھا اس نے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اس کے ساتھ بخیلی کی، علم پر لالچ کی اور پیسے لئے، پس اسکو عذاب دیا جائیگا۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہوگا۔"

● حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مِنْ فِتْنَةِ الْعَالِمِ اَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الْاِسْتِمَاعِ" (احیاء)

(ترجمہ) "عالم کے امتحان سے یہ ہے کہ سُننے اور قبول کرنے سے زیادہ کلام کرنا اسے پسند ہو۔"

● ایک خبر میں ہے:

"اَنَّهٗ لَيَاْتِى الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ" (حاشیہ)

(ترجمہ) "بے شک آئے گا ایک بڑا موٹا آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر اس کا وزن نہیں ہوگا۔"

● حضرت حسن بصری ایک مجلس میں تشریف لے گئے، واپس ہوتے وقت آپ کوخراسان

کے ایک آدمی نے پانچ ہزار درھم اور دس جوڑے کپڑوں کے نفیس بنائے ہوئے پیش کیے اورعرض کیا یہ رقم آپ کے خرچ کیلئے اور یہ کپڑے آپ کے پہننے کیلئے ہیں، آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے اپنے پیسے اور کپڑے اپنے پاس رکھ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس مجلس جیسی مجلس میں بیٹھنے والا اگر رقم اور کپڑے قبول کرے تو قیامت کے دن اس کیلئے کوئی حصہ نہیں ہوگا (شاید وہ مجلس وعظ و نصیحت کی تھی)۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر عالم کے ساتھ مت بیٹھو اس عالم کے ساتھ بیٹھو جو تمہیں پانچ چیزوں سے پانچ کی طرف بلائے۔ شک سے یقین کی طرف، اور ریاء سے اخلاص کی طرف، اور دنیا میں رغبت سے زہد کی طرف، اور کبر سے تواضع کی طرف، اور عداوۃ سے نصیحت کی طرف۔

(احیاء)

● قرآن مجید میں ہے: ''فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِىَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِمَنْ اٰمَنَ'' (القرآن)

(ترجمہ) ''قارون اپنی قوم پر اپنی زینت میں نکلا ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے ہیں اے کاش ہمارے پاس اس دولت کے مثل ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے اور اُن لوگوں نے کہا جو علم دیئے گئے تھے تمہارے لئے ہلاکت ہو اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے۔''

معلوم ہوا علماء آخرت، آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔

◄ علماء حقہ علماء آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ان کا قول ان کے فعل کے خلاف نہ ہو، انکی گفتار ان کے کردار کے خلاف نہ ہو، بلکہ سب سے پہلے عامل ہوں اپنے

قول کے ساتھ۔قرآن مجید میں ہے:''اَتَـاْ مُـرُوْنَ النَّـاسَ بِـالبِـرَّ وَ تَـنْسَـوْنَ اَنْفُسَکُمْ''(القرآن)

(ترجمہ)''کیا لوگوں کو نیکی کا امر کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔''

دوسری جگہ ہے:'' کَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ''(القرآن)

(ترجمہ)''اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے یہ بات کہ تم ایسی بات کہو جو تم نہیں کرتے۔''

قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ہے:''وَمَـا اُرِیْـدُ اَنْ اُخَـالِفَکُمْ اِلیٰ مَا اَنْھَاکُمْ '' (القرآن)(ترجمہ)''میں ارادہ نہیں کرتا کہ مخالفت کروں تمہاری اس امر میں جس سے میں نے تمہیں منع کیا۔''

قرآن مجید میں ہے: ''وَ اتَّقُوْا اللّٰہَ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ '' (القرآن)

(ترجمہ)''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور علم عطا کرے گا تمہیں اللہ تعالیٰ۔''

ایک جگہ فرمایا: ''وَاتَّقُوْا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا''

(ترجمہ)''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور علم حاصل کرو۔''

ایک جگہ فرمایا:''وَاتَّقُوْا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا''

(ترجمہ)''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سُنو۔''

● حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَـرَرْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ بِاَقْوَامٍ تُقْرَضُ شِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَارٍ فَقُلْتُ مَنْ اَنْتُمْ؟ فَقَالُوْا کُنَّا نَاْمُرُ بِالْخَیْرِ وَ لَا نَاْتِیْہِ وَ نَنْھٰی عَنِ الشَّرِ وَ نَاْتِیْہِ ''

(ابن حبان)

(ترجمہ)''میں اسراء اور معراج کی رات ایسی اقوام سے گذرا جن کے ہونٹ آگ سے گرم قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، میں نے پوچھا تم کون ہو؟ پس انہوں نے کہا ہم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے تھے لیکن خود نیکی نہیں کرتے تھے اور شر سے منع کرتے تھے اور خود شر پر عمل کرتے تھے۔''

- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے'' وہ شخص جو نہیں جانتا اور عمل نہیں کرتا اس کیلئے ایک افسوس ہے اور جو شخص جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کیلئے سات مرتبہ افسوس ہے۔''

- حضرت مکحول، عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا مجھے دس صحابہ کرامؓ نے ذکر کیا ہے کہ:

'' **كُنَّا نُدَرِّسُ الْعِلْمَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ اِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ تَعَلَّمُوْا مَا شِئْتُمْ اَنْ تَعَلَّمُوْا فَلَنْ يَاْجُرَكُمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَعْمَلُوْا** ''

(احیاء۔ بحوالہ، ابن عدی)

(ترجمہ)''ہم مسجد قباء میں علم کی تدریس کرتے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ نے فرمایا، علم حاصل کرو جو چاہو حاصل کرو ہرگز نہیں اجر دے گا تمہیں اللہ تعالیٰ حتّٰی کہ تم عمل کرو۔'' معلوم ہوا علم پر اجر تب ملے گا کہ جب اس پر عمل کیا جائے مگر زمانہ تغیر سے عمل میں کمی اور بیشی کا اعتبار ہوگا۔

- حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے:

'' **اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ فِيْهِ عُشْرَ مَا يَعْلَمُ هَلَكَ وَ سَيَاْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ فِيْهِ بِعُشْرِ مَا يَعْلَمُ نَجَا** ''

(ترجمہ)''بے شک تم ایسے زمانہ میں ہو اگر کوئی شخص اپنے علم کے دسویں حصہ پر عمل نہ

کرے وہ ہلاک ہوجائے گا اور عنقریب زمانہ آئیگا وہ شخص جو اپنے علم کے دسویں حصہ پرعمل کرے گا وہ نجات پا جائے گا۔''

شاید ہمارا زمانہ ہے، اگر اصحابِ علم آج دینی علم کے دسویں حصہ پر بھی عمل کریں انشاءاللہ نجات پا جائیں گے مگر دسویں حصہ پر بھی عمل نظر نہیں آتا۔

● ہر عالم قاضی یا مفتی بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس لوگ فتوی لینے اور فیصلہ کرانے کیلئے آتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے قاضی کے متعلق فرمایا:

''اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ قَاضٍ قَضیٰ بِالْحَقِّ وَ هُوَ يَعْلَمُ فَذَالِکَ فِی الْجَنَّةِ وَ قَاضٍ قَضیٰ بِا لْجَوْرِ هُوَ يَعْلَمُ اَوْلَا يَعْلَمُ فَهُوَ فِی النَّارِ وَ قَاضٍ قَضیٰ بِغَيْرِ مَا اَمَرَ اللّٰه بِهِ فَهُوَ فِی النَّارِ'' (ترمذی)

(ترجمہ) ''قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اور وہ حق جانتا ہے وہ قاضی جنت میں ہے، اور ایک قاضی ظلم کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے وہ صاحبِ علم ہے یا صاحبِ علم نہیں وہ جہنم میں ہے، اور ایک قاضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کے غیر کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے وہ جہنم میں ہے۔'' ایک قاضی جنتی ہے اور دو جہنمی ہیں۔ اسی طرح مفتی اور حاکم کا حال ہوگا۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِنَّ الشَّيْطَانَ رُبُمَا يُسَوِّفُكُمْ بِالْعِلْمِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ ذَالِکَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اُطْلُبِ الْعِلْمِ وَ لَا تَعْمَلُ حَتّٰى تَعْلَمَ فَلَا يَزَالُ لِلْعِلْمِ قَائِلاً وَ لِلْعَمَلِ مُسَوِّفاً حَتّٰى يَمُوْتَ وَمَا عَمِلَ ''(جامع کرامات)

(ترجمہ) ''بے شک شیطان اکثر اوقات علم کے ساتھ عمل کرنے میں سستی اور تاخیر کراتا

ہے۔عرض کی گئی یارسول اللہ اور یہ کس طرح؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان کہتا ہے ابھی پڑھ لو اور عمل نہ کرو حتیٰ کہ سارا علم حاصل کرلو آدمی ہمیشہ علم کیلئے کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ فوت ہو جاتا ہے اور عمل نہیں کر پاتا۔'' آج کل دینی مدارس میں طالب علموں کا یہی حال ہے۔**اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.**

● حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ اس پر عمل کیا جائے ''**فَاتَّخَذْتُمْ دِرَاسَةً عَمَلاً**''۔''تم نے اسکی تدریس اور تعلیم کو عمل بنالیا۔''

آج کل وہ علماء بھی جن کو علماء ربّانی کہا جاتا ہے صرف تدریس اور تعلیم ہی کو عمل سمجھتے ہیں بس تفسیر و حدیث پڑھالی اور جمعہ کے اجتماع اور دیگر اجتماعات میں تفسیر بیان کردی اور اس کو اپنے لئے کافی سمجھ لیا، نہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں نہ تہجد کے نوافل پڑھنے کی زحمت کرتے ہیں نہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اگر پڑھیں گے تو صرف فرض پڑھیں گے مگر وہ بھی اتنا جلدی کہ اس میں نہ قرأت کریں گے اور نہ اطمینان کے ساتھ قومہ اور نہ جلسہ کریں گے، اور غلط فہمی اتنی سمجھیں گے ہم ربانی علماء ہیں یہ حال ربانی علماء کہلانے والوں کا ہے اور غیر ربانی علماء تو 'الامان والحفیظ' اُن سے تو شیطان بھی شرماتا ہے جس طرح امام ربّانی کا قول ہم ذکر کر چکے ہیں کہ شیطان کہتا ہے میں آرام کر رہا ہوں میرا کام علماء سوء نے سنبھال لیا ہے۔

● طبرانی میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ زَلَّةَ عَالِمٍ وَ جِدَالَ مُنَافِقٍ فِی الْقُرْاٰنِ**'' (طبرانی)

(ترجمہ)''بے شک میں اپنی امت پر عالم کی لغزش اور قران مجید میں منافق کے جدال کا خوف کرتا ہوں۔''

◄ علماء آخرت کی علامات سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کرنے کو اہمیت

دیتے ہیں جو آخرت میں نفع دیں۔علماء آخرت علم الاخلاق اور علم الاعمال حاصل کرنے کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور مناظرے اور قیل وقال والے علوم سے اجتناب کرتے ہیں۔

● روایت ہے کہ ایک آدمی سرورِدوعالم جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ مجھے غرائب اور عجائب کے علم کی تعلیم فرمائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بنیادی علم کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے عرض کیا بنیادی علم کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''هَلْ عَرَفْتَ الرَّبَّ تَعَالیٰ''؟ ''کیا تو ربّ تعالیٰ کو پہچانتا ہے؟ اس نے عرض کیا ماشاءاللہ! یعنی پہچانتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا ''هَلْ عَرَفْتَ الْمَوْتَ''؟ ''کیا تو موت پہچانتا ہے؟'' اس نے عرض کیا نعم! جی ہاں؟ آپ ﷺ نے پوچھا موت کیلئے تو نے کیا تیار کیا ہے؟ عرض کیا ماشاءاللہ جو چاہا اللہ نے۔آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسکو مستحکم کرو پھر آنا میں تمھیں غرائب کے علم کی تعلیم دونگا۔'' (احیاء)

● حضرت شقیق بلخیؒ، حضرت حاتم اصمؒ کے شیخ اور روحانی معلم تھے، ایک دن حضرت شقیق بلخیؒ نے حاتم اصم سے پوچھا تم کتنی مدت سے میری صحبت میں ہو؟ حضرت حاتم اصمؒ نے عرض کیا تینتیس (۳۳) سال سے۔حضرت شقیق نے فرمایا اس مدت میں مجھ سے کیا سیکھے ہو؟ حضرت حاتم نے عرض کیا آٹھ مسائل۔حضرت شقیق نے فرمایا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''. تیری اتنی عمر میرے ساتھ گزر گئی اور تم صرف آٹھ مسئلے سیکھ سکے ہو۔حضرت حاتم نے عرض کیا، اے استاذ! میں جھوٹ نہیں بولتا میں آٹھ مسائل کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں سیکھ سکا۔حضرت شقیق نے فرمایا وہ آٹھ مسائل بیان کرو تا کہ میں سنوں۔حضرت حاتم نے عرض کیا۔

(۱) میں نے خلق خدا کو دیکھا ہر ایک کا کوئی محبوب ہے اور وہ قبر تک اپنے محبوب کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔جب قبر میں پہنچتا ہے، تو محبوب اس شخص سے جدا ہو جاتا ہے۔میں نے

حسنات کواپنا محبوب بنایا ہے، جب میں قبر میں جاؤنگا تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ ہوگا۔ حضرت شقیق نے فرمایا، اے حاتم تونے اچھا کیا۔ دوسرا مسئلہ کونسا ہے؟

(۲) آپ نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک قول پڑھا: ''وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی'' (ترجمہ) ''اور مگر وہ شخص جو اپنے رب کی بارگاہ میں قیام سے ڈرتا ہے اور نفس کو ہویٰ اور غلط خواہشات سے روکتا ہے پس بے شک جنت اس کے لئے جائے رہائش ہے''۔ تو میں نے یقین کیا کہ یہ حق ہے میں نے ہویٰ اور نفسانی خواہشات کو ترک کردیا حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میرا مزاج ہوگیا۔

(۳) تیسرا مسئلہ یہ کہ میں نے خلق خدا کو دیکھا ان کے پاس ہر وہ چیز جس کی قیمت اور قدر ہے اسکی وہ حفاظت کرتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک پر غور کیا: ''مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُوَ مَاعِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ'' (القرآن)۔ (ترجمہ) ''وہ چیزیں جو تمہارے پاس ہیں وہ ختم ہوجائیں گی اور وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں باقی رہیں گی''۔ ہر وہ چیز جو میرے پاس ہو اور اسکی قدر اور قیمت ہو وہ چیز میں اللہ تعالیٰ کے پاس رکھوادیتا ہوں تاکہ وہ محفوظ رہے۔

(۴) اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جب غور کیا کہ ہر شخص مال یا حسب یا نسب کو عظمت اور کرامت کا معیار سمجھتا ہے اور میں نے قرآن مجید میں پڑھا ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ'' (القرآن)۔ (ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ صاحب تقویٰ آدمی زیادہ کرامت اور عظمت والا ہے''۔ تو میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باکرامت ہوجاؤں۔

(۵) اور پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جب خلق خدا کو دیکھا وہ معیشت اور رزق کے معاملات میں ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لعنت کرتے ہیں اور اس لعنت کا باعث حسد ہے۔ پھر میں نے قرآن مجید میں پڑھا "نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا " (القرآن)۔ (ترجمہ) "ہم لوگوں کے درمیان انکی معیشت اور روزی دنیا کی زندگی میں تقسیم کر چکے ہیں۔" میں نے حسد ترک کر دیا اور خلق کی عداوت ترک کر دی اور لوگوں سے الگ تھلگ ہو گیا۔

(٦) چھٹا مسئلہ۔ میں نے اس خلق خدا کی طرف دیکھا ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے قتال اور عداوت کرتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے قول "اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُم عَدُوٌّ مُبِيْنٌ" (القرآن)۔ "بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے"، کی طرف رجوع کیا۔ میں نے صرف شیطان کو دشمن بنایا اور کوشش کی کہ اس کے مکر اور شر سے بچ جاؤں، شیطان کے علاوہ دوسروں کی عداوت ترک کر دی۔

(۷) ساتواں مسئلہ یہ کہ میں نے اس خلق خدا میں نظر کی، ہر شخص روٹی کی طلب میں دوڑ رہا ہے اور پیٹ بھرنے کیلئے حلال اور حرام کی تمیز نہیں کرتا۔ میں نے قرآن مجید میں پڑھا "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا' (القرآن) "اس میں کوئی چلنے والی چیز اور جانور نہیں جس کا رزق ہمارے ذمہ نہ ہو۔" میں جانتا ہوں کہ میں بھی ایک جانور ہوں اور میرا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، تو ان امور میں مشغول ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے میرے اوپر لازم ہیں اور جو میرے اپنی ذات کے کام تھے انکو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔

(۸) آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے خلق خدا کو دیکھا وہ مخلوق پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔ ایک شخص اپنی زمینوں پر، ایک شخص تجارت پر، ایک شخص اپنی صحت پر، ہر آدمی اپنی مثل

مخلوق پر توکل کرتا ہے۔ میں نے قرآن مجید میں پڑھا ''مَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ '' (القرآن)۔ ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔'' تو میں نے مخلوق پر توکل نہیں کیا بلکہ اللہ عزوجل پر توکل کرتا ہوں۔

اس پر حضرت شقیق نے فرمایا، ''اے حاتم! اللہ تعالیٰ تجھے اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائے، میں نے تورات انجیل اور زبور اور قرآن عظیم میں دیکھا یہی آٹھ مسائل خیر اور دیانت کی جمیع اقسام کیلئے بنیاد ہیں۔''

معلوم ہوا علماءِ آخرت وہ لوگ ہیں جو ان علوم کے حامل اور عامل ہیں۔ اور وہ علماء جو مال اور منصب اور دیگر دنیاوی امور کیلئے علم استعمال کرتے ہیں وہ علماء دنیا ہیں۔

◄ علماءِ آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ کھانے اور پینے اور لباس اور مکان اور دیگر ضروری اشیاء میں درمیانے قسم کی اشیاء استعمال کرتے ہیں۔ اعلیٰ معیار کی اشیاء سے احتراز کرتے ہیں۔ سلف صالحین کی اتباع میں کم سے کم اور درمیانے معیار سے بھی ادنیٰ کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اولیاء کرام اور علماء شریعت کی اکثریت نے سادہ زندگی کو ترجیح دی ہے۔

● صالحین میں سے بعض اسلاف کے اس سلسلہ نہایت عجیب واقعات منقول ہیں مثلاً حضرت ابوعبداللہ خواصؒ جو کہ حضرت حاتم اصمؒ کے مریدین میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں ہم تقریباً تین سو بیس آدمی حضرت حاتم اصمؒ کے ساتھ حج کے ارادہ سے رَے (تہران) میں داخل ہوئے، ہمارا لباس بالکل سادہ تھا، ہمارے ساتھ کھانے کیلئے طعام نہیں تھا، ہم رَے میں ایک صوفی تاجر جو مساکین اور فقراء سے محبت کرتا تھا، کے پاس ٹھہرے، انہوں نے رات کو ہمارے لئے ضیافت کا اہتمام کیا۔ تاجر نے صبح حضرت حاتم اصمؒ سے عرض کیا، کیا آپ کا کوئی کام ہے؟ کیونکہ مجھے اپنے شہر کے قاضی اور فقیہہ محمد بن مقاتل کی عیادت کیلئے

جانا ہے وہ علیل ہیں۔حضرت حاتم نے فرمایا میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں عیادت عبادت ہے۔اور فقیہ کی چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔حضرت خواص فرماتے ہیں جب ہم تہران کے قاضی کے دروازے پر پہنچے آپ نہایت حسین بنگلے میں مقیم تھے۔حضرت حاتم اصم نہایت متفکر ہو کر فرمانے لگے یہ شاندار بنگلہ ایک عالم دین کا ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! پھر اندر آنے کی اجازت ملی ہم اندر گئے تو نہایت خوبصورت پردوں اور قالینوں اور فانوسوں سے سجے ہوئے کمرے دیکھ کر حیران ہوئے، پھر اس کمرہ میں داخل ہوئے جس میں تہران کے قاضی القضاۃ/(چیف جسٹس) آرام فرما رہے تھے۔آپ نہایت قیمتی بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور اور ایک نوکران کے سر پر ہاتھ کے پنکھا سے مکھیاں وغیرہ سے حفاظت کر رہا تھا۔ سلام کے بعد تاجر نے قاضی کے سر کے قریب بیٹھ کر ان کا حال دریافت کیا، مگر حضرت حاتم نہ بیٹھے کھڑے رہے۔قاضی نے اشارہ کیا کہ آپ بیٹھ جائیں، حضرت حاتم نے کہا میں نہیں بیٹھوں گا مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھیں تاکہ میں آپ سے مسئلہ پوچھوں۔قاضی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، حضرت حاتم اصمؒ نے کہا آپ نے علم کن لوگوں سے حاصل کیا ہے؟ قاضی نے جواب دیا، ثقہ علماء سے جنہوں نے مجھے احادیث پڑھائی ہیں۔آپ نے پوچھا آپکے اساتذہ نے کن لوگوں سے احادیث حاصل کیں؟ انہوں نے کہا سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے، آپ نے کہا انہوں نے کس سے؟ قاضی نے کہا انہوں نے سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ سے۔آپ نے سوال کیا سید المرسلین جناب رسول اللہ ﷺ نے کس سے؟ قاضی نے کہا جبرئیل علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام نے کس سے؟ قاضی نے کہا اللہ تعالیٰ سے۔حضرت حاتم نے کہا کیا آپ نے پڑھا ہے کہ وہ شخص جس کا مکان وسیع اور خوبصورت اور پردوں اور قالینوں اور فانوسوں سے مسجّع ہو اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس آدمی سے جس کا ایسا مکان نہ ہو زیادہ ہوتا ہے؟

قاضی نے کہا نہیں حضرت حاتم نے کہا آپ نے کیا پڑھا ہے؟ قاضی نے کہا میں نے پڑھا ہے جو شخص دنیا سے اعراض کرتا ہے، اور آخرت میں رغبت رکھتا ہے، اور مساکین سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مقام اور مرتبہ زیادہ ہے۔ حضرت حاتم نے کہا قاضی صاحب کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء کی ہے یا صحابہ کرامؓ کی یا صالحینؒ، یا فرعون اور نمرود کی، جنہوں نے سب سے پہلے پکی اینٹوں اور چونے سے بنگلے بنوائے تھے۔ حضرت حاتم نے فرمایا ''اے علماء سُو دنیا کے طالب لوگ تمہیں دیکھ کر کہیں گے، جب علماء کی یہ حالت ہے پھر ہم ان سے زیادہ عیاشی کیوں نہ کریں۔ یہ کہتے ہوئے حضرت حاتم قاضی کے گھر سے واپس لوٹ آئے۔ قاضی ابن مقاتل کا مرض مزید بڑھ گیا، جب اہل رے (تہران) کو اس گفتگو کا علم ہوا، تو انہوں نے حضرت حاتم سے عرض کیا قزوین میں طنافسی (بلدیہ کا ناظم) اس قاضی سے بھی زیادہ بڑے اور خوبصورت مکان میں رہتا ہے۔ حضرت حاتم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس سے پوچھا میں ایک عجمی آدمی ہوں مجھے وضو کے متعلق آپ تعلیم دیں۔ اس نے پانی منگوایا اور حضرت حاتم کے سامنے وضو کیا اور ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھویا اور کہا اس طرح وضو ہوتا ہے۔ حضرت حاتم نے کہا آپ ٹھہریں میں آپ کے سامنے وضو کرتا ہوں تا کہ تصدیق ہو جائے کہ وضو اس طرح کیا جاتا ہے۔ حضرت حاتم نے ہاتھوں کی کلائیوں کو چار چار مرتبہ دھولیا طنافسی (ناظم) نے کہا یہ تو اسراف ہے حضرت حاتم نے کہا کیوں؟ طنافسی نے کہا کیونکہ آپ نے عضو کو چار مرتبہ دھولیا ہے۔ حضرت حاتم نے فرمایا، سبحان اللہ! اگر میں پانی کا چلو زیادہ استعمال کروں تو یہ اسراف ہے، اور تو یہ مکان اور زیب وزینت استعمال کرے تو اسراف نہ ہوا؟ طنافسی نے سمجھ لیا کہ آپ نے مجھے نصیحت کیلئے وضو کا پوچھا تھا، وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور چالیس دن تک باہر نہیں نکلا۔ (احیاء)

● بعض صالحین عموماً زینت کی اشیاء سے احتراز کرتے ہیں، مگر زینت کے مباح اور جائز

ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر قیمتی چادر بھی استعمال فرمائی ہے۔ لیکن اکثر آپ ﷺ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ اسی طرح آپ نے بکرے کی روسٹ شدہ رانیں بھی کھائیں۔ مگر اکثر آپ ﷺ کا طعام سادہ ہوتا تھا۔ اور صحابہ کرامؓ بھی اکثر سادہ زندگی گزارنے والے تھے۔ مگر بعض صحابہ کرامؓ نے زینت کو بھی اختیار فرمایا تھا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے زینت اختیار کرنے والے صحابہ کرامؓ سادہ زندگی گزارنے والوں سے کم مرتبہ نہ تھے۔ کیونکہ زینت حرام نہیں مگر زینت پر تفاخر اور تکبر ضرور حرام ہے۔ اسی طرح حلال اور پاکیزہ زندگی کے ساتھ مالدار ہونا کوئی عیب نہیں۔ صحابہ کرامؓ بھی مالدار تھے اور فقراء بھی تھے، ہاں مالدار اگر حریص ہے اور شاکر نہیں تو وہ اچھا نہیں۔ اور فقیر اگر صابر نہیں تو وہ بھی اچھا نہیں۔ غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر، اس میں اختلاف ہے، مگر غنی اور زینت کو بھی فضیلت حاصل ہے۔ حضرت حاتم اصم اور آپ کی طرح حضرت ابراھیم بن ادھم اور حضرت یحیٰی بن یفان اور امام غزالی، وہ علماء اولیاء کرام ہیں، جو اپنے اور دوسروں کے حق میں زینت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ یہ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کا علَم والی قمیص اُتارنے اور سونے کی انگوٹھی اتار دینے سے استدلال کرتے ہیں۔ اور فقراء صحابہ کرامؓ کی سیرت کی اتباع کرتے ہیں۔ (رفیق حسنی)

● اس سلسلہ میں ایک عجیب حکایت منقول ہے، وہ یہ کہ حضرت یحیٰی ابن یزید نوفلیؒ نے حضرت امام مالک بن انسؒ کو خط لکھا اور بسم اللہ اور درود شریف اور اپنے نام کے بعد لکھا، میں نے سنا ہے کہ آپ باریک اور مہنگا لباس پہنتے ہیں اور مرغن طعام کھاتے ہیں اور گدّے پر بیٹھتے ہیں اور دروازہ پر حاجب رکھا ہوا ہے۔ آپ علمی مجلس میں بیٹھتے ہیں آپ کے پاس دور دور سے سوار اور پیدل لوگ آتے ہیں اور آپ کو اپنا امام سمجھتے ہیں اور آپ کے قول کو پسند کرتے ہیں، ''فَاتَّقِ اللّٰہ تَعَالیٰ یَا مَا لِکُ وَ عَلَیْکَ بِالتَّوَاضُعِ کَتَبْتُ

اِلَیکَ بِالنَّصِیحَۃِ مِنّی کِتَاباً مَا اطَّلَعَ عَلَیہِ غَیرُ اللّٰہِ سُبحَانَہ' وَ تَعَالیٰ. و السلام "

(ترجمہ) پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے مالک، تواضع لازم پکڑو۔ میں نے اپنی طرف سے نصیحت کا خط لکھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اطلاع نہیں ہے۔"

امام مالک نے جواب دیا اور بسم اللہ اور درود شریف اور اپنے نام کے بعد لکھا، آپ کا نصیحت اور شفقت اور ادب سے لبریز خط ملا، اللہ تعالیٰ آپ کو تقویٰ اور نصیحت پر جزاء خیر عطا فرمائے۔

"اَسئَلُ اللّٰہِ التَّوفِیقَ وَلاحَولَ وَلا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیّ العَظِیم فَاَمَّا مَا ذَکَرتَ اِنّیْ اٰءُ کِلُ الرِّقَاقَ وَاَلبِسُ الدِّقَاقَ وَاحتَجِبُ وَ اَجلِسُ عَلیَ الوَطِئِ فَنحنُ نَفعَلُ ذَالِکَ وَ نَستَغفِرُ اللّٰہ تَعَالیٰ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِینَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ اَخرَجَ لِعِبَادِہٖ وَ الطَّیّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ وَاِنّیْ اَعْلَمُ اَنَّ تَرکَ ذَالِکَ خَیرٌ مِنَ الدُّخُولِ فِیہِ وَلا تَدعُنَا مِنْ کِتابِکَ فَلَسْنَا نَدعُکَ مِنْ کِتَابِنَا. وَالسَّلامُ "

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال کرتا ہوں اور نہیں ہے حول اور قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بلند عظمت والا ہے۔ آپ نے جو ذکر کیا کہ میں باریک روٹیاں کھاتا ہوں اور دقیق لباس پہنتا ہوں اور میں نے حاجب رکھا ہوا ہے اور گدے پر بیٹھتا ہوں، یہ صحیح ہے۔ ہم یہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فرمادو یا رسول اللہ، کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کو حرام کیا ہے جو زینت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے اور رزق سے طیبات کو کس نے حرام کیا ہے؟" اور میں جانتا ہوں کہ

زینت کا ترک زینت میں داخل ہونے سے بہتر ہے۔ ہمیں آپ خط لکھتے رہنا اور ہم آپ کو خط لکھتے رہیں گے۔ والسلام۔

امام مالک کے خط سے واضح ہوا جس شخص کو بھروسہ ہو کہ زینت کی اشیاء اختیار کرنے سے عبادات اور تقویٰ میں فرق نہیں آئے گا، تو ان کے لئے زینت جائز ہے اور اگر زینت اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کے کم ہونے کا اندیشہ ہو تو ترکِ زینت ضروری ہے۔

موجودہ دَور میں تارکِ زینت اور اور ترفہہ کا تارک آدمی نہ مشائخ میں نظر آتا ہے اور نہ علماء میں۔ اللہ تعالیٰ علماء اور مشائخ کی زینت اور ترفہہ اختیار کرنے پر حفاظت فرمائے۔

◄ علماء آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ علماء آخرت سلاطین اور حکمرانوں کے شرعی قُرب سے بلا وجہ شرعی احتراز اور اجتناب کرتے ہیں۔ کیونکہ حکمرانوں کے ساتھ مخالطت اور میل جول میں ان کی شان وشوکت دیکھنے سے علماء کو احساس کہتری پیدا ہوتا ہے اور منکرات پر خاموشی سے مداہنت لازم آتی ہے۔ حکمرانوں کے حال کی تحسین اور تعریف لازمی کرنا ہوتی ہے جو کہ صریح کذب اور افتراء ہوتا ہے۔ اس لئے علماء آخرت ہمیشہ سلاطین سے دور رہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ امام الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ بَدَأَ جَفَا وَ مَنِ اتَّبَعَ الصَّيْد غَفَلَ وَ مَنْ اَتى السُّلْطَانَ اِفْتَتَنَ ''(ترمذی)

(ترجمہ) ''جس شخص نے دیہاتوں میں رہائش رکھی اس نے جفا کی اور جس شخص نے شکار کی اتباع کی وہ غافل ہوا اور جو شخص حاکم کے پاس آیا وہ فتنوں میں پڑا۔''

● امام المرسلین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سَیَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ مِنْھُمْ وَ تُنْکِرُوْنَ فَمَنْ اَنْکَرَ فَقَدْبَرِیَٔ وَ مَنْ کَرِہَ فَقَدْ سَلِمَ وَ لٰکِنْ مَنْ رَضِیَ وَ تَابَعَ اَبْعَدَہُ اللّٰہ تَعَالیٰ قِیْلَ اَفَلَا نُقَاتِلُھُمْ قَالَ لَا مَا صَلُّوْا'' (مسلم)

(ترجمہ) ''عنقریب تمہارے اوپر امیر اور حاکم ہوں گے جن سے بعض معروف اور اچھے کام ہوں گے اور بعض بُرے اور منکر کام ہوں گے، جس شخص نے برے کاموں پر انکار کیا وہ بَری ہے اور جس نے ناپسند کیا وہ سالم ہے اور لیکن جو شخص راضی ہوا اور ان کی اتباع کی، اس کو اللہ تعالیٰ دُور کر دے گا، عرض کیا گیا پس کیا ہم ان کے ساتھ قتال نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک امراء نماز پڑھتے رہیں۔''

● حضرت حُذیفہؓ نے فرمایا، ''فتنوں کی جگہ سے دُور رہو، عرض کی گئی فتنوں کے مواقف کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا، امراء کے دروازے۔'' جناب امام الانبیاء رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ عَلیٰ عِبَادِ اللّٰہِ تَعَالیٰ مَالَمْ یُخَالِطُوْا السَّلَاطِیْنَ فَاِنْ فَعَلُوْا ذَالِکَ فَقَدْ خَانُوْا الرُّسَلَ فَاحْذَرُوْھُمْ وَاعْتَزِلُوْھُمْ''

(ترجمہ) ''علماء اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رسولوں کے امین ہیں جب تک حکمرانوں کے ساتھ مخالطت اور مشارکت نہ کریں، اگر وہ مخالطت اختیار کر لیں تو انہوں نے رسولوں سے خیانت کی، ایسے علماء سے ڈرو اور اُن سے دُور رہو۔''

● حضرت سعید ابن مُسیَّبؒ فرماتے تھے ''حکمرانوں کے ساتھ بیٹھنے والے علماء چور ہوتے ہیں، ان کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شِرَاءُ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْنَ یَاتُوْنَ الْاُمَرَاءَ وَ خِیَارُ الْاُمَرَاءِ الَّذِیْنَ یَاتُوْنَ

الْعُلَمَاءَ"

(ترجمہ) "وہ علماء بدترین ہیں جو امراء کے پاس آتے ہیں اور وہ حکمران بہترین ہیں جو علماء کے پاس آتے ہیں۔"

● حضرت حسن بصری نے بیان فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں حکمرانوں سے دور رہتے تھے، اور تنازعات سے غیر جانبدار رہنے کے لئے پہاڑوں اور بیابانوں میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ آپ کے پاس آپ کا بیٹا پہنچا اس نے کہا حضرت وہ لوگ جو آپ سے کم تر ہیں وہ حکمرانوں کے پاس جا کر فائدے اٹھا رہے ہیں، کاش آپ بھی حکمرانوں کے پاس جاتے۔ آپ نے جواب دیا کیا میں مُردار مال کے لئے امراء کے پاس جاؤں، جس کا ایک قوم نے احاطہ کیا ہوا ہے، ایسا نہیں ہوگا، اگر مجھے مجبور نہ کیا گیا تو میں حکمرانوں سے دور رہوں گا۔ آپ کے بیٹے نے کہا، ابو اس طرح تو آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ آپ نے جواب دیا:

"یَا بُنَیَّ لَاَنْ اَمُوْتَ مُؤْمِناً مَهْزُوْلاً اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَمُوْتَ مُنَافِقاً سَمِیْناً"

(احیاء)

(ترجمہ) "اے میرے بیٹے! یہ کہ میں کمزور مومن ہونے کی حالت میں مَر جاؤں تو یہ میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں موٹا منافق ہو کر مَروں۔"

حضرت سعدؓ کے قول میں اشارہ تھا کہ سلاطین پر بلا وجہ شرعی داخل ہونے والا شخص نفاق سے نہیں بچ سکتا۔

● حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ بنے آپ نے حضرت حسن بصری کو خط لکھا کہ 'مجھے ایسے آدمی بتائیں جن سے سلطنت کے امور میں مشورہ کر سکوں'۔ حضرت حسن بصری نے جواب لکھا، 'اہل دین آپ کے قریب نہیں آئیں گے اور اہل دنیا کو تو نہیں چاہے گا۔ شرف

اور نسب والے لوگوں سے مدد حاصل کرو، وہ اپنی شرافت کو بچانے کے لئے خیانت نہیں کریں گے۔

◄◄ **تنبیہ:** سلاطین سے بُعد اور دور رہنے کی مذکورہ روایات یکطرفہ اور وَن سائیڈ امام غزالی نے ذکر فرمائیں مگر انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور خیر کی مشاورت فرمانے کے لئے علماء کو سلاطین کے پاس جانے کی روایات ذکر نہیں فرمائیں کیونکہ دوسری طرف سلاطین کے قُرب میں خطرات زیادہ ہیں۔ اکثر سلاطین ظالم ہوتے ہیں۔ ورنہ بعض جید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے اور وظائف حاصل کرتے تھے۔ حضرات حسنین کریمینؓ کو شام کی حکومت وظائف دیتی تھی۔ خود علماء آخرت بھی حکمرانوں کے قریب رہے ہیں۔ ان میں سے حضرت امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ رہ کر حکمرانوں کے قریب رہے۔ بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی حکومت فرمائی، مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے بادشاہ بھی تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام حکومت کے سربراہ تھے اور امام الانبیاء جناب رسول اکرم ﷺ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے امام اور حاکم عادل کی خود فضیلت بیان فرمائی۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین خود امیر المؤمنین اور حاکم تھے۔ لہٰذا مدار کار اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہے۔ جو قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اٹھایا جائے، وہ قابل ستائش اور باعثِ اجر وثواب ہے اور جو قدم دنیا دنیّہ کے حاصل کرنے کیلئے اٹھایا جائے وہ قابل مذمت اور باعث عتاب اور عقاب ہے۔ (محمد رفیق حسنی عفی عنہ)

◄ علماء آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ قضاء اور فتویٰ کا منصب بغیر ضرورت قبول نہیں کرتے۔ اور اگر ان سے سوال کیا جائے تو اس مسئلہ کا جواب دیتے

ہیں جن کے متعلق انہیں یقین ہوتا ہے۔ اگر کسی حکم میں انہیں تردّد ہوتو فوراً کہہ دیتے ہیں 'لاادری'۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوع روایت ہے:

''اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ کِتَابٌ نَاطِقٌ وَ سُنَّةٌ قَائِلَةٌ وَ لَااَدْرِیْ '' (احیاء)

(ترجمہ) ''علم تین ہیں، قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ اور میں نہیں جانتا۔''

وہ شخص جو کسی مسئلہ کا علم نہیں رکھتا اور کہتا ہے مجھے علم نہیں اسکو اتنا اجر ملتا ہے جتنا مسئلہ کا علم رکھنے والے اور بتانے والے کو ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو آپ بعض مرتبہ فرماتے، امیر اور خلیفہ وقت سے پوچھو اس کے گلے میں ڈالو۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا جو شخص ہر مسئلہ کا حکم بتاتا ہے وہ مجنون ہے۔ حضرت علیؓ اور عبداللہؓ ایک آدمی پر گذرے جو بلاضرورت مسائل پر کلام کر رہا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ نے فرمایا آدمی کہہ رہا ہے مجھے پہچانو میں عالم ہوں، لہٰذا بلا ضرورت کلام کی ضرورت نہیں۔

خود سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ پر جب تک وحی کے ذریعے علم نہیں ہوتا تھا آپ فرماتے تھے میں نہیں جانتا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

''مَا اَدْرِیْ اَعُزَیْرٌ نَبِیٌّ اَمْ لَا؟ وَمَا اَدْرِیْ اَتُبَّعُ مَلْعُوْنٌ اَمْ لَا؟ وَمَا اَدْرِیْ ذُوْالْقَرْنَیْنِ نَبِیٌّ اَمْ لَا؟ '' (ابوداؤد)

جب آپ ﷺ سے زمین میں خیر البقاع اور شر البقاع کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا 'لا ادری'۔ حتّٰی کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے تو انہوں نے آپکو بتایا خیر البقاع مساجد میں اور شر البقاع بازار ہیں۔ پھر آپ نے سائل کا جواب دیا۔

- حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے کبھی کبھی دس دس مسائل پوچھے جاتے تھے مگر ایک مسئلہ بتاتے

تھے اور باقی کے متعلق فرماتے تھے 'لا ادری'۔(احیاء)

● اس مقام پر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہمارے امام سیّدی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر اشارۃً تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔امام غزالی کی عبارت میں حنفیت سے تعصّب جھلک رہا ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں وہ فقہاء جو 'لا ادری' کہنے والے تھے، وہ زیادہ تھے 'ادری' کہنے والوں سے۔'لا ادری' والوں میں سے حضرت سفیان ثوری اور مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور بشر بن حارث تھے پھر امام غزالی فرماتے ہیں۔ابن حُصین نے کہا آج کل بعض علماء بغیر مشورہ کے ایسے مسائل پر فتویٰ دے دیتے ہیں۔اگر بالفرض وہ مسائل حضرت عمرؓ سے پوچھے جاتے آپ تین سو تیرہ بدری صحابہؓ کو بلا کر مشورہ کرتے اور پھر جواب دیتے۔اس عبارت سے امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ پر اشارۃً تنقید ہے۔

● امام غزالی کی خدمت میں عرض کیا جا سکتا ہے کہ جو فقاہت اور حدیث وقرآن کا اجتہادی فہم اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو دیا تھا، اور جس طرح یہ ائمہ مسائل کا استنباط فرما سکتے تھے، دوسرے معاصر علماء ایسا نہیں کر سکتے تھے ،جنکی چند مثالیں امام رازی کی تفسیر کبیر سے گذر چکی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،''اگر میرا دین ثریّا و کہکشاں پر بھی ہوگا ،تو اہلِ فارس اس کو زمین پر لے آئیں گے ۔''اس حدیث میں امام اعظمؒ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسا کریں گے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں 'سارے فقہاء امام اعظمؒ کے عیال اور بچے ہیں'۔امام بخاری اور امام مسلم اور دیگر محدثین بھی آپ کے تلاتذہ سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ نیز مسائل کا استنباط اور اجتہاد کا درجہ صوفیاء کی نفلی عبادات سے کہیں زیادہ ہے۔اگر امام ابوحنیفہؒ کی صورت میں دین کا آفتاب جناب رسول اللہ ﷺ کی امت میں نہ ہوتا تو آج دنیا اندھیرے میں ہوتی ۔احناف کو اہل

الرائے کہنے والے تعصّب اور حسد کی بنیاد پر احناف پر تنقید کرتے ہیں۔ چونکہ خود امام غزالی خلوتوں میں رہنے والے علماء میں سے تھے، اس لئے انہیں اُمت کی پریشانیوں کا علم نہیں تھا۔ قارئین خود اندازہ لگائیں، ایک مسلمان طلاق یا نکاح کے کسی مسئلہ میں پریشان ہے، صوفیاء سے مسئلہ پوچھتا ہے، تو وہ کہتے ہیں 'لا ادری'، وہ بے چارہ کہاں جائے گا۔ اسکی پریشانی حنفی علماء ہی دور کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**فاسئلو ااھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**"۔ "اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہل علم سے سوال کرو"۔ اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں۔

اسی وجہ سے جب حضرت انسؓ سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا، تو آپ فرماتے مولانا حسن بصریؒ سے پوچھو۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بعض دفعہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ فرماتے تھے، حضرت زید بن حارثہؓ سے پوچھو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے، سعید ابن مسیّب سے پوچھو۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کا علم زیادہ ہوگا، اُس سے مسائل پوچھے جائیں گے۔ صوفیاء تو مجاہدات اور ریاضت کی کثرت پر فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ میراث کے صرف ایک مسئلہ کا ثواب زندگی کی تمام نفلی مجاہدات سے ثواب میں وزنی اور بھاری ہے۔ جیسا کہ میراث کے علماء نے کتابوں میں تحریر فرمایا ہے۔ (مفتی رفیق حسنی عفی عنہ)

◄ علماء آخرت کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ علم الباطن کا اہتمام زیادہ کرتے ہیں۔ یعنی ریاضتیں اور مجاہدات کرتے ہیں، تاکہ قلب صاف ہو۔ حکمت کے اسرار کا انکشاف مجاہدات اور ریاضتوں سے ہوتا ہے۔ تقویٰ اور عمل صالح جتنی کثرت سے ہونگے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اتنی حکمت کی باتیں القاء فرمائے گا۔ اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ**" (حِلیۃ)

(ترجمہ)''جس شخص نے علم کے مطابق عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو ان امور کا علم عطا فرمائے گا جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔''

بلکہ اپنی ذات اور نفس کے سلسلہ میں قلبی علوم ظاہری علوم پر غالب ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے سید الکونین جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت وابصہؓ سے فرمایا:

''اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَ اِنْ اَفْتَوْکَ وَ اِنْ اَفْتَوْکَ وَ اِنْ اَفْتَوْکَ''

(ترجمہ)''اپنے دل سے فتوی لو، اگر چہ مفتی تمہیں فتوی دیں، اور اگر چہ مفتی تمہیں فتوی دیں، اور اگر چہ مفتی تمہیں فتوی دیں۔''

● حدیث قدسی میں ہے، امام المرسلین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''لا یَزَالَ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہ' فَاِذَا اَحْبَبْتُہ' کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهَا'' (اٰخر الحدیث)

(ترجمہ)''ہمیشہ آدمی نوافل کے ذریعہ میرا قرب درجہ بدرجہ حاصل کرتا رہتا ہے حتّٰی کہ میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں، پس جب میں اُس آدمی کو محبوب بنا لیتا ہوں، اس کی قوتِ سامعہ میں ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے، اور قوتِ باصرہ میں ہوتا ہُوں، جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔''(آخر حدیث تک)

اس حدیث قدسی میں بندے کی قوت سامعہ اور باصرہ اور قوت بطش اور قوت مشی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا، اور بندے کی قوت کو اپنی قوت فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے حواس خمسہ اور عقل کا ادراک مخفی اور ظاہر اور دور اور نزدیک کے لئے یکساں ہو جاتا ہے۔ اور وہ معانی دقیقیہ جن کا عام عقل ادارک نہیں کرسکتی اور نہ وہ معانی

کتابوں میں ہوتی ہیں، محبوب آدمی کے قلب میں القاء ہوتی ہیں۔ اس لئے علم الباطن حاصل کرنا نہایت اہم ہے۔

● ایسے علماء آخرت کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا: ''**اَلْقُلُوْبُ اَوْعِیَةٌ وَ خَیْرُهَا اَوْعَاهَا لِلْخَیْرِ**'' (احیاء)۔ ''قلوب ظرف ہیں۔ سب سے اچھا ظرف وہ دل ہے جس نے خیر کو اپنے اندر بھر لیا ہے۔'' فرمایا: ''**اَلنَّاسُ ثَلٰثَةٌ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ وَ مُتَعَلِّمٌ عَلٰی سَبِیْلِ النَّجَاةِ وَ هَمَجٌ رَعُرَاعٌ اَتْبَاعُ نَاعِقٍ یَمِیْلُوْنَ مَعَ کُلِّ رِیْحٍ لَمْ یَسْتَضِیْعُوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ**''۔ ''لوگ تین قسم کے ہیں۔ ربّانی علماء اور متعلم نجات کے راستہ پر، اور عام گھٹیا لوگ علم سے خالی اور بزدل، ہر کائیں کرنے والے کی اتباع کرنے والے اور ہر ہوا کے ساتھ چلنے والے جو علم کے نور سے روشن نہیں ہوئے۔'' پھر فرمایا: ''**اَلْعِلْمُ خَیْرٌ مِنَ الْمَالِ وَ الْعِلْمُ یَحْرِسُکَ وَ اَنْتَ تَحْرِسُ الْمَالَ وَ الْعِلْمُ یَزْکُوْا عَلَی الْاِنْفَاقِ وَ الْمَالُ یُنْقِصُه' الْاِنْفَاقُ**''۔ ''علم مال سے بہتر ہے، اور علم تیری حفاظت کرے گا اور مال کی تو حفاظت کرے گا، اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے، علم حاکم ہے اور مال محکوم ہے، مالدار زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہیں اور علماء ہمیشہ زندہ ہیں۔'' فرمایا: ''**هَاءَ اِنَّ هٰهُنَا عِلْمًا جُمًّا لَوْ وَجَدْتُ لَه' حَمَلَةً**''۔ ''آگاہ یہاں دل میں علوم کثیرۃ ہیں۔ اگر میں ان کا اٹھانے والا پاتا۔'' پھر فرمایا ''میں ایسے طالب دیکھتا ہوں جو علم دین کو دنیا کے حاصل کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ ان پر اعتماد نہیں ہے۔ یا اہلِ حق کے پیرو کار دیکھتا ہوں، مگر شک سے خالی نہیں ہیں، یا ایسے لوگ دیکھتا ہوں جو دنیاوی امور میں جانوروں کی طرح منہمک ہیں۔'' فرمایا: ''**اَللّٰهُمَّ هٰکَذَا یَمُوْتُ الْعِلْمُ اِذَا مَاتَ حَامِلُوْهُ**''۔ ''اے اللہ! اسی طرح علم مرجائے گا جب علم کے

حاملین فوت ہوجائیں گے۔'' فرمایا، مگر ''اَقَلُّ قَلِیْلٍ'' نہایت قلیل، علماء سے زمین کبھی خالی نہیں ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کام کرنے والے ہونگے۔ ایسے لوگ یا تو ظاہر ہونگے یا پوشیدہ ہونگے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا'' یہ وہ اولیاء اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ اور اس کے دین کی طرف لوگوں کیلئے داعی ہیں۔'' پھر حضرت علی رودیئے اور فرمایا:

''وَ شَوْقَتَاهُ اِلیٰ رُؤْیَتِهِمْ''۔'' کاش انکی رویت ہوجاتی''۔ (احیاء مع اختصار)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ' علماء آخرت وہ لوگ ہیں جن کے علم سے عمل مستفاد ہو۔'

◄ علماء آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ عالم یقین حاصل کرنے کا سخت جذبہ رکھتا ہو۔ یقین دین کی روح اور جان ہے۔ سرور کونین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اَلْیَقِیْنُ اَلْاِیْمَانُ کُلُّه''۔''یقین ہی سارا ایمان ہے۔'' ایک روایت میں ہے ''تَعَلَّمُوْا الْیَقِیْنَ''۔''یقین حاصل کرو۔'' یقین حاصل کرنے کا ارشاد کا اور حکم تو ہے مگر کیسے حاصل کریں؟ مشائخ فرماتے ہیں یقین حاصل کرنے کے لئے یقین والے علماء کے ساتھ بیٹھو انکی کلام سنو انکی اقتداء کرو تاکہ تمہیں یقین حاصل ہو۔ اور فرمایا'' تھوڑا یقین زیادہ عمل سے بہتر ہے۔''

● سرور کونین جناب رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا ایک آدمی اچھے یقین والا کثرت سے گناہ کرنے والا ہے، اور ایک آدمی نہایت عابد مگر تھوڑا یقین والا ہے، ان میں افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مَا مِنْ اٰدَمِیِّ اِلَّا وَ لَه' ذُنُوْبٌ وَلٰکِنْ مَنْ کَانَ غَرِیْزَتَهُ الْعَقْلُ وَ سَجِیَّتُهُ

الْیَـقِیْنُ لَمْ تَضُرَّهُ الذُّنُوْبُ لِاَنَّه' كُلَّما اَذْنَبَ تَابَ وَ اسْتَغْفَرَ وَ نَدِمَ فَتُكَفَّرُ ذُنُوْبُه' وَ يَبْقىٰ لَه' فَضْلٌ يَدْ خُلُ بِهِ الْجَنَّةَ ''　　　(ترمذی)

(ترجمہ) ''کوئی آدمی نہیں مگر اسکے لئے ذنوب ہیں مگر وہ شخص جس کے خمیر میں عقل ہے اور اس کا مزاج یقین ہے، اس کو گناہ ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ کیونکہ ایسا شخص جب گناہ کرے گا توبہ کرلے گا، اور استغفار کرے گا، اور اسے ندامت ہوگی ،اسکے گناہوں کا کفارہ کردیا جائیگا، یعنی معاف کردیئے جائیں گے، اور اس کے لئے فضیلت باقی رہے گی۔ جس کے ساتھ وہ جنت میں داخل کیا جائیگا۔''

◂ یقین ،اس اعتقاد کو کہتے ہیں جس میں شک نہ ہو، ظن نہ ہو۔ اور شک وہ علم ہے جس میں تصدیق اور تکذیب دونوں برابر ہوں۔ مثلاً سوال کیا جائے کہ فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا یا نہ، اور وہ شخص مجہول الحال ہے، تو ذہن عقاب کے حکم کی نہ تصدیق کرے گا اور نہ تکذیب، یہ شک ہے۔ اور اگر ایک جانب راجح ہو مگر جانب مرجوح کا احتمال باقی ہو تو اس کو ظن کہیں گے۔ مثلاً صالح آدمی جسکی موت صلاح پر ہوئی، اس کے حق میں ذہن یہ حکم کرے گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ عقاب نہیں کرے گا، مگر عقاب کی مطلقاً نفی نہیں کی جاسکتی، عقاب ہو بھی سکتا ہے۔ یہاں عقاب کی نفی کا علم ظن ہے یعنی عقاب ہونے کا تصور وہم ہے اور مرجوح جانب کا تصور جانب راجح کا علم اور ظن اعتقاد کہلاتا ہے۔ پھر اعتقاد دو قسم کا ہوتا ہے، اعتقاد تقلیدی اور غیر تقلیدی۔ تقلیدی کی مثال جسطرح حنفی اور شافعی مذہب کے مقلدین اپنے اپنے مذہب پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ صواب ہے اور دوسرے کا مذہب صواب نہیں مگر انہیں اپنے مذہب کے خطا ہونے کا بھی کمزور سا احتمال موجود ہوتا ہے۔

● اور اعتقاد غیر تقلیدی کا نام یقین ہے۔ اعتقاد غیر تقلیدی ہونے کی مثال معرفت ہے جو بُرہان کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اس اعتقاد اور یقین کے مختلف مراتب ہیں۔ جن کا ذکر

معقولات کی کتابوں میں مذکور ہے اور ہم ابتدا میں ذکر کر چکے ہیں۔ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین۔

● فقہاء اور صوفیاء کی اصطلاح میں یقین وہ علم ہے جسمیں شک اور تردد کی طرف التفات نہ ہو بلکہ عقل پر اس علم کا غلبہ ہو۔ مثلاً کہا جاتا ہے فلاں کا موت پر یقین ضعیف ہے، اور فلاں کا موت پر یقین قوی ہے، اس کا مفہوم یہ نہیں کہ ضعیف یقین والے کو موت میں شک ہے اور قوی والے کو شک نہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ موت کا یقین اس کے عقل پر غالب نہیں ہے اور ضعیف یقین والا موت کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ غافل ہے اور قوی یقین والے کے ذہن پر موت کا یقین غالب ہے ہر وقت موت کی طرف متوجہ اور اسکے لئے سامان کی تیاری میں ہے۔ اس اصطلاحی یقین میں لوگوں کے مختلف حالات کی وجہ سے مختلف مراتب ہیں۔ بیمار اور پھر لاعلاج بیمار اور خوف خدا کا حامل سب کا موت پر یقین قوی ہوتا ہے۔ مگر سب کے یقین کے مراتب مختلف ہیں۔ لیکن کامل یقین اس کا ہے جو ہر وقت موت کی تیاری میں ہے۔ اور جو غافل ہے اس کا یقین ضعیف ہے۔

اس یقین میں کامل لوگ مقربین کہلاتے ہیں۔ ایسے لوگ خلوتوں میں بھی گناہوں سے اس طرح خوف زدہ رہتے ہیں، جس طرح جلوتوں میں گناہوں سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔ آپ کے سمجھانے کے لئے اس یقین کو خوف کا وہم ہو جانے کے نام سے نامزد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا وہم ہو گیا ہے اس کو ہر وقت عذاب کا تصور رہتا ہے بیٹھتے اٹھتے چلتے پھرتے حتی کہ خواب میں بھی عذاب کو یاد رکھنے کی وجہ سے کبھی روتا ہے کبھی ہوئے ہوئے کرتا ہے اور کبھی گرم آہیں نکالتا ہے۔ جب کلام کرتا ہے تو عذاب کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے پتہ نہیں مجھے کتنا عذاب ہوگا ہر وقت اسے خطرہ لگا رہتا ہے لوگ اسے وہمی کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا علم یقین کہلائے گا۔ یہی وہم علماء

آخرت اور اولیاء کرام کی علامت ہے۔ کہ اس یقین سے اعمال صالح اور اچھے اخلاق کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ ایسا آدمی حیاء اور خوف اور عجز اور انکساری اور صفات محمودہ سے متصف ہوجاتا ہے۔ یقین کی مثال اچھے اخلاق اور صفات کیلئے ایک درخت کی بہ نسبت پھولوں اور پھلوں کے ہے۔ جس طرح درخت کی مختلف ٹہنیوں اور شاخوں سے پھل اور پھول پھوٹتے رہتے ہیں، اسی طرح اس یقین سے اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ پھوٹتے رہتے ہیں۔ یہی یقین مطلوب اور مقصود ہے۔ ''**اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا الْیَقِیْنَ بِحُرْمَتِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ** ﷺ''۔

● ثابت ہوا یقین کے دو معنی ہیں، یقین بمعنی نفی شک اور یقین بمعنی غلبہ اور استعلاء۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یقین بمعنی غلبہ اور استعلاء کیسے حاصل ہوتا ہے اور کس کس چیز کا یقین حاصل کرنا مطلوب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

● یہ یقین علماء آخرۃ اور صادقین کی صورت دیکھنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کا کلام سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ یقین ،مقربین انبیاء عظام اور اولیاء صالحین اور علماء کاملین کی صحبت اور ان کی عقیدت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر صالحین کی صحبت حاصل نہ ہوسکے تو ان کی اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابوں سے یقین حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کثرتِ عبادت اور تلاوت سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**فَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ** '' (القرآن)۔ ''اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہوجائے۔'' بعض علماء نے اس آیت میں یقین سے موت مراد لی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مرنے تک عبادت کرو اور بعض مفسرین نے یقین بمعنی غلبہ اور استعلاء لیا ہے یعنی جب کثرت سے عبادت ہوگی اللہ تعالیٰ کی

طرف سے قلب پر خوف اور خشیۃ کے غلبہ کا فیضان ہوگا۔ اسی لئے پیرانِ طریقت سالکین کو اوراد اور وظائف اور نفلی عبادات اور ترک تلذذات اور قلت طعام اور قلت کلام اور قلہ منام کی تربیت دیتے ہیں۔ کیونکہ ان ریاضتوں سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

● اب یہ کہ یقین کن امور کا مطلوب ہے؟ تو ان میں سب سے اول توحید ہے، کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے وحدہٗ لاشریک ہے، اور وہی ہر چیز کا خالق ہے، توحید میں یقین کامل کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی ہر چیز کو مسبّب الاسباب کی جانب سے سمجھے اور اس کے اسباب اور وسائط کی طرف التفات اور توجہ نہ رہے۔ بلکہ یہ اعتقاد کرے کہ وسائل اور اسباب مسخرات ہیں ان کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس امر کی تصدیق ایمان اور یقین ہے۔ اور وہ شخص صاحب یقین ''مُوقِنْ'' ہے۔

اگر توحید میں ایمان کے ساتھ شک کا امکان نہ رہے تو یہ یقین بمعنی نفی شک ہے۔ اور اگر اس آدمی کے قلب پر ایمان کے ساتھ اس تصدیق کا غلبہ ہوگیا، کہ وسائط اور اسباب صرف علامتیں ہیں، ان کا نتائج اور ثمرات میں کوئی اثر نہیں ہے اس آدمی کا یقین کامل ہے اور یہی مطلوب ہے اب اس یقین کی علامت یہ ہے کہ اس آدمی کو وسائط پر غصہ نہیں آئے گا۔ اور نہ اسے وسائط کی رضا اور شکریہ مطلوب ہوگا۔ اس آدمی کیلئے وسائط کی مثال انعام کنندہ کے دستخط اور سائن کرنے والے کے ہاتھ اور قلم کی ہوجائیگی۔ انعام حاصل کرنے والا نہ منعم کے ہاتھ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور نہ قلم کا، بلکہ انعام کنندہ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور انعام سے محروم قلم اور ہاتھ پر ناراض نہیں ہوتا بلکہ منعم پر ناراض ہوتا ہے کہ انہوں نے عطا کیوں نہیں کیا؟ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ اور قلم آدمی کیلئے مُسخر شدہ دو آلے

ہیں۔ان کا انعام کے عطا یا منع میں کوئی دخل نہیں ہے۔جب کسی آدمی کے دل پر توحید کی یہ کیفیت غالب آجائیگی تو یہ یقین بمعنی غلبہ متحقق ہوگا۔

اور یہی یقین اشرف اور افضل ہے،اور پہلے یقین بمعنی نفی شک سے مقصود بھی یہی یقین حاصل کرنا ہے۔

جب یہ بات متحقق ہے کہ سورج اور چاند اور ستارے اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ مسخر ہیں۔جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم مسخر ہے اور قدرۃ ازلیۃ ہر چیز کا مصدر اور ماٴخذ ہے، جب یہ تصور دل پر غالب ہو جائیگا توکل اور تسلیم اور رضا بھی دل پر غالب ہو جائیں گی اور آدمی یقین کنندہ ہو جائیگا اور غضب اور غصہ اور حسد اور کینہ اور سوءِ خلق سے نجات پالے گا۔

● ابوابِ یقین سے ایک باب یہ ہے کہ اسی یقین سے اللہ تعالیٰ پر رزق کا اعتماد ہوتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا '' (القرآن) ''کوئی جاندار چیز نہیں،مگر اللہ تعالیٰ پر اس کا رزق ہے۔'' یہ یقین جب دل پر غالب آجائے گا،تو رزق کے طلب میں حرص سے نجات مل جائیگی۔وہ سمجھے گا جو ملنا سے وہ رک نہیں سکتا ہے،اور جو نہیں ملنا وہ مل نہیں سکتا۔وہ آدمی ملنے والی نعمتوں پر اترائے گا نہیں اور نہ ملنے والی چیزوں سے اُسے افسوس نہیں ہوگا۔اور اسی یقین کے ابواب سے ہے کہ جب یہ بات دل پر غالب آجاتی ہے کہ جو شخص خیر اور نیکی ذرّہ کی مقدار کے برابر بھی کریگا،اس کو خدا دیکھے گا اور اس کا اجر دے گا اور جو شخص ذرّہ کے برابر شر اور برائی کا ارتکاب کرے گا اسکی سزا پائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیراً یَّرَہ' وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرَّایَّرَہ' ''.

(ترجمہ)''جو ذرہ کی مقدار خیر کا عمل کرے گا اس کا ثواب دیکھے گا اور جو شخص ذرہ کے مقدار

بُرا عمل کریگا اسکی سزا دیکھے گا۔“

یعنی جب آدمی کو ثواب اور عقاب کا یقین حاصل ہو جائے گا اور اس کے دل پر غلبہ اور استعلاء ہو جائیگا تو خیر کا عمل ترک نہیں کرے گا اور معاصی کا ارتکاب نہیں کرے گا حتی کہ معاصی پر عقاب کا یقین زہریلی اشیاء کھانے اور سانپ کے ڈسنے سے موت واقع ہو جانے کے یقین جیسا ہو جائے گا، تو وہ شخص کسی قیمت پر معاصی کے قریب نہیں جائے گا۔ اور جس طرح ماکولات سے پیٹ بھر جانے اور مشروبات سے پیاس ختم ہونے کے یقین والا شخص بھوک اور پیاس کے وقت کثیر اور قلیل غذا اور مشروب طلب کرنے میں حریص ہوگا، اسی طرح وہ شخص جس کو طاعات پر ثواب کا یقین ہے وہ طاعات کے قلیل اور کثیر اور نفل اور فرض کے ادا کرنے پر حریص ہوگا۔ اور طاعات میں کسی عمل کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اور جس طرح آدمی زہریلی اشیاء کے استعمال سے ہلاکت کے یقین کی وجہ سے زہر کے قلیل اور کثیر سے اجتناب کرتا ہے، اسی طرح معاصی اور گناہوں صغیرہ اور کبیرہ کے ارتکاب سے بھی اجتناب کرے گا۔

اور یہ یقین بمعنی استعلاء اور غلبہ اولیاء مقربوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے اور کسی طاعت نفلی اور فرض کو ترک نہیں کرتے۔ اور ایسے علماء جن کو یقین بمعنی استعلاء اور غلبہ حاصل نہیں، حقیقت میں وہ علماء ہی نہیں ہیں۔ وہ علماء دنیا میں شمار ہوتے ہیں۔ ایسے علماء خوفِ الٰہی سے خالی ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کی طرح اگر عبادات کرتے بھی ہیں تو ان کی عبادت صرف پریکٹس اور ورزش ہوتی ہے، اس میں روح نہیں ہوتی۔ اور ایسے علماء گناہوں سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔ اگر گناہوں سے اجتناب کریں گے تو مخلوق کے خوف سے اجتناب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے انہیں خوف نہیں ہوگا۔

”اللہ تعالیٰ علماء آخرت سے بنائے اور ابنائے دنیا سے بچائے۔ آمین!“

◄ علماء آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ عالم آخرت اکثر غمگین رہتا ہے، عاجزی اور انکساری کا پیکر ہوتا ہے، خاموش رہنے والا اور بیماروں کی طرح آہستہ اور سر جھکا کے چلنے والا ہوتا ہے یعنی اس پر خوف خدا اور خشیت کے آثار محسوس ہوتے ہیں حرکات وسکنات اور خاموشی اور نطق سب حالتوں میں عالم آخرت ناظر کو ذاکر اللہ اور متفکر فی آلاء اللہ نظر آئے گا وُاس کی صورت اس کے عمل پر دلیل ہوگی۔ اور دیکھنے والے کو اس کی سیرت اور صورت سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے گا۔ کلام میں لا اُبالی اور مناظرانہ طرز اور گفتگو میں متکبرانا انداز اور کثرتِ ضحک اور چلنے میں اکڑپن، یہ غفلت اور بے خوفی اور تکبر کی علامتیں ہیں۔ ایسے لوگ علماء دنیا کہلاتے ہیں، علماء دین نہیں ہوتے۔ کیونکہ حضرت سہل تستری فرماتے ہیں،" علماء تین قسم کے ہوتے ہیں، عالم بامر اللہ تعالیٰ فقط یعنی صرف احکام شرعی اور حلال اور حرام کے مسائل جاننے والا ہو اور ایام اللہ کا عالم نہ ہو۔ ایسا علم ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس علم سے خوف خدا اور خشیت حاصل نہیں ہوتی۔ آجکل کے اکثر علماء کا یہی حال ہے۔ دوم، عالم باللہ تعالیٰ فقط، امر اللہ اور ایام اللہ کا عالم نہ ہو، ایسے علماء عامۃ المؤمنین ہوتے ہیں۔ سوم، عالم باللہ و بامر اللہ و بایام اللہ، یعنی تینوں علم اُسے حاصل ہوں۔ یہ علماء صدیقین ہوتے ہیں۔ ایسے علماء پر خشیت اور خوف غالب رہتا ہے۔ ایام اللہ سے مراد ماضی اور حال کے لوگوں کے عقابات اور انعامات کا علم ہے۔ کیونکہ جس آدمی کو گذشتہ قوموں کے احوال کا علم ہوگا، اُسے خوف اور خشیت حاصل ہوگی۔ اور جسے سابقہ قوموں کا علم نہیں ہوگا، انہیں خوف اور خشیت حاصل نہیں ہوگی۔

● حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَارَ وَ الْحِلْمَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ وَلْيَتَوَاضَعَ لَكُمْ مَنْ يَتَعَلَّمُ مِنْكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ

جَبَابِرَةِ الْعُلَمَاءِ فَلا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُمْ ''　　　(احیاء)

(ترجمہ) ''علم سیکھو اور علم سے سکینۃ اور وقار اور حلم سیکھو، ان اساتذہ کی تعظیم کرو جن سے تم نے علم سیکھا، اور تمہاری وہ لوگ تعظیم کریں جنہوں نے تم سے علم سیکھا، اور جابر علماء سے نہ بنو، تمہارا علم تمہارے جہل اور زیادتی کا باعث نہ بنے۔''

● ایک حدیث میں ہے:

''اِنَّ مِنْ خِيَارِ اُمَّتِیْ قَوْماً يَضْحَكُوْنَ جَهْراً مِنْ وُسْعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَيَبْكُوْنَ سِرّاً مِنْ خَوْفِ عَذَابِهٖ اَبْدَانُهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ قُلُوْبُهُمْ فِی السَّمَاءِ اَرْوَاحُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَ عُقُوْلُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ يَتَمَشُّوْنَ بِالسَّكِيْنَةِ وَ يَتَقَرَّبُوْنَ بِالْوَسِيْلَةِ ''　　　(بیہقی اور حاکم)

(ترجمہ) ''بے شک میری بہتر اور اچھی امت میں سے ایک ایسی قوم ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت سے جلوت اور مجلس میں ہنسیں گے، اور خلوت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روئیں گے۔ ان کے اجسام زمین میں ہونگے اور دل آسمان میں ہونگے اور انکی روحیں دنیا میں ہونگی اور ان کی عقل آخرت میں ہونگی۔ وقار اور سکون کے ساتھ چلیں گے اور وسیلۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔''

● امام اوزاعیؒ نے فرمایا، ''تمہارا کوئی آدمی پولیس والے کو دیکھتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہے۔ اس کے نزدیک پولیس میں ہونا نہایت مبغوض ہوتا ہے۔ مگر تم لوگ دنیا اور تصنع پسند اور ریاست اور منصب کے شوقین علماء سے پناہ نہیں مانگتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علماء دنیا پولیس والوں سے زیادہ مبغوض ہیں۔''

● بعض مشائخ نے فرمایا، ''جب معلم میں تین صفتیں پائی جائیں، تو متعلم کیلئے ایسا معلم ایک نعمت ہے۔ صبر اور تواضع اور حسن خلق۔ اور جب متعلم میں تین صفات پائی جائیں تو وہ

طالب، معلم کیلئے نعمت ہے، عقل اور ادب اور حسن فہم ۔"

● حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں، "ہم نے زندگی کا ایک حصہ گذارا، جب کوئی قرآن کی سورۃ نازل ہوتی تھی، ہم اس سورۃ میں حلال اور حرام اور اوامر اور زَوَاجِر پڑھ کر اس پر عمل شروع کر دیتے تھے، توقف نہیں کرتے تھے۔ اور آج میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، وہ لوگ سورۃ فاتحہ سے سورۃ ناس تک قرآن پڑھ لیتے ہیں، لیکن وہ حلال اور حرام اور اوامر اور زواجر کو نہیں جانتے اور عمل نہیں کرتے ۔" (بیہقی)

● حدیث شریف میں ہے:

"كُنَّا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اُوْتِيْنَا الْاِيْمَانَ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ وَ سَتَاتِيْ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يُوْتُوْنَ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ الْاِيْمَانِ يُقِيْمُوْنَ حُرُوْفَهٗ وَ يُضِيْعُوْنَ حُدُوْدَهٗ وَ حُقُوْقَهٗ يَقُوْلُوْنَ قَرَءْنَا فَمَنْ اَقْرَءُ مِنَّا وَ عَلِمْنَا فَمَنْ اَعْلَمُ مِنَّا فَذَالِكَ حَظُّهُمْ " (ابن ماجہ)

(ترجمہ) "حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب قرآن کی اکثر آیات نازل ہونے سے پہلے ایمان لائے تھے اور تمہارے بعد عنقریب ایسی قوم آئے گی جنہیں قرآن ایمان لانے سے پہلے دیا جائے گا۔ وہ قرآن کے حروف سیدھے کریں گے اور قرآن کی حدود اور حقوق ضائع کریں گے، وہ کہیں گے ہم قاری ہیں پس کون ہم سے زیادہ قاری ہے؟ اور ہم عالم ہیں پس کون ہم سے زیادہ عالم ہے؟ پس یہی ان کا حصہ ہے (یعنی انہیں ثواب نہیں ملے گا)۔"

آج بالکل قراء اور علماء میں سے اکثر کا یہی حال ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

(مفتی رفیق حسنی)

● بعض مشائخ نے فرمایا، "پانچ صفات محمودہ علماء آخرت کی علامت ہیں۔ اور وہ قرآن

مجید کی پانچ آیتوں سے سمجھی جارہی ہیں۔اول،خشیت۔دوم،خشوع۔سوم،تواضع۔چہارم، حسن خلق۔پنجم،آخرت کودنیاپرترجیح دنیا۔"یعنی خشیت اللہ تعالیٰ کے قول "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ " سے سمجھی جارہی ہے،اورخشوع اللہ تعالیٰ کے قول "خَاشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِآیَاتِ اللّٰهِ ثَمَناً قَلِیْلاً " اورتواضع اللہ تعالیٰ کے قول "وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ " اورحسن خلق "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ " اور آخرت کوترجیح دنیایعنی زہداللہ تعالیٰ کے قول "وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْ الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحاً "۔

● جب سیدالمرسلین جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "فَمَنْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَهْدِیَه' یَشْرَحْ صَدْرَه' لِلْاِسْلَامِ " میں شرح صدرکامفہوم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" جب نوردل میں پلٹ دیا جاتا ہے،اس آدمی کا سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ اسکی کوئی علامت ہے آپ ﷺ نے فرمایاہاں۔ "اَلتَّجَافِی عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَ الْاِنَابَةُ اِلیٰ دَارِالْخُلُوْدِ وَ الْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ " (ترجمہ)" دھوکہ دینے والی دنیا سے دوری اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کی طرف رجوع اورموت کے نازل ہونے سے پہلے موت کیلئے تیاری۔"

◂ علماءآخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ عالم آخرت کی اکثر گفتگوعلم الاعمال میں ہوگی،یعنی اعمال صالحہ جن امور سے فاسد ہوتے ہیں اور جن امور سے دل میں تشویش اوروسوسے آتے ہیں،اوران امور سے جوشر اور گناہ اور برائی کا باعث ہوتے ہیں، گفتگو ہوگی۔کیونکہ اصل دین گناہوں اور برائیوں سے محفوظ رہنا ہے۔جب تک برائی پر انگیختہ کرنے والے امور کا علم نہیں ہوگا،برائیوں اورگناہوں سے احتراز کیسے ہوگا؟

اعمال فعلیہ ظاہر ہوتے ہیں، اور اُن کا سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ مگر اعمال کو فاسد کرنے والے امور خفی اور پوشیدہ ہوتے ہیں، ان کی معرفت ضروری ہے تاکہ کردہ حسنات ضائع نہ ہوں۔ اعمال حسنہ کے فساد اور بقاء اور گناہوں پر اکسانے والے امور کی مفصّل بحث تصوف کی کتابوں سے ہی مل سکتی ہے۔ کتب حدیث اور تفسیر اور فقہ میں اگرچہ ان امور کا ذکر موجود ہے مگر ضبط اور تفصیل کے ساتھ یہ بحثیں نہیں ملتیں۔ اس لئے سالکین اور علماء شریعت پر تصوف کی کتابوں کا مطالعہ لازم ہے۔

پھر وہ علماء، جن کا علم دنیا کے حاصل کرنے کیلئے نہیں ہوتا ہے، وہ تصوف کی کتابوں کے بغیر بھی مذکورۃ امور کا علم درسی کتب سے حاصل کر لیتے ہیں۔ مگر ان مسائل پر صوفی علماء جس طرح کلام کر سکتے ہیں، غیر صوفی علماء نہیں کر سکتے۔

● حضرت حسن بصریؒ کی کلام، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے کلام کے مشابہ ہوتی تھی۔ اور انکا اکثر کلام اور گفتگو فساد اعمال اور وساوس اور شہوات نفسانیہ اور صفات قلبیہ پر ہوتی تھی۔ آپ سے پوچھا گیا، اے ابوسعید آپ جس کلام کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، آپکے کلام جیسا کلام دوسرے لوگوں سے سننے میں نہیں آتا، آپ نے یہ کلام کس سے سیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا، حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے۔ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے یہ کلام کس سے حاصل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کلام کے ساتھ مجھے سیدالانبیاء والمرسلین جناب رسول اللہ ﷺ نے باقی صحابہ کرامؓ سے خاص فرمایا تھا۔ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ سے خیر کا سوال کرتے تھے، اور میں شر اور گناہوں کے متعلق سوال کیا کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں گناہوں اور شر میں گر نہ جاؤں اور میں جانتا ہوں کہ خیر کا علم مجھ سے سبقت نہیں کرے گا۔ ایک دفعہ فرمایا ''فَعَلِمْتُ اَنَّ مَنْ لَا یَعْرِفُ الشَّرَّ لَا یَعْرِفُ الْخَیْرَ ''۔ ''میں جانتا ہوں جو شخص شر اور گناہوں کو نہیں جانتا، وہ خیر کو نہیں جانتا۔''

● ایک روایت میں ہے، حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا:

"كَانُوا يَقُولُونَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لِمَنْ عَمِلَ كَذَا وَ كَذَا؟ يَسْئَلُونَه' عَنْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَ كُنْتُ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُفْسِدُ كَذَا وَ كَذَا؟ فَلَمَّا رَأنِيْ اَسْئَالُه' عَنْ آفَاتِ الْاَعْمَالِ خَصَّنِيْ بِهٰذَا الْعِلْمِ"

(ترجمہ) "دیگر صحابہؓ عرض کیا کرتے، یا رسول اللہ اس آدمی کی کیا فضیلت ہے جو اس طرح، اس طرح عمل کرے؟ صحابہؓ، آپ ﷺ سے اعمال کے فضائل کا سوال کرتے تھے۔ اور میں عرض کرتا تھا یا رسول اللہ کونسی چیز ایسے ایسے عمل کو فاسد کردیگی۔ پس جب جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں اعمال کے فضائل سے نہیں آفات سے سوال کرتا ہوں تو انہوں نے مجھے اس علم کے ساتھ مخصوص فرمایا۔"

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ کو منافقین کے علم کے ساتھ خاص کیا گیا تھا، اور انہیں علم النفاق اور فتنوں کے علم میں تفرد اور خصوصیت حاصل تھی۔ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ اور اکابر صحابہ کرامؓ آپ سے عام اور خاص فتنوں کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ بعض صحابہ کرامؓ کو منافقین کی تعداد بھی بتاتے تھے، کہ اتنے منافق باقی رہ گئے ہیں، اور اتنے مر گئے ہیں، لیکن آپ ان کے نام نہیں بتایا کرتے تھے۔

● حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کرتے تھے کیا میرے اندر کوئی نفاق تو نہیں ہے؟ حضرت حذیفہؓ فرماتے، آپ میں کوئی نفاق نہیں ہے۔

● حضرت عمرؓ جب کسی آدمی کی نماز جنازہ پڑھانے لگتے تو حاضرین میں حضرت حذیفہؓ کو موجود دیکھتے تو نماز پڑھا دیتے اور اگر حضرت حذیفہؓ موجود نہ ہوتے تو نماز نہ پڑھاتے، حضرت حذیفہؓ کو اُن کی اسی خصوصیت کی وجہ سے 'صاحب السِّر' کہا جاتا تھا۔

◄ حاصل کلام یہ ہے کہ صفات قلب کی معرفت اور پھر قلب کی مذمومہ صفات سے تطہیر اور

تزکیہ بہت مشکل کام ہے۔اس لئے اکثر علماء اس علم الباطن کو اہمیت نہیں دیتے اور اس سے واقف نہیں ہوتے۔کہا جاتا ہے ایک وقت بصرۃ میں ایک سو بیس علماء وعظ و نصیحت اور ظاہر شریعت پر بولنے کی قدرت رکھتے تھے۔مگر احوال قلب اور علم الیقین اور صفات باطن پر صرف تین آدمی کلام کر سکتے تھے۔حضرت سہل تستری اور حضرت صبیحی اور حضرت عبدالرحیم۔اور ایک سو بیس علماء کی مجلس وعظ میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے تھے،مگر حضرت سہل تستری اور آپکے ساتھیوں کی مجلس وعظ میں چند گنے چنے لوگ بیٹھا کرتے تھے۔کیونکہ علم الباطن دقیق اور مشکل ہوتا ہے۔اور ہر وہ چیز جو نفیس و عزیز ہوتی ہے،وہ تھوڑے لوگوں کو نصیب ہوتی ہے،ہر ایک کے لئے عطیہ نہیں کی جاتی۔

اللھم ارزقنی من علم الباطن۔ (رفیق حسنی)

◄ علماء آخرت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے،کہ علماء آخرت اپنے علوم میں فقط مقلد نہیں ہوتے،منقول کتب اور مصاحف پر صرف اعتماد نہیں کرتے بلکہ صفائے قلب اور نورِ باطن سے اجتہادی قوت کے مالک ہوتے ہیں۔اور خود ترجیحات متعین کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔کیونکہ صرف ظرف اور برتن کی طرح مرویات کا حافظ ہونا اور ظرف ہونا درحقیقت علم نہیں ہے۔عالم وہ ہے جو نور باطن سے ترجیحات اور اسرار کا علم رکھتا ہو۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ''**مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا یُوْخَذُ مِنْ عِلْمِهٖ وَ یُتْرَکُ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ** ﷺ''۔''کوئی آدمی ایسا نہیں مگر اس کے علم سے فائدہ بھی لیا جاتا ہے اور اس کو ترک بھی کیا جاتا ہے،مگر جناب سید الثقلین رسول اللہ ﷺ''۔کہ انکا سارا علم واجب الاتباع ہے۔اس میں ترک نہیں ہے۔

خود حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فقہ،حضرت زید بن ثابتؓ سے حاصل کی اور قرأت حضرت ابی ابن کعبؓ سے حاصل کی،مگر پھر فقہ میں حضرت زیدؓ کی مخالفت بھی فرمائی

اور قرأت میں حضرت ابی ابن کعب کی مخالفت فرمائی۔

اور سیدنا امام اعظمؒ نے فرمایا جو کچھ ہمارے پاس نبی الثقلین جناب رسول اللہ ﷺ سے پہنچا اسکو ہم نے سر اور آنکھوں پر قبول کیا، اور جو ہمیں صحابہ کرامؓ سے پہنچا اسکو ہم نے قبول کرلیا اور چھوڑ بھی دیا، اور جو ہمیں تابعین کرامؒ سے پہنچا ''فَهُمْ رِجَالٌ وَ نَحْنُ رِجَالٌ'' ''پس وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں''۔ یعنی ہمیں تابعین کے اقوال میں اجتہاد کا حق ہے۔ یہی حال کتب اور تصانیف کا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ابتدائی دور میں کتابیں اور تصانیف کا وجود نہیں تھا۔ لوگ سینہ بہ سینہ علوم حاصل کرتے تھے۔ ہجرت کے ایک سو بیس سال کے بعد تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ایک سو بیس سال سے پہلے تو تصنیف کو ناپسند کیا جاتا تھا، تاکہ لوگ حفظ اور تدبر اور تفکر میں مشغول رہیں۔ حتّٰی کہ ابتداء میں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کو ایک نسخہ میں جمع کرنا بھی ناپسند کیا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ کے مشورہ سے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت امام مالکؒ کی حدیث کی کتاب مؤطاء لکھنے کو بدعت فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا، ''اِبْتَدَعَ مَا لَمْ تَفْعَلْهُ الصَّحَابَةُ رضی اللّٰہ عنہ''۔ ''امام مالکؒ نے ایسی بدعت کا ارتکاب کیا جو صحابہ کرامؓ نے نہیں کیا تھا''۔

کہا جاتا ہے اسلام میں 'آثار' میں سب سے پہلی لکھی گئی کتاب 'ابن جریج' کی کتاب ہے، اور حروف تفاسیر مجاہد اور عطا اور ابن عباسؓ کے تلامذہ نے مکہ مکرمہ میں لکھے۔ پھر یمن میں 'معمر ابن راشد صنعانی' نے 'سنن ماثورہ نبویہ' لکھی۔ پھر مدینہ منورہ میں 'حضرت مالک بن انس' نے 'مؤطاء' لکھی۔ اور پھر 'سفیان ثوری' نے 'جامع' لکھی۔

چوتھی صدی ہجری میں کتابوں کے لکھنے کی کثرت ہوگئی۔ اور لوگ مجادلات اور ایک دوسرے کے مقالات باطل کرنے میں شروع ہوگئے۔ اُسی زمانہ یعنی چوتھی صدی ہجری

سے علم القلوب والیقین ختم ہونا شروع ہوگیا۔حتیٰ کہ صفات نفس اور شیطان کے مکر کے علم کو علم کہنا ترک کردیا گیا، اور درسوں سے نکال دیا گیا۔ بلکہ علمِ کلام کے ماہر کو عالم کہا گیا، اور قصّہ خواں واعظ کو عالم کہا گیا۔ اسی طرح دین سابقہ ادوار میں ضعیف ہوتا گیا۔امام غزالی فرماتے ہیں ''فَکَیْفَ الظَّنُ بِزَمَانِکَ ھَذَا ''۔'' قاری پانچویں صدی میں رہنے والے تمہیں اپنے زمانہ کے ساتھ کس طرح ظن ہے۔'' حتیٰ کہ علم الیقین پر بات کرنے والے صوفی کو پاگل کہا جانے لگا۔ اب بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی اصلاح کرے اور خاموش ہو کے بیٹھ جائے۔ (احیاء)

امام غزالی رحمہ اللہ اپنے زمانہ پانچویں صدی ہجری کے متعلق فرمارہے ہے کہ اس زمانہ میں علم الیقین اٹھالیا گیا ہے۔مگر ہمارے زمانے پندرہویں صدی ہجری کو قارئین پانچویں صدی پر قیاس کریں۔ جب پانچویں صدی میں اہل تصوف علماء کو پاگل کہا جاتا تھا، اور آج پندرہویں صدی میں اگر اہلِ تصوف کو پاگل کہا جائے تو کونسی بڑی بات ہے؟ بلکہ اب تو اہلِ تصوف علماء کو جاوید غامدی جیسے بے دین علماء، اسلام اور دین سے بھی خارج سمجھتے ہیں۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

- علماء آخرت کی ایک علامت یہ ہے، کہ وہ مناظرانہ اور مجادلانہ کتب کی تدریس اور تصنیف اور قضا کے منصب اور اوقاف اور یتیمون کے اموال کی تولیت اور حکمرانوں کی مخالطت سے اجتناب کرتے ہیں، اور مجاہدہ اور خوف اور حزن اور ظاہر اور باطن کا محاسبہ اور چھوٹے اور بڑے گناہ سے اجتناب اور نفس کی پوشیدہ شہوات اور ظاہریہ اور شیطانی مکائد کے تحفظ میں جدوجہد کرتے ہیں۔لہٰذا اصحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کی سیرت کی کتابیں پڑھ کر انکی اتباع کی جائے۔ جدّت اور بدعت اگرچہ بہتر معلوم ہوں، ان سے اجتناب کی کوشش کی جائے۔

● حضرت حذیفہؓ نے فرمایا، ”مجھے تعجب ہے اس بات پر کہ آج کا معروف ماضی میں منکر تھا‘ اور آج کا منکر مستقبل کا معروف ہوگا۔ بے شک تم اس وقت تک خیر کے ساتھ رہو گے جب تک حق کو پہچانو گے، اور جب تک علماء کو حقیر نہیں سمجھا جاتا۔“ امام غزالی اس مقام پر فرماتے ہیں، حضرت حذیفہؓ نے سچ فرمایا، ہمارے زمانہ کی اکثر معروفات صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں منکرات شمار ہوتی تھیں۔ مثلاً مساجد کی تزئین اور مساجد کی عمارتوں میں نہایت باریک کام اور مسجدوں کے فرش پر نہایت بہترین اور قیمتی قالین، جبکہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مسجد کے فرش پر چٹائیاں بچھا کر نماز پڑھنا بھی بدعت شمار ہوتا تھا۔ ایک روایت ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے شروع کیا تھا، مگر اس سے پہلے لوگ نماز میں اپنے اور مٹی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اسی طرح آج مناظرے اور مجادلے اس دور کے اجل علوم اور عبادات سمجھے جارہے ہیں۔ اور قرآن اور اذان میں تلحین آج کی عبادات شمار ہوتی ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں انہیں منکرات سے شمار کیا جاتا تھا۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا، ”**اَنْتُمُ الْيَوْمَ فِيْ زَمَانِ الْهَوٰى تَابِعٌ لِلْعِلْمِ وَ سَيَأتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَكُوْنُ الْعِلْمُ مِنْهِ تَابِعاً لِلْهَوٰى**“۔ ”آج تم ایسے زمانہ میں ہو کہ خواہشات علم کے تابع ہیں اور تمہارے اوپر ایسا زمانہ آئے گا جسمیں علم خواہشات کے تابع ہو جائیگا۔“

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نئی نئی چیزوں سے نہایت اجتناب کرتے تھے، تاکہ کہیں باطل عمل وجود میں نہ آجائے۔ حتیٰ کہ اعمال خیر میں بھی اس کا خیال کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مروان نے عیدگاہ میں نماز کی امامت کی جگہ کے قریب منبر بنوالیا تھا، تو حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا، ”**يَا مَرْوَانُ مَا هٰذِهِ الْبِدْعَةُ؟**“۔ ”اے مروان یہ کیا بدعت ہے؟“۔ مروان نے جواب دیا یہ بدعت نہیں ہے، کیونکہ خیر کا عمل ہے، لوگ زیادہ ہوگئے ہیں، میں نے سوچا کہ منبر پر خطبہ دیا جائے گا، تاکہ ہر ایک کو آواز پہنچ جائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ

نے فرمایا، ”میرے علم میں یہ بدعت ہے میں آج تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔“ حضرت ابوسعید خدریؓ نے مروان پر اس لئے اعتراض کیا کیونکہ عید گاہ میں جناب رسول اللہ ﷺ زمین پر کھڑے ہو کر عصا مبارک سے سہارا لے کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، آپ ﷺ کے زمانہ میں عید گاہ میں منبر نہیں تھا۔

● مشہور حدیث ہے: **”مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“** (بخاری)

(ترجمہ) ”جس شخص نے ہمارے دین میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو دین سے نہیں ہے، وہ مردود ہے۔“

● دار قطنی میں ہے سید الاولین والآخرین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ غَشَّ اُمَّتِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِکَهِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه وَ مَا غَشُّ اُمَّتِکَ؟ قَالَ اَنْ یُبْتَدَعَ بِدْعَةٌ یُحْمَلُ النَّاسُ عَلَیْهَا“

(ترجمہ) ”جس شخص نے میری امت کے ساتھ دھوکہ کیا پس اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ عرض کی گئی آپؐ کی امت کے ساتھ دھوکہ کرنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، بدعۃ کا عمل وجود میں لایا جائے، لوگوں کو اس کے کرنے پر ابھارا جائے۔“ (یہ دھوکہ کرنا ہے)

● اور سرور کونین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَلَکاً یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ مَنْ خَالَفَ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ تَنَلْه، شَفَاعَتُهٗ“

(ترجمہ) ”بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ روزانہ ندا کرتا ہے کہ جس شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کی وہ اُن کی شفاعت سے محروم ہوگا۔“

● حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ابلیس لعنۃ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں شیاطین کا

لشکر بھیجا، تا کہ صحابہ کرامؓ سے گناہ کرائیں، شیاطین واپس لوٹے تو ناامیدوں جیسے تھے، ابلیس نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا، ان صحابہؓ جیسے لوگوں سے ہم کچھ نہیں کرا سکتے، انہوں نے ہمیں سخت مشقت میں ڈالا ہے۔ابلیس نے کہا صحابہ کرامؓ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت پائی اور قرآن کو نازل ہوتے دیکھا، اس لئے تم کچھ نہیں کر سکتے، لیکن ان کے بعد جو لوگ آئیں گے تو تم اپنی حاجت پالو گے۔ پھر تابعین کے زمانہ میں لشکر بھیجا ،شیاطین پریشان واپس لوٹے، ابلیس نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا، یہ عجیب قوم ہے، ہم نے اگر اُن سے صبح گناہ کرالیا، تو وہ شام کو اس گناہ سے استغفار کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی سیّات کو حسنات میں بدل دیتا ہے۔ ابلیس بولا ان لوگوں سے تم کچھ نہیں پاؤ گے، کیونکہ انکی توحید صحیح ہے اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد لوگ آئیں گے اُن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہونگی، انکے ساتھ کھلونے کی طرح تم کھیلا کرو گے اور انکی خواہشات کی رسیوں سے انہیں کھینچو گے جس طرح چاہو گے۔ اگر وہ استغفار کریں گے اس میں اخلاص نہیں ہوگا، اس لئے انکی مغفرت نہیں ہوگی۔ اور وہ توبہ نہیں کریں گے، تا کہ انکی سیّات، حسنات کے ساتھ بدل دی جائیں۔

● امام غزالی فرماتے ہیں، صحابہ کرامؓ اور تبع تابعین کے بعد ایسا زمانہ آیا کہ اس میں ناجائز خواہشات اور بدعات رائج ہوئیں، جن کو لوگوں نے دین اور عبادت سمجھ لیا، نہ اُن سے وہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ، ان پر شیاطین مسلط کر دیئے گئے جس طرح چاہیں انہیں لے جائیں۔ (احیاء)

ابلیس کی مذکور حکایت کے متعلق اگر کہا جائے کہ اس حکایت کے قائل نے کس طرح ابلیس سے یہ حکایت نقل کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارباب قلوب کے مکاشفات کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک الہام، اور ایک منام، اور ایک یقظہ اور بیداری۔ بیداری

میں الہام کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اربابِ قلوب کے دل پر کسی حکایت یا امر کا ورود ہوتا ہے، انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ورود کس جگہ سے ہوا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو مکاشفہ بھی کہا جاتا ہے۔ دوم، منام اور خواب میں ارباب قلوب کو رؤیا صادقہ کے ذریعہ کسی چیز کا علم دیا جاتا ہے۔ سوم خواب کی طرح بیداری میں بعض اشیاء کے مشاہدہ یا استماع سے پوشیدہ معانی کا کشف ہوجاتا ہے اس کو بھی مکاشفہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ سب صورتوں سے اعلیٰ صورت ہے۔ اور خواب کے متعلق تو حدیث شریف میں ہے کہ "نبوت کے چھیالیس جزؤں میں سے ایک جزء سچا خواب ہے۔" لہٰذا خواب کے ذریعہ بھی علم حاصل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ابلیس کا واقعہ کسی بزرگ کو کشف کے مذکورۃ تین ذریعوں میں سے کسی ایک ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا۔ اور انہوں نے حکایت فرمائی۔ (میرا ظن ہے یہ مکاشفہ خود امام غزالی کا ہے۔ (رفیق حسنی)

● امام غزالی فرماتے ہیں: "**فَاِیَّاکَ اَنْ یَکُوْنَ حَظُّکَ مِنْ ھَذَا الْعِلْمِ اِنْکَارَ مَا جَاوَزَ حَدَّ قُصُوْرِکَ**"

(ترجمہ) "بذریعہ کشف حاصل ہونے والے علم کے انکار کا حصہ لینے سے اپنی ذات کو بچاؤ جو تیرے ذہن کی پہنچ سے ماوراء ہے۔"

کیونکہ اس کشفی علم کے انکار کی وجہ سے بڑے بڑے عاقل علماء ہلاک ہوگئے۔ اس عاقل آدمی کیلئے جاہل ہونا بہتر ہے، جو اولیاء کرام کے کشفی علوم کا انکار کرے۔ جو شخص اولیاء کرام کے کشفی علوم کا انکار کرے گا، اس کو لازم آئے گا کہ انبیاء عظام علیہم السلام کے کشفی اور الہامی علوم کا بھی انکار کرے۔

● بعض عارف فرماتے ہیں موجودہ دور میں ابدال عوام کی نظروں سے اس لئے غائب ہو گئے ہیں، اور زمین کے دور دراز اطراف میں خلوت میں چلے گئے ہیں، تا کہ ان ابدال کی نظر

علماء وقت پر نہ پڑے۔ کیونکہ ابدال کے نزدیک وقت کے اکثر علماء اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات سے جاہل ہیں۔ مگران علماء کو عوام اور وہ خود اپنے زعم باطل میں اپنے آپ کو علماء سمجھتے ہیں۔

امام غزالی نے اپنے وقت کے علماء کے متعلق مذکورہ بالا تبصرہ فرمایا اور امام غزالی پانچویں صدی ہجری کی بات کرر ہے ہیں جبکہ آج چودہ سو اٹھائیس سنِ ہجری ہے۔

قارئین خود اندازہ فرمائیں کہ آج پندرھویں صدی کے علماء کس درجہ میں ہونگے ؟ آج عوام اور خواص سوال کرتے ہیں کہ اولیاء اور ابدال نظر کیوں نہیں آتے ؟ جب کامل اولیاء کرام چھٹی صدی ہجری میں غائب ہو گئے تھے تا کہ علماء سوء پر نظر نہ پڑ جائے' تو آج کس طرح منظرِ عام پر تشریف لائیں گے۔ **اِنَّالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ**۔

● حضرت سہل تستری فرماتے ہیں،''سب گناہوں سے بڑا گناہ آدمی کا اپنی جہالت سے لاعلم ہونا ہے اور اہل غفلت کی کلام سننا ہے۔'' آپ فرماتے ہیں،''جو عالم دنیاوی امور میں غرق ہو اسکی کلام نہیں سننا چاہیے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَه' عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُه' فُرُطاً ''

(القرآن)

(ترجمہ)''تو اس شخص کی اطاعت نہ کر جس شخص کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، اور وہ اپنی ہویٰ اور خواہش کی اتباع کرتا ہے، اور اس کا امر حد سے مُتجاوز ہے۔''

یہ آیت کریمہ امام غزالی نے غافل علماء کی مجالست اور مرافقہ سے اجتناب کے حوالے سے نقل کی ہے۔

آپ لکھتے ہیں عام جاہل گنہگار لوگ غافل علماء سے بہتر ہیں۔ کیونکہ جاہل عاصی اپنی تقصیر اور گناہوں کا اعتراف کرتا ہے، اس لئے وہ استغفار اور توبہ کرے گا، مگر غافل علماء اپنی غفلت اور تقصیر سے غافل ہیں، اس لئے وہ توبہ اور استغفار نہیں کریں گے۔ اور غفلت کی

حالت میں مریں گے۔ جب اکثر علماء کی یہ حالت ہو، تو ایسے علماء سے عزلت بہتر ہے۔

● حضرت یوسف بن اسباط نے حضرت حذیفہ مرعشی کو خط لکھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں ایسے شخص کیلئے جو کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو مجالست کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، مگر ایسا شخص ملتا ہے جو گنہگار رہوتا ہے، یا اس کا مذاکرۃ معصیت ہوتا ہے، اور خود اسکو ذکر اور فکر کا اہل نہیں ملتا؟۔ یعنی کیا ایسی صورت میں خلوت بہتر ہے؟۔

آپ نے سچ فرمایا آجکل لوگوں کے ساتھ مجالست اور مخالطت غیبت کرنے یا سننے سے یا منکر پر سکوت کرنے سے خالی نہیں ہوتی۔

◄◄ یہاں تک علماء آخرت کی بارہ علامتیں اور صفات ذکر کی گئیں۔ لہٰذا اس کتاب کے قارئین سے درخواست ہے آپکو دومَردوں میں سے ایک ہونا چاہیئے، یا تو ان مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہیئے، یا اپنی تقصیر کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ آپ کو تیسرا آدمی نہیں ہونا چاہیئے۔

"نعوذباللّٰہ من خدع الشیطان و نسأل اللّٰہ تعالیٰ ان یجعلنا ممن لاتضره الحیاة الدنیا ولا یضره باللّٰہ الغرور."

خاک پائے اہل ایمان محمد رفیق حسنی عفی عنہ

یا عظیم یا کریم یا حلیم یا ارحم الراحمین ارحم علی عبیدک الحقیر الصغیر اللئیم الفقیر المسکین المستغیث المستجیر الخائف المضطر المعترف لذنوبه: رفیق الحسنی. بحرمت سید الانبیاء و المرسلین ﷺ

بحمد اللّٰہ

مفتی محمد رفیق الحسنی کی دیگر مطبوعات

- رفیق الفقہاء
- رفیق المدینۃ المنورۃ
- رفیق العروسین
- رفیق الحج و عمرہ
- رفیق الزوجین
- رفیق الحرم المکی
- رفیق العلماء
- رفیق الحرم المدنی
- رفیق القراء
- رفیق المناسک
- رفیق الصائمین
- رفیق الفائزین
- رفیق المعتکفین
- رفیق الحاجات
- رفیق المذنبین
- البشریٰ المسعود
- رفیق المرحومین
- رفیق المسبحین
- رفیق الغافلین
- رفیق المہدین
- رفیق اللیل والنہار
- حج و عمرہ قدم بہ قدم
- رفیق الناسکین

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم
گلستان جوہر، بلاک ۱۵، کراچی